THE HINDUSTANI ACADEMY.

हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय
इलाहाबाद

वर्ग संख्या.....

पुस्तक संख्या.....

क्रम संख्या.....

FILE No.

مضامینِ بشر

یعنی

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب بشر لکھنوی

مدظلہ العالی

کے تمام شاعرانہ و عاشقانہ محققانہ و فلسفیانہ، تاریخی و جغرافی، علمی و ادبی مضامین، دنیا کے مشہور اکابر اور نامور خاتونوں کے سوانح عمری اور کل متفرق تحریریں جن کی فاضل و محقق موصوف نے از سرِ نو نظرِ ثانی فرمائی ہے

جنھیں

سید مبارک علی شاہ گیلانی مولوی فاضل مزنگ لاہور نے چھپوایا

سال کے اور اپنے تعلقات کو غور سے دیکھیں گے تو شائد انہیں مشکل کوئی ایسا موقع ملیگا۔ کہ ۸۷ء کی شکایت کریں۔ مگر ہمیں اوروں سے کیا غرض؟ اپنی ہی حالت کا کیوں نہ اندازہ کریں؟

دلگداز (بھلا ہو یا بُرا) اسی ۸۷ء میں جاری ہوا۔ اور چاہے جب تک دنیا میں باقی رہے اسی سال کی یادگاروں میں شمار کیا جائے گا۔ دلگداز نے جاری ہوتے ہی اس امر کا خیال کر لیا تھا کہ اپنے بانی اور مربی ۸۷ء کا بارہ ہی مہینے کی مدت میں ساتھ چھوٹ جائے گا۔ اور سب بھولے ہوئے تھے۔ مگر دلگداز نے اسی وقت اس زمانے کو یاد کر لیا تھا جبکہ لب گور ۸۷ء کی مفارقت پر دلگداز کے ساتھ اور بہتوں کی طرف سے بھی صدائے ماتم آ رہی ہے۔ اسی سبب سے دلگداز غم کرتا اور ایک پُرسوز مرثیہ سُناتا نکلا۔ اور سال بھر غم ہی میں ڈوبا رہا۔ اور یہی رنگ ہے تو ملک اور قوم کو دیکھئے کب تک رُلاتا ہے۔

ہمیں اسوقت یہ دیکھنا ہے کہ ان بارہ مہینوں میں ہم نے کیا کیا؟ یہ تو ایک عام بات ہے کہ لوگوں نے جب ہمیں پایا ایک پُر درد اور پُرسوز لہجے میں نالہ کشی کرتے پایا۔ مگر غور اس امر پر کرنا چاہئے کہ ہم نے جو وعدہ کیا تھا کہ "دلگداز اُردو رنگ سخن میں ایک نئی رُوح پھونکنے اور نئی طرح کی قوت مقناطیسی پیدا کرنیکے لئے جاری ہوا ہے" اُس کو کس حد تک نباہا اور کہاں تک کامیاب ہوئے؟ مگر یہ ایک ایسی بات ہے جس میں زیادہ لکھنا خودستائی میں داخل ہو جائیگا۔ اپنی تعریف کرنے میں چاہے ہمیں مزہ آئے مگر ناظرین ہرگز نہ پسند کرینگے۔ پھر بھی اتنا تو ہم ضرور کہینگے۔ کہ دلگداز جس رنگ میں نکلا تھا اُسکو نباہ لے گیا اور سال بھر ہر حیثیت سے اچھا رہا۔

اس میں شک نہیں کہ دلگداز اپنے رنگ میں اکیلا ہے۔ اور جس رنگ میں جاری ہے وہ بہت طبیعتوں کے نزدیک غیر مانوس ہے۔ ہماری آواز بہتوں کے کانوں کو تو گراں گزرتی ہوگی۔ اور اکثر لوگ سمجھتے بھی نہ ہونگے۔ ہمکو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ لوگ ہمارے شاکی ہیں۔ مگر وہ ہمیں معذور رکھیں۔ نہ ہم اُن کو اس بات کی تکلیف دیتے ہیں۔ کہ خواہ مخواہ دلگداز کو خرید کے اپنا روپیہ ضائع کریں۔ اور نہ ان سے خواستگار ہیں۔ کہ دلگداز کی تعریف کریں۔ ہم اپنے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور اپنے خیال میں مست ہیں۔ ہماری حسرت بھری آواز کا مزہ کوئی ہمارے ہی درد آشنا دل سے پُوچھے۔ خصوص جب ہم اپنے سخن سنج اور نازک خیال احباب اور خریداروں کو دیکھتے ہیں کہ

دلگداز کا ایک ایک لفظ اُن کے دل پر نشتر کا کام کرتا ہے۔ اَور ایک ایک مضمون کا اثر جیتوں اُن کے دل پر پڑا رہتا ہے تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ان پر ظلم کر کے بعض نہ سمجھنے والے نکتہ چینوں کی وجہ سے اپنا رنگ بدل دیں۔ دلگداز بُرا ہو یا بھلا بڑی کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ اَور اپنے عالی دماغ قدردانوں کی عزت افزائی سے اُس کو اُمید ہے کہ آیندہ سال بھی اسی طرح کامیابی سے نکلتا رہے گا۔ اَور یونہی دلچسپی سے دیکھا جائے گا ؛

دلگداز اپنے دعوؤں میں اس حیثیت سے بھی کامیاب ہُوا۔ کہ اسی کے رنگ پر چلنے والے ملک میں کچھ اَور بھی نظر آنے لگے۔ بہت سے لوگ اس رنگ کو اپنی لیاقت اَور اپنے درجے سے زیادہ سمجھ کر بُرا کہنے لگے۔ تو اکثروں نے اسے اختیار بھی کیا۔ اَور کوشش کرنے لگے کہ جس طرح ہو سکے اُردو زبان کو وسیع اَور موثر بنائیں۔ ہم اُن حضرات کے ممنون ہیں۔ اپنی اغراض میں ان کو اپنا قوت بازو سمجھتے ہیں ؛

بہت بڑا اعتراض دلگداز کے رنگ پر یہ ہے۔ کہ اس زمین میں ملکی یا اخلاقی یا کسی علمی مسئلے پر دو سطریں بھی نہیں لکھی جا سکتیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ خواہ مخواہ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گی۔ مگر تسلیم کرنے سے پہلے ہم معترضوں کی سمجھ پر افسوس ضرور کر لیں گے۔ دنیا کی جتنی زبانیں ہیں اُن میں آج تک تو یہی ہوتا آیا ہے۔ کہ ہر فن کے متعلق ایک جُداگانہ رنگ ہُوا کرتا ہے۔ جو رنگ لٹریچر کا ہوتا ہے اُس کو پالیٹکس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اَور جو رنگ پالیٹکس کا ہوتا ہے وہ لٹریچر میں نہیں بچتا۔ ایک ہی زبان میں متضاد اغراض نہیں ادا کئے جاتے ہیں۔ انگریزی میں جو زبان ناول کی ہے اَور جو زبان گولڈ سمتھ اور شکسپیئر کی معرکہ آرا ہے اس کو لارڈ بیکن اَور لارڈ میکالے کی زبان سے کچھ لگاؤ نہیں موجودہ زمانے میں لارڈ لٹن بڑے اعلےٰ انشا پردازوں میں تصور کئے جاتے ہیں مگر آج تک کوئی اس پر رائے زنی کرنے نہیں بیٹھا کہ گلیڈسٹون اور سالسبری کی زبان کا اَور اُن کی زبان کا مقابلہ کرے۔ کیونکہ دونوں اُلگ زبان کے ہیرو ہیں۔ عربی ہی میں چلئے۔ حریری اَور بدیع اَور متنبی کی زبان کا اَور ابن سینا اَور علامہ طوسی اَور امام رازی کی زبان کا کس نے مقابلہ کیا؟ نہ اُن سے اُنہیں کچھ تعلق ہے اَور نہ اُن کو اِن سے کچھ علاقہ ہے۔ اَور

کوئی باعتبار زبان کے دونوں کا مقابلہ کرے یا حریری کے رنگ میں لکھنے والے سے فرمایش کرے کہ کوئی فلسفی مسئلہ اس رنگ میں لکھ دو۔ تو شائد وہ مجنون خیال کیا جائے گا۔ یونانی زبان نے جو کچھ ترقی کی اس کا ایک زمانہ شاہد ہے۔ مگر کبھی کسی نے ہومر اور سقراط و ارسطو کی زبان کا موازنہ نہیں کیا۔ یہ نازک خیالی ہمارے ہمعصر انشا پردازوں ہی کو سوجھی ؛

ہاں ایک نقص البتہ دلگداز میں ہے جس کو ہم بڑے افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم کو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ دلگداز میں ایک عیب رہا جاتا ہے۔ مگر کیا کریں بالکل مجبور ہیں۔ وہ یہ کہ ہمارے ہموطن اور ہم غرض اور ہم الم دوست ہندوؤں کے لئے شکایت کا موقع پیدا ہوا جاتا ہے کہ دلگداز کو روز بروز مسلمانوں کے ساتھ تخصیص ہوتی جاتی ہے۔ اور وہ ہندوؤں کے اغراض اور خیالات کے موافق بہت کم مضامین شائع کرتا ہے۔ اس میں ہم بالکل مجبور ہیں۔ اور مجبوری کی وجہ یہ ہے۔ کہ آریہ ہسٹری سے ہمیں بہت کم واقفیت ہے۔ بخلاف اس کے مسلمانوں کی ہسٹری تھوڑی بہت ہمیں معلوم ہے۔ جس سے ہم اپنے مفید مطالب نتائج نکال لیا کرتے ہیں۔ اور جو کچھ یاد آجاتا ہے اپنے مجنونانہ جوش میں کہہ جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے دلگداز کے پورے ممبر غور سے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ انہوں نے دیکھا ہوگا۔ کہ جب کبھی مقدس آریہ بہادروں کا ذکر آگیا ہے۔ ہم نے بڑے ادب سے نام لیا ہے۔ اور ان کے حالات جہاں کہیں دکھائے ہیں۔ پورے جوش کو خرچ کر دیا ہے۔ اس موقع پر ہم اپنے ہندو دوستوں سے اعانت و مدد کے خواستگار ہیں۔ اول تو ان سے مضامین مانگتے ہیں۔ اور اگر ان کو اتنی فرصت نہ ہو۔ تو یہ کریں کہ اپنے قدیم بہادروں کے کچھ حالات لکھ کے بھیجدیں ہم انہیں مناسب الفاظ میں لکھ کر دلگداز کا فخر سمجھ کے شائع کریں گے۔ ہمیں ہندوؤں سے کوئی تعصب نہیں اور نہ کسی قسم کی مخالفت ہے۔ اگر ہے تو ہمارا عجز اور ہماری واقفیت کا نقصان ہے۔ اگر ہندو صاحب ہماری مدد کو موجود ہو جائیں تو دلگداز کا یہ عیب بھی جاتا رہے اور ہم بھی ان کے انتہا سے زیادہ احسانمند ہوں۔ ۸۷ء نے ہمارے نزدیک ہمیں سب باتوں میں کامیاب کرا دیا اگر ناکامیاب رہے تو اسی بات میں۔ اور امید ہے کہ ۸۸ء میں یہ نقصان بھی

نکل جائے گا +

باتوں باتوں میں ہم کہاں سے کہاں جا پڑے۔ ۸۷ء کا نام لیا تو یاد آ گیا کہ کہاں اس کی وفاداریاں بیان کرنے کا ارادہ تھا کہاں اپنا قصہ چھیڑ دیا۔ اور ضرورت سے زیادہ بیان کر گئے۔ صاحب ہم تو ۸۷ء کے نہایت ہی ممنون و شکر گذار ہیں۔ چاہے کسی اور کو شکایت ہو ہمیں اس سے کچھ شکایت نہیں ہماری زندگی کو اس سنہ نے ایک نہایت عمدہ اور کامیاب کرانے والا تغیر دیا۔ اس سنہ میں ہم کو موقع ملا کہ پبلک سے بلاواسطہ گفتگو کرنے کا ایک سلسلے دار ذریعہ قائم کریں۔ اس سنہ نے ہمارے دل میں ایک روز افزوں جوش پیدا کیا۔ اور وہی پُرجوش اور پر درد مضامین جن کو ہمارے بعض دوست ناپسند کرتے ہیں دلگداز میں چھپ کر شائع ہوئے اور عمدہ عمدہ مشہور اخباروں میں نقل کئے گئے اور اُن اخبارانِ ملک کی نظر سے بھی گذرے جن سے ہمیں اصالۃً تقریر و تحریر کی عزت نہیں حاصل ہوئی ہے +

۸۷ء کے احسان ہم پر ایسے ہیں کہ نکتہ چینوں کی خامہ فرسائیوں کی ہمیں کچھ پروا نہیں۔ اور یہ ہمارے دل کو اس قدر مضبوط کر چلا ہے کہ آیندہ بھی ہمیں پروا نہ ہوگی۔ ہم کبھی اُن کی طرف مخاطب ہی نہ ہونگے۔ ہاں اعتراض کرنے کا اُنہیں اختیار باقی ہے۔ وہ شوق سے لکھیں اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ بڑی شگفتگی کے ساتھ ہمیشہ پڑھ لیا کرینگے +

ناظرین کے ہم اس بات میں مشکور ہیں کہ ابتدائے ۸۷ء سے دلگداز کے خریدنے والوں میں سے کوئی نہیں ہے جسکے ذمے سالانہ قیمت باقی ہو۔ مگر ہاں وسط سال سے لینے والوں میں سے چند حضرات کے ذمے باقی ہے اُمید ہے کہ ہماری اس تحریر کو وہ کافی سمجھیں گے اور روپیہ بہت جلد ارسال فرما کر دفتر دلگداز کو ممنون کرینگے۔ مگر اب قیمت بھیجنے والوں کو اُس ناول کا خیال رکھنا چاہئے جو شروع ۸۸ء سے دلگداز کے ساتھ شائع ہوگا۔ کیونکہ اس کے لئے ایک روپیہ علیحدہ آنا چاہئے +

۱۸۸۸ء

صاحبو! زمانے نے پلٹا کھایا۔ اُمیدیں زندہ ہوگئیں۔ آرزوؤں میں ایک

جدت پیدا ہو گئی۔ دلگداز نے آپ کی توجہ سے ایک سال پورا کر کے دُوسرے برس میں قدم رکھا۔ اس قسم کے تغیرات اگرچہ ابتدا میں ایک قسم کی حسرت یاد دلا دیا کرتے ہیں۔ مگر آخر میں کسی نہ کسی قدر مسرت کا بھی موقع مل جاتا ہے ۱۸۹۷ء کو رخصت کرتے وقت ہمارا دل بہت بھر آیا تھا۔ اُس وقت جو ہم نے زبان سے نکالا تھا خدا جانے کس قدر ضبط کر کے اور کتنا بڑا پتھر کلیجے پر رکھ کے۔ جو کچھ کہا تھا ایسے پُر درد لہجے میں کہا تھا۔ کہ سُننے والوں کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے ہوں گے۔ اب وہ پُر غم قصہ تو تمام ہُوا۔ اس بات کی خوشی ہے کہ ایک نئے مہمان کا خیر مقدم ادا کرنے کے لئے الفاظ ڈھونڈھ رہے ہیں۔ یہ قدرت کا بھیجا ہُوا مہمان ہمارے سامنے کھڑا ہے۔ چونکہ نیا نیا آیا ہے۔ اس لئے دُنیا کو غیر مانوس نظر سے دیکھ رہا ہے۔ ایک نیا کام اس کے سر پڑا ہے۔ اَور کھڑا سوچ رہا ہے۔ کہ کارخانۂ قدرت میں کیا دخل دے؟ دنیا والوں کے ساتھ کیا سلوک کرے؟ اَور ہم سے کس طرح پیش آئے؟ یہ وقت بہت غنیمت ہے۔ ایسے میں جس طرح ہو سکے ہم اسے اپنی طرف متوجہ کر لیں۔ ایک نیا کارخانہ دیکھ کر گھبرا اُٹھا ہے۔ اس کے مانوس بنانے کی کوشش کریں۔ ہماری قسمت ایک مُدت تک کے لئے اس کے ہاتھ میں دیدی گئی ہے۔ بُرا ہو یا بھلا جیسا ہو اب تو پورے بارہ مہینے تک ہمیں اسی کے ساتھ نباہنا ہے۔ ہمیں اس کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ کہ یہ بدمزہ نہ ہو جائے۔ خدانخواستہ بگڑ گیا تو بہت بُری ہوگی ✦

صاحبو! جانتے بھی ہو کہ یہ کون ہے؟ زمانے کا نام اکثر سُنا ہوگا۔ اَور جہاں زمانے کا نام سُنا ہوگا وہاں اس کی بیوفائیوں کا شکوہ بھی سُنا ہوگا تو یہ اچھی طرح معلوم ہوگا۔ کہ زمانے سے زیادہ بیوفا کوئی نہیں۔ جب پایا ہوگا مزاج یار کی طرح برہم ہی پایا ہوگا۔ دنیا میں کون ہے جس کو اس کے ہاتھوں سے صدمہ نہیں پہونچا؟ ہائے سب اس کے ستائے ہوئے ہیں۔ مٹی ہوئی اَور پامال قومیں خاکِ ادبار پر پڑی ہوئی اِسے کوس رہی ہیں تو ترقی یافتہ لوگوں کی پیٹھ پر اس کے کوڑے کے اُن دنوں کے نشان بنے ہوئے ہیں جب وہ ذلت کی حالت میں تھیں اَور بے رحمی سے اپنا ایذا رساں کوڑا اُن کی پیٹھ پر پھٹکارا کرتا تھا۔ اگرچہ موجودہ ترقیوں نے وہ مصیبتیں بھلا دی ہیں۔ مگر کبھی کبھی باد مخالف کے چلنے سے مدتوں کی چوٹ کی طرح وہ

نشان ابھر آتے ہیں اور یہی آسودہ حال اور بامراد لوگ بیتاب ہو ہو کے کھجلانے لگتے ہیں۔ ایسا کوئی نہیں جس کا دامن زمانے کے ہاتھ سے بے پنجے نکل گیا ہو ذی علم۔ پرہیزگار۔ قومی ہیکل اور کامیاب آدمی لوگ جنہوں نے پہلے پہل فتحمندی کا جھنڈا مشرقی دنیا کے دلفریب سبزہ زار میں گاڑ دیا تھا۔ جن کے حملے پہاڑوں کو ہلا دیتے تھے۔ جن کی ترقیات رفتار تیز رو دریاؤں کے حوصلے پست کر دیتی تھی جن کی دھاک دنیا بھر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ جن کے سامنے کوئی بہادری کا لفظ زبان پر نہیں لا سکتا تھا جن کا نام تاریخ میں سب سے پہلے لکھا گیا۔ اور جو اگلی دنیا کے بہت پرانے اور بہت نامور ہیرو تھے۔ آج دیکھو کس درجہ بیکس و بے بس کس قدر نا امید و مایوس۔ کیسے افسردہ و پاشکستہ بیٹھے ہیں؟ انہیں کس نے اس حال کو پہونچایا؟ زمانے نے۔

اگلی دولت و حشمت کے یادگار۔ پرانے باہمت اور باوقار۔ عالی ہمت بلند حوصلہ۔ تاجدار اور نامور پارسی جنہیں مذہبی رسوم بدل کے اور قومی توہین اٹھا کے ہندوستان کے جنوب و مغربی کونے میں پناہ ملی تھی جنہیں وطن کے در و دیوار سے رخصت ہو کر غریب الوطنی کی مصیبت سر پر اٹھانا پڑی تھی جن کا آوازہ کبھی چار دانگ عالم میں بلند تھا۔ جو کسی زمانے میں ساری مشرقی دنیا کے حکمران تھے۔ جن کی بہادری دنیا میں ضرب المثل تھی۔ جن کی تلوار سے روئے زمین کی آبادی کانپ اٹھتی تھی۔ جن کے بہادروں کے نام قصے کہانیوں میں ہمیشہ سنے گئے۔ اور سنے جائیں گے۔ دیکھو آج وہی لوگ کس ادنے حالت پر ہیں؟ اُن کی تعداد کس قدر کم ہے؟ اُن کی زندگی کس بے وقعتی سے گذر رہی ہے؟ اگر کوئی پوچھے کہ انہیں اس حالت پر پہونچانے والا کون ہے؟ تو سوا اس کے کیا کہا جائے گا۔ کہ "زمانہ"

اولوالعزم۔ سادہ دل۔ بہادر۔ مقدس۔ فتحمند اور بامراد مسلمان جن کی تلوار دس دس لاکھ کی جماعت میں چمکتی تھی۔ اور اپنا کام کر جاتی تھی۔ جن کے قدم چاروں طرف ممالک کو فتح کرتے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ جن کا پاؤں ترقی کی رفتار میں زمانے سے آگے نکل جاتا تھا۔ جو اشاعت دین اپنا فرض اور تہذیب عالم اپنا کام سمجھتے تھے۔ سپہ گری جن کا جوہر تھا۔ مرنا جن کا کھیل تھا۔ علوم و فنون میں سب پر سبقت لے گئے تھے۔ وہی مسلمان آج کس درجہ

پریشان حال۔ شکستہ دل۔ افسردہ صورت نظر آتے ہیں؟ کیوں؟ اس لئے کہ زمانے سے اُنہوں نے بگاڑ دی۔ اَور نتیجہ یہ ہُوا کہ خود ہی بگڑ گئے ✤

زمانہ ہر حال میں ہم پر حکمران ہے۔ ترقی کے وقت انسان میں غرور آجاتا ہے۔ اَور اپنے زعم میں زمانے کی حکومت سے غافل ہو جاتا ہے۔ اسی غرور نے سینکڑوں کو تباہ و برباد کر دیا اَور خدا جانے کتنوں کو تباہ کرے گا۔ اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ ہمیں ۸۸ء کی طرف سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ ہم خواہ موافق رہیں یا مخالف۔ مگر اس کے اختیار میں ہیں۔ جب جانتے ہیں کہ اس کی فرمانبرداری ہمیں ضرور کرنا پڑے گی تو موافق ہی کیوں نہ رہیں؟ جس سے بس نہ چلے اُس کی مخالفت میں سوا نقصان کے کوئی فائدہ نہیں ✤

یہ بھی اوروں کے سمجھانے کے لئے کہہ دیا ورنہ ہم تو دل و جان سے ۸۸ء کا استقبال کرتے ہیں۔ اس کا ساتھی ۱۸۸۷ء بھی ہم سے اچھی طرح پیش آیا۔ اَور اُمید ہے کہ یہ بھی ہم پر مہربان ہی رہے گا ✤

قدرت اس موقع پر ایک نہایت عمدہ نصیحت کر رہی ہے مگر افسوس بہت کم ایسے ہیں جو سنتے ہوں۔ اے رفتار زمانہ کا اندازہ کرنے والو! نیچر زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ "وقت کی قدر کرو۔ یہ ایک قیمتی ہدیہ تمہیں دیا گیا ہے۔ اسے لو۔ اَور اپنے کام میں لاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ جس طرح ۸۷ء سے تم نے کچھ نفع نہیں اٹھایا اُسی طرح اسے بھی ضائع کر دو" حقیقت میں وقت نہایت قیمتی چیز ہے ✤

اب اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ یہی ایک چیز ہے جو کھو کے نہیں ملتی۔ مگر افسوس ہے تو اسی بات کا کہ ۸۷ء پورا گذر گیا اور ہم نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو کسی حیثیت سے ذرا بھی قابل یادگار ہوتی۔ جب گذشتہ ۸۷ء یوں آناً فاناً ہماری نظر سے غائب ہو گیا اَور ہم بیکار بیٹھے رہے تو ۸۸ء کی نسبت کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہم کچھ کر لیں گے ✤

افسوس! ہزار افسوس! نشۂ غفلت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ادبار کی نیند سوار تھی بچوں کی طرح بیفکریوں کے کھلونے کھیل رہے تھے۔ پری وشوں کی طرح مست خواب ناز تھے۔ خیال بھی نہ گذرا۔ معلوم بھی نہ ہُوا۔ خبر بھی نہ ہوئی۔ کھٹکا بھی نہ ہُوا۔ تیسویں دسمبر کی رات کو آرام سے سوئے۔ صبح کو اُٹھے وہی معمولی سماں نظر آیا۔ کوئی نئی بات بھی نہ تھی کہ وحشت دل یاد دلا دیتی۔ اپنے اسی معمول طریقے سے منہ ہاتھ

دھوکے کا روبار مین مصروف ہوے - ایک دوست کو خط لکھنے کے لیے کاغذ اُٹھایا پیشانی پر تاریخ لکھی - تاریخ اور مہینہ تو روزانہ ترتیب کی وجہ سے صحیح لکھ لیا مگر سنہ وہی ۱۸۸۷ - ایک صاحب نے دُور سے دیکھ کر فرمایا " ۱۸۸۸ لکھیے " متعجب ہو کے پوچھا " ۱۸۸۸ کیا ؟ " وہ صاحب مسکرا کے بولے " وہ گیا - اب کہان ؟ " اس جملے نے ہم نہین سمجھ سکتے کہ دل پر کیا اثر کیا - دل پر ایک چوٹ سی لگی - یقین جانیے آنسو ٹپک پڑے -

صاحبو ! ہمین اسپر رونا نہین آیا کہ ۱۸۸۷ء بے ملے رخصت ہو گیا - آپ سے سچ کہتے ہین ہم ۱۸۸۷ پر نہین روئے - اصل مین ہم اپنے حال پر روئے -

کوئی پوچھ بیٹھے کہ گذشتہ ایک سال کی مدت مین جو ۱۸۸۷ کی زیر نگرانی گذری ہم نے کیا کیا ؟ " تو جواب نہ بن پڑے گا - اس سوال کے جواب مین ہماری طرف سے ایک سراپا ذلت سکوت ہوگا جو ہمارے ساتھ ساری قوم کو شرمندہ کر دے گا - افسوس قوم بھر مین ایک بھی ایسا نہین نظر آتا جو ٹالنے ہی کے طور پر سہی اس سوال کا جواب دے سکے -"

" کیا کیا ؟ " ہاے کس قدر آسان سوال ہے ؟ کیسا سہل معلوم ہوتا ہے ؟ مگر یہ دو لفظ ہماری قوم پر ایک بار ہین کہ کسی طرح نہین ٹلتے - اس پہاڑ کے ٹلنے کی کوئی اُمید نہین - ہان ۱۸۸۸ مین شاید کوئی قوی ہمت فخر قوم اُلو العزم ایسا اُٹھ کھڑا ہو جس کی قابل فخر کارروائی دیکھ کر یکایک ساری دنیاے اسلام کی زبان سے برجستہ یہ کلمہ نکل جائے کہ " یہ کیا " تو یہ بوجھ ہمارے سر سے ٹل سکتا ہے - اور یون تو بالکل نا اُمیدی ہے - روز بروز ہم اس بار مین دبتے ہی جائین گے -

زیادہ افسوس بات کا ہے کہ بظاہر اسباب ہم سے ۱۸۸۸ کے خاتمے پر جب یہی سوال کیا جائے گا تو اسی طرح پھر ندامت سے سر جھکانا اور اسی طرح شرمندگی کے بوجھ مین اور دبنا پڑے گا - دیکھیے ہم کب تک یون ہی نادم رہتے ہین - اے خدا تو جلد ہماری مدد کر کہ کوئی عالی ہمت افتخار قوم اپنے مضبوط ارادے سے اُٹھے اور یہ بوجھ ہمارے سر سے ٹالے -

سنہ ۱۸۸۸ء

اس موقع پر ایک مشہور مصرع بار بار ہماری زبان سے نکل جاتا ہے۔ ع "ابکی بھی دن بہار کے یون ہی گذر گئے"۔ بیشک یون ہی گذر گئے۔ جو کام قدرت کے سپرد ہین وہ کامیابی کے ساتھ ہوے۔ موسمون کے تغیرات اُسی معمولی کامیابی کے ساتھ ہوے جس طرح ہر سال ہوا کرتے ہین۔ عمرون کی ترقی۔ قُوے کا گھٹنا بڑھنا۔ سنون کا بدلنا۔ وہ سب باتین جو ہمیشہ ہوتی رہتی ہین اُسی طرح ہوئین۔ غرض دنیا کا چرخہ جس معمولی رفتار سے چلتا ہے چلے گیا۔ مگر جس وقت اس طرف نظر ڈالی جائے کہ وہ کام جن کا انصرام ہمارے ہاتھ مین تھا وہ کہان تک اور کیونکر سرانجام پائے؟ تو دیر تک متفکر رہنے کے بعد ہمین نہایت حسرت سے نادم ہونا پڑے گا۔ "ہم نے کچھ نہین کیا"۔

قوم اُسی طرح خرابی و تباہی مین ہے۔ دل اُسی طرح بجھے ہوے ہین۔ عمارتین اُسی طرح مسمار ہو رہی ہین۔ حوصلے اُسی طرح پست ہوے جاتے ہین۔ تعلیم مین جو خرابیان تھین اب تک باقی ہین۔ افلاس و فلاکت جس طرح پہلے اہل اسلام کو گھیرے ہوے تھین اب تک گھیرے ہین۔ لائق و فائق افتخاران قوم جس طرح اگلے برس حیران و سرگردان تھے اب تک ہین۔ امرا اور وسائے قوم کی آنکھون پر جو غفلت کے پردے پڑے تھے اب تک پڑے ہین۔ پھر پوچھیے کہ ہمنے کیا کیا؟ کچھ نہین کیا۔

اس موقع پر اس بات کی تفصیل ہم چھوڑے دیتے ہین کہ زمانے بھر مین کیا ہوا؟ ملک مین کیا انقلاب ہوے اور دنیا کی رفتار کس حالت پر رہی؟ ہمین اپنی طرف دیکھنا چاہیے۔ افسوس جب ہمارا خیال ہم سے پوچھتا ہے کہ "اس گذشتہ سال مین تم نے کیا کیا؟" تو ہم سے بھی اسکے سوا کوئی جواب نہین بن آتا کہ "کچھ نہین"۔ ہم اُن وعدہ اورون مین بھی نہین کہ کچھ نہ کرتے اور ایک افسوسناک سکوت کی حالت کو اپنے اور اپنی قوم دونون پر طاری دیکھ کر مصرع "مرگِ انبوہ جشنے دارد" زبان سے نکالین۔ اور اپنی وعدہ اری پر خوش ہون کہ قوم کا خوب ساتھ دیا۔ ہمین نہایت افسوس ہے کہ ہمارا مہمان سنہ ۸۸ دامن چھڑا کے چلا گیا۔ اور ہم چونک کے حسرت سے ادھر اُدھر دیکھنے لگے کہ افسوس کچھ نہ کیا۔ اس سنہ مین ہم نے جو کچھ کیا وہ

اسکے مقابل مین بہت کم ہے کہ ہمین کیا کرنا چاہیے - یہ ایک ایسا جملہ ہے کہ ہم اگر اسکی تفصیل لکھنے پر آمادہ ہو جائین تو ہمارا جدید مہمان ۸۹ء بھی یون ہی دامن جھاڑ کے چلا جائے اور ہم اُن کامون کی فہرست ہی بتاتے رہین جو ۸۸ء مین ہم پر فرض تھے - افسوس ہمارے شخصی فرائض درکنار وہ قومی عام اغراض جن کے نہ بر آنے سے "اسلام" روز بروز ایک مُردہ اور بیجان لفظ ہوا جاتا ہے وہ بھی یون ہی باقی رہ گئے - آخر ہم نے قومی ترقی کا کون نمونہ دکھایا؟ گذشتہ وایسرائے ہز ایکسلنسی لارڈ ڈفرن جنھون نے بندرگاہ ہند پر قدم رکھتے ہی مسلمانون کی بہت کچھ دلدہی کی تھی اور جن کی فیاضانہ کوششون سے ہمین بڑی اُمید تھی ہماری غفلت نے اُنکی قدر نہ کرنے دی اور وہ اس سال کے خاتمے پر جدید وایسرائے کو اپنے عہدے کا چارج دے کے روانہ ہو گئے -

الغرض ہندوستان کی مُلکی حالت اور مسلمانون کی قومی صورت نے کوئی ایسا پہلو نہین بدلا کہ ہم اپنے دل کو کچھ تسلی دے سکین - ایک کانگرس کا ہنگامہ گرم رہا - جسکے اعتبار سے طرفداران کانگرس کے حوصلے البتہ کسی قدر بڑھ گئے ہونگے - مگر قطع نظر اسکے کہ ہم موافق ہین یا مخالف اتنا ضرور کہین گے کہ ہندوستان کی بدنصیبی سے اس کانگرس نے ہندو مسلمانون مین سخت مخالفت اور عداوت پیدا کرادی - گو یہ مخالفت پیشتر سے تھی مگر ۸۸ء نے زیادہ اشتعال دلا دیا -

ان باتون کے بیان کرنے مین تو خدا جانے کس قدر زمانہ صرف ہو جائیگا - آؤ ہم اپنی طرف دیکھین - دلگداز ۸۸ء مین کیسا رہا؟ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے ناظرین نے جس خوبی سے اُسکی قدردانی کی خود دلگداز اُس خوبی سے نہین جاری رہا - قریب قریب ہر مہینے مین ہمارے لائق احباب کا جوش و شوق ترقی پر تھا اور دلگداز کی اشاعت مین بے ترتیبی اور سُستی ہی ظاہر ہوتی تھی - کئی سبب تھے کہ دلگداز سے اپنے قدردانون کی ناشکری نمایان ہوئی - اول تو اس سال مین کئی مرتبہ خیالات پلٹے پہلے یہ قصد ہو گیا تھا کہ ہمیشہ سہ ماہی تین پرچے اکھٹا نکال دیے جایا کرین - لیکن آخر مین مجبوراً اس خیال سے دست بردار ہونا پڑا - دوسرا سبب یہ ہوا کہ دلگداز ایک دوسرے پریس مین چھپتا تھا کہ جسکی وجہ سے تیاری اور اشاعت اپنے اختیار

سے باہر تھی۔ تیسرے یہ کہ اڈیٹر کے سر بھی اس سال کئی کام رہے جن کی وجہ سے وہ دلگداز کی طرف پوری توجہ نہ کر سکا۔

پھر بھی اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ دلگداز نے اس سال کئی حیثیتوں سے ایک نمایاں ترقی کی۔ ۱۸۹۷ء میں صرف خیالات سے مدد لی گئی تھی۔ اور پورے سال کے بارہ جزوں کے سب صفحے ایڈیٹر کے جنون انگیز ولولوں اور اُسکی طبیعت کے جوشوں سے بھرے ہوئے تھے۔ لیکن ۱۸۹۸ء میں واقعات پر بھی نظر ڈالی گئی اور حتی الامکان عمدہ عمدہ تاریخی مضامین شایع کیے گئے۔ قطع نظر اُن مضامین کے جو مولوی شبلی صاحب کی تصانیف سے ماخوذ کر کے لیے گئے تھے ہمارے لائق اور فاضل دوست مولوی خلیل احمد صاحب کا وہ اعلیٰ مضمون جو دمشق کے متعلق تھا اور وہ مضامین جن کے ذریعے سے ہم نے بغداد کے عروج و زوال کی تصویریں دکھائیں ایسے نہیں ہیں کہ ہمدردان اسلام کو کبھی بھول جائیں۔ ہمارے خیال میں دلگداز کی جلد بابت ۱۸۹۸ء ۱۸۹۷ء کی جلد سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ ناول جو ۱۸۹۸ء میں دلگداز کے ساتھ شائع ہوا غالباً اُردو میں اپنی طرز کا پہلا ناول ہے۔ ہمارے مسلمان دوستوں نے اس ناول کو حد سے زیادہ پسند کیا۔ اس ناول نے قوم اسلام کے وہ کارنامے دکھائے جو بجھے ہوئے جوشوں اور پژمردہ حوصلوں کو از سر نو زندہ کر سکتے ہیں۔ ہماری قومی تاریخ میں ایلیڈ اور ایڈسے یا دوسری مذہبی تاریخوں کی طرح شاعرانہ جوش و خروش نہیں ہے۔ کسی کے قلم میں اتنی قوت نہیں ہو سکتی جتنی ہمارے بزرگوں کے تلوار والے ہاتھ میں تھی وہ لڑائیاں جو زمانۂ صحابہ میں ہوئیں وہ تو ایک معجزنما قوت کا نمونہ تھیں مگر کروسیڈ کے زمانے میں جب دین مسیحی نے جہاد کا نام لے کر یورپ والوں سے تلوار اُٹھوا دی تھی۔ مسلمانوں نے جو بہادری و سپہگری دکھا دی اُس کا سکہ ہمیشہ یورپ والوں کے دل پر بیٹھا رہے گا۔ صلاح الدین کے حالات سے مسلمان بہت کم واقف ہیں۔ تاریخی حیثیت سے اسکے حالات بتانا ہمارے دوست مولوی شبلی صاحب کا کام ہے جو ایلیڈ اور ایڈسے یونانیوں کی دو کتابیں ہیں جن میں اُنکے دیوتاؤں کی لڑائیوں کا تذکرہ بالکل رامائن اور مہابھارت کی طرز پر کیا گیا ہے۔ منہ۔

جو اُسکی سوانحعمری لکھنے کا بار اپنے سر لے چکے ہین - مگر ہم مختصراً اس قدر کہ سکتے ہین کہ دنیا کی کسی قوم کو شخصی گورنمنٹ کی صورت مین ایسا بے نفس کوئی بادشاہ نہ ملا ہوگا جیسا کہ سلطان صلاح الدین مسلمانون کو ملا ہے - اُس نے ہمیشہ ملک فتح کیے اور ہمیشہ اُنکی آمدنی علمی، مدارس اور دینی کامون کی نذر کردی - وہ اتنی بڑی سلطنت چھوڑ کے مرا تھا مگر اپنی ذاتی ملکیت مین اتنا روپیہ بھی نہین چھوڑا تھا کہ تجہیز و تکفین کے لیے کافی ہوتا - اُسمین جوش قومی اور توایمانی جس زیادتی کے ساتھ پایا جاتا تھا شاید کسی بادشاہ مین کو نظر آئیگا -

اس ناول کو اسلامی پبلک نے شوق کے ہاتھون سے لیا - اور یک بیک ہندوستان مین ایسا شوق پیدا ہوگیا کہ ہم اُسے مکرر چھپوا رہے ہین - اپنی گذشتہ ترقیون کا خیال کرکے ہم کہ سکتے ہین کہ ۱۸۸۸ء دلگداز کے لیے اچھا تھا - اب دیکھنا ہے کہ ۱۸۸۹ء دلگداز کو کن کن حیثیتون سے ترقی دلاتا ہے - اگر یہی دنیاے اسلام ہے اور یہی ذوق و شوق ہے تو انشاء اللہ ۱۸۸۹ء مین بھی دلگداز کامیابی کے ساتھ ترقی کرے گا -

۱۸۸۹ء

افسوس اُنیسوین صدی عیسوی کے پورے ہونے کو صرف گیارہ ہی برس باقی رہ گئے - دن جاتے کچھ دیر لگتی ہے؟ چند روز کے بعد دیکھ لوگے کہ سالانہ انقلابات کے پھیر مین ایک دن یہ صدی بھی تمھارے ہاتھ سے نکل جائے گی اور تم یون ہی متحیر رہوگے جس طرح اسوقت ہو - کسی کو معلوم بھی نہ ہوا مگر غور سے دیکھا تو ہر دفتر اور ہر محکمے مین ۱۸۸۸ء کی جگہ ۱۸۸۹ء لکھا جاتا ہے - جس طرح کسی کے مرنے پر لوگ اسکی لاش کو نہلا اور کفنا کے قبر مین رکھ دیتے ہین اُسی طرح تمام وہ دفاتر اور کارنامے عنقریب صندوقون اور الماریون مین مقفل کردیے جائینگے جن پر ۱۸۸۸ء کا نام لکھا ہے - چند روز بعد یہ لفظ بھی یعنی ۱۸۸۹ء صرف تواریخ کے صفحون پر تو البتہ ہوگا ورنہ دنیا کے کاروبار مین ممکن نہین کہ کہین اس کا نشان ملے -

اب ۱۸۸۹ء ایک جدید مہمان آیا ہے - پرانی اُمیدون مین سے جو بر آئی تھین وہ تو خیر مگر جنھون نے مایوسی کی صورت دیکھی تھی وہ از سر نو دلون مین اُبھری ہین کہ

شاید اس سال اُن کے برآنے کی کوئی صورت ہو۔ شروع سال ہمیشہ ایک خوشی کا وقت ہوتا ہے۔ اسوقت حوصلے بڑھ جاتے ہین اور تمناؤن سے ایک مزہ دار حرکت نمایان ہوتی ہے۔

دیکھو زمانے بھر مین جس کسی کو یہ خیال آگیا ہے کہ اُسکے کاروبار کا نیا زمانہ شروع ہوا وہ خوش اور شاش بیٹھا ہے۔ طلبا نے امتحان دیا ہے اور خوشی کے ساتھ آرزومند ہین کہ تعطیل کے بعد اوپر کے درجے مین ترقی کرین گے۔ تمام کارخانون کے منیجر مطمئن ہین کہ پچھلے سال کا حساب اطمینان سے پورا ہوگیا اب نیا حساب شروع ہوگا۔ کچھ اسوقت اور اس تاریخ پر منحصر نہین جس وقت کسی بات کا آغاز ہوتا ہے خواہ مخواہ طبیعت کو ایک قسم کی خوشی ہوتی ہے۔ جن بچون کے مان باپ اُنھین لاڈ پیار سے پالتے ہین اُنکی سالگرہ کی دھوم مین گھر بھر سے مسرت اور خوشی کے آثار نمایان ہوتے ہین۔ اُن پری وشون کے دلی خیالات کا اندازہ کیجیے جنھین یقین آگیا ہے کہ اب سے دوسرا سال شروع ہوا اور شباب یا خود پرستی یا ناز فروشی کو تھوڑا ہی زمانہ رہ گیا۔

بظاہر زمانہ جس حالت پر جا رہا ہے اُسی حالت پر چلا جائیگا۔ دور فلکی یا حرکت ارضی (جو کچھ ہو) اُسی حالت پر رہیگی۔ آفتاب یون ہی طلوع ہوا کرے گا اور یون ہی غروب ہو جایا کرے گا۔ ماہتاب یون ہی عروج و زوال کے انقلاب مین رہیگا۔ تارے سرشام سے روز چمکین گے اور صبح کو جھلملا جھلملا کے غائب ہو جائین گے۔ خلاصہ یہ کہ جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے اس سال بھی ہوگا۔ مگر پھر بھی ہر سال مین یہ قاعدہ رہا کہ جب ابتدا کی تاریخ سے انتہائی تاریخون تک غور کیا تو بہت سے انقلابات نظر آگئے جن مین سے بعض خاص خاص ایسے بھی تھے جو ہم تو ہم آیندہ نسلون کو بھی ہمیشہ یاد رہین گے۔ اسی بنا پر یہ خیال بھی خوف کی طرح کسی کسی وقت دل مین گذر جاتا ہے کہ دیکھیے اس نئے مہمان ۱۸۸۹ء کے زمانے مین کیا کیا ہوتا ہے؟ یہ معلوم ہے کہ مرنے والے مرین گے اور پیدا ہونے والے پیدا ہونگے۔ مگر کاش یہ معلوم ہوتا کہ اس اجمالی فقرے مین کون کون شامل ہے۔ ہم ہی نہ ہون۔ ہاے ہمارے کئی احباب جنھون نے بڑی قدردانی سے دلگداز کو لیا۔ ابتدائے ۱۸۸۸ء مین ہر ہفتے مین دو چار خطوط اُنکی طرف سے آجایا کرتے تھے اور ہمارے حوصلے بڑھ جاتے تھے۔ مگر

آخر سال مین اُنکے نام کے پرچے واپس آئے جنپر یہ حسرت جملہ انگریزی مین لکھا ہوا تھا "ڈائڈ" یعنی انتقال کیا۔ کیا خبر کہ پارسال کون ہوگا اور کون نہ ہوگا۔ زمانہ ایک قسم کی چٹائی ہے جو دُور تک پھیلی ہوئی ہے ایک طرف سے کوئی اُسے کھولتا اور پھیلاتا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف سے کوئی لپیٹتا چلا جاتا ہے۔ درمیان مین تھوڑی سی جگہ کھلی ہوئی ہے جسکی وسعت ہر وقت اور ہر زمانے مین برابر رہتی ہے۔ کیونکہ جس قدر کھلتی جاتی ہے اُسی قدر لپٹتی آتی ہے۔ زندہ دنیا اُسی مقدار سے مراد ہے جو کھلی ہوئی ہے۔ پیدا ہونے والے پیدا ہوتے ہین اور اُسی قدر دَور پورا کرکے فنا کی لپیٹ مین آجاتے ہین۔ گذرے ہوؤن کو یاد کرکے رونا چھوڑ بھی دیجیے تو اپنا غم کیا کم ہے؟

دلگداز کس بے ترتیبی اور بے انتظامی سے اس سال نکلا؟ ناظرین و احباب درکنار بعض بعض اوقات خود ہمارا حوصلہ بھی پست ہوگیا تھا۔ ایک طرف دلگداز کے مشتاقون کا تقاضا دوسری طرف ہماری پریشانیان اور اُلجھنین۔ الغرض جس طرف خیال جاتا تھا ایک مصیبت ہی نظر آتی تھی۔ اسکے علاوہ اور حیثیتون سے پوچھیے تو ناشکری نہ کرنا چاہیے ہم بُرے نہین رہے۔ ہمارے مضامین بھی اچھے رہے اور وہ ناول جو دلگداز کے ساتھ شایع ہوا وہ بھی بہت اچھا رہا۔ ملک نے جس گرمجوشی سے اُس ناول کی قدرافزائی کی شاید اور کسی کتاب کی نہ کی ہوگی۔ اب رہا یہ کہ آیندہ سال کی نسبت ہماری امیدین کیسی ہین ہم بہت مضبوطی کے ساتھ پیشین گوئی کرتے ہین کہ دلگداز ۱۸۹۹ء مین بہت اچھا رہے گا۔ مجبوراً اور نقصان دیکھکے خود اپنا پریس جاری کرلیا گیا۔ دلگداز پریس ۱۸۹۹ء سے جاری ہوا ہے۔ یہ پریس غالباً ملک مین تصانیف کے عمدہ عمدہ نمونے پیش کرے گا جو صرف چھپائی ہی کی حیثیت سے نہین مضامین اور مطالب کے اعتبار سے بھی ہر دلعزیز اور مطبوع عام ہون گے۔ ہمارے بعض دوستون کو بھی اپنا کام اور اپنے عمدہ تصانیف طبع کرانے کی تکلیف ہوتی تھی اب ہمارے خیال مین اُنکو آسانی ہو جائیگی۔ دلگداز پریس حتی الامکان سرگرم رہے گا کہ چھپائی اور عمدگی مین پوری کوشش کرے۔ نمونۃً ابھی تو دلگداز کے پرچے ہی ہین آیندہ خدا نے چاہا تو اور کتابین بھی پیش ہون گی۔

جو ناول ۱۸۸۸ء مین شایع ہوا ہمدردیِ اسلام کا جوش دلانے کے لیے اُس سے

عمدہ کوئی ذریعہ نہین ہو سکتا - ہمارے قدر افزا اور دلگداز کے قدردان گواہ ہین کہ اس کا ہر ہر جملہ رگِ حمیتِ اسلامی کو جوش مین لاتا تھا - اور یقین ہے کہ وہ حضرات جنھون نے شوق سے اور شوق سے اس ناول کو اول سے آخر تک ملاحظہ فرمایا ہوگا اُنکے دلون مین قومی خون جوش مار رہا ہوگا اور وہ ترقی پر تُلے بیٹھے ہونگے - ۱۸۹۸ء مین ہم دوسرا ناول پیش کرتے ہین - یہ ناول اگرچہ اُن اصول پر نہین شروع کیا گیا ہے جن اصول پر ملک العزیز اور ورجنا والا ناول لکھا گیا تھا - یہ ایک اور ضروری اور دلچسپ اصول پر شروع کیا گیا ہے - مگر ہم یقین دلاتے ہین کہ یہ ناول بھی ممکن نہین کہ کسی بات مین پہلے سے کم ہو - اس مین ناظرین کی دلچسپی بدرجہا بڑھی رہے گی - یہ طبائع کو غالباً اس گذشتہ ناول سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کرے گا - لیکن ابھی تک یہ صرف ہمارا دعوے ہے - ہم اپنی کامیابی پر اُس روز خوش ہونگے جس روز یہ ناول پورا ہوگا اور پبلک کا جوش ہمین بتلائے گا کہ قومی خدمت جس کا بیڑا ہم نے اُٹھایا ہے اُسکو ہم نے جان کاہی اور کامیابی کے ساتھ ادا کیا - اب رہا اصل دلگداز - اسکی نسبت افسوس کہ ابھی تک ہم پبلک کے عام مذاق کا اندازہ نہین کر سکے - ۱۸۹۸ء مین دلگداز نے اپنے صفحون پر دو قسم کے مضمون شایع کیے - تاریخی مضامین یا خیالی اور عاشقانہ مضامین - خط و کتابت کے مہینے نے ہمین ایک اُلجھن مین ڈال دیا ہے کیونکہ بعض حضرات تاریخی مضامین کے اس درجہ مشتاق ہین کہ اُنکی تاکید رہتی ہے کہ دلگداز پورا اسی رنگ پر کر دیا جائے اور صرف تاریخی مضامین اس مین شایع کیے جائین - اگرچہ اس قسم کے مضامین کے لیے ہمین کسی قدر محنت کرنا پڑیگی مگر چونکہ اپنی قوم کے ساتھ ہمین ہمدردی ہے اسلیے ہم شوق ہی نہین فخر کے ساتھ اس قسم کی محنت کو اپنے سر لیتے ہین - اگر ہمارے کل یا اکثر احباب اس امر کو پسند کرین - لیکن یہان خرابی یہ ہے کہ جب تاریخی حصہ بڑھ جاتا ہے دو چار خطوط آجاتے ہین کہ اب خیالی عاشقانہ مضامین کیون چھوڑ دیے گئے ؟ اور خیالی مضامین زیادہ ہو جاتے ہین تو بعض احباب لکھ بھیجتے ہین کہ تاریخ سے کیون کنارہ کیا گیا ؟ اس سال بھر مین ہم اسی عنقطے مین رہے کہ کیا کرین ؟ آخر اپنے طور پر خود ہی یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ دونون قسم کے مضامین دیے جائین گے -

اس مین کوئی شک نہین کہ دلگداز اپنی قوم کے ساتھ جس قدر احسان کر رہا ہے اُس سے زیادہ یہ ملکی زبان کے لیے مفید ہے - اُردو زبان ابھی چار روز کا ذکر ہے کہ تالیف و

تصنیف کے کام آنا تو بہت اعلیٰ مرتبہ ہے خانہ داری کے معاملات مین بھی کسی کے کام نہ آتی تھی - تمام خط و کتابت اور حساب و کتاب فارسی زبان مین تھا - لیکن تھوڑے ہی زمانے کے انقلاب مین ایسا ہوگیا کہ عمدہ فارسی لکھنے والے جستجو سے بھی نہین ملتے - اور اگر یہی لیل و نہار ہے تو فارسی زبان عنقریب ہندوستان سے رخصت ہوا چاہتی ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ فارسی نے ہندوستان مین جس زبان کو اپنا جانشین چھوڑا ہے وہ بالکل اسی کے رنگ پر اور اُسی کی پیدا کی ہوئی ہے - اُردو کی زیادہ خوش نصیبی ہے کہ گویا قدیم زبان سنسکرت کی زبان پر اُس کا خمیر اُٹھایا گیا اور ایشیا کی عام پسند فارسی کے الفاظ اُس مین بطور مصالح کے شامل کیے گئے - اور زیادہ خوبی یہ ہے کہ فارسی کے ذریعے سے اس تازہ زبان کا ہاتھ عربی کے علمی ذخیرون تک پہونچ گیا - اور بالفعل انگریزی کی نئی خوبیون اور جدتون سے فائدہ اُٹھا رہی ہے - اگر غور سے دیکھیے تو اُردو کے لیے یہ نہایت کامیابی کا زمانہ ہے کہ ملک مین ہر طرف تالیف و تدوین کا سلسلہ پڑ گیا اور بڑے بڑے علما و فضلا و ادبائے عصر اپنے بیش بہا خیالات کو اُردو ہی کے ذریعے سے ظاہر کرنے لگے ہین -

ان پچھلے چند برسون مین جو تصانیف ملک کے سامنے پیش کیے گئے وہ نہایت قیمتی ہین اور حقیقۃً صرف اس وجہ سے کہ وہ اُردو مین ہین اُردو کا پایہ بہت بلند ہوگیا ہے - ہمارے تازہ مصنفون کی عمر مین خدا برکت دے وہ اُردو مین خواہ باعتبار علوم اور خواہ باعتبار لٹریچر کے نہایت اعلیٰ درجے کا قیمتی ذخیرہ جمع کرتے جاتے ہین - ہمارے اکثر دوستون کا خیال ہے کہ اُردو لٹریچر کو دلگداز سے بہت مدد ملی اور ملتی جاتی ہے - خدا کرے ایسا ہی ہو دلگداز کی اشاعت کی اصلی غرض بھی یہی ہے -

اس موقع پر ہم صرف اسی قدر کہکے سکوت کرتے ہین کہ اگر یہ صحیح ہے کہ اُردو لٹریچر کو دلگداز سے مدد ملی تو یقیناً آیندہ بدرجہا زیادہ ملے گی - کیونکہ ہم اب پہلے سے زیادہ ملکی خدمت پر آمادہ ہین - آیندہ سال کے مشکل کاروبار کا خیال کرکے کوئی پریشان ہوتا ہوگا - مگر ہم مطمئن اور خوش ہین کہ آیندہ بھی کامیابی اور جان فشانی کے ساتھ اپنی قوم کی خدمت کرین گے - جب اپنے دل کو مضبوط کرلیا اپنے حوصلون کو بڑھالیا تو آؤ اب مسرت اور دلی جوش سے ۱۸۸۹ء کا خیر مقدم ادا کرین -

اے ۱۸۸۹ء آ - اور خوشی سے آ - تو ہمارے لیے بہت سی اُمیدین لایا ہے - تو

ہمارے حوصلے بڑھاتا ہوا آیا ہے - تو ہمین تسلی دیتا ہوا آیا ہے - تو ہماری تکلیفین رفع کرنے کا وعدہ کرتا ہے - آ - کہ ہم تیرے مشتاق ہین - اسلیے کہ جب تو ہماری دلدہی کرتا ہے تو تیری سانولی راتون اور تیرے گورے دنون مین ہمارے لیے بہت سی خوشیان چھپی ہوئی ہونگی - تیری نورانی صبحون مین ہماری دلچسپیون کا بہت کچھ سامان راحت جمع ہوگا - تیری بہار کے موسم مین ہمارے جنون انگیز ولولے تجھسے بہت سی خواہشین کرینگے اور تو انکو پورا کرے گا - پیارے ۱۸۸۹ء خوشی اور مسرت کے ساتھ آ - اور ہماری آرزوئین پوری کر -

۱۸۸۹ء

آہ! آن قدح بشکست و آن ساقی نماند - سچ کہتے ہین "مرنا برحق ہے" دنیا ایک ایک ایسی رواروی مین جا رہی ہے کہ ہزار روکو - لاکھ زور لگاؤ اور دامن پکڑے رہو مگر جو جانے والا ہے وہ ایک جھٹکے مین دامن چھڑا کے چلا ہی جاتا ہے - کون رہا ہے؟ اور کون رہ جائیگا؟ روز ہی یہ سامان نظر آیا کرتا ہے کہ جسے جانا ہوا اُس نے نہ سکوت منہ پر لگائی اور اس طرح خموشی سے چلا گیا کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی - خیر یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ جو دنیا مین آیا ہے وہ ایک دن جائیگا بلکہ جانے ہی کے لیے آیا ہے - زیادہ غور کے قابل تو یہ امر ہے کہ زمانہ جو دنیا پر حکمرانی کرتا ہے جسکے چلانے سے یہ گورکھ دھندا چل رہا ہے اُسکو بھی قدرت کے اس عام قانون سے نجات نہین - دیکھیے ہی ۱۸۸۹ء پورے ایک سال ہمارے کاروبار کا کفیل رہا - ہماری زندگی مین اسکی کارفرمائیون سے کتنی بڑی برکت ہوئی پورے تین سو ساٹھ دن - تھوڑے ہوے؟ اسکے اس احسان کو ہم کیا معنی تمام زندہ دنیا مان رہی ہے - مگر اب کھٹکا لگا ہے کہ افسوس یہ چل چلاؤ مین ہے - اور اسکی واپسی کا وقت آگیا - جانتے ہین کہ ہم غفلت ہی مین پڑے رہینگے اور یہ چپکے سے چل دیگا - اس وقت بڑے بڑے بادشاہ - بڑے بڑے فلسفی - اور بڑے بڑے علما و فضلا پڑے ہین سب ہی کو اس سے چھوٹنے کا تھوڑا بہت ملال ہوگا - مگر بھلا کوئی روک تو لے - کسی کی مجال نہین - سب یون ہی دیکھتے رہ جائینگے کہ یہ حیرت زدہ ہونگے - اور جب دوبارہ ہوش مین آئینگے خیال کرینگے تو اسے نہ پائینگے -

دُنیا مین کون ہے جسے زندگی پیاری نہین؟ اور کون نہین چاہتا کہ اُسکی عمر مین ترقی ہو؟ سب ہی اسکے آرزومند ہین - اگرچہ سوا بعض خاص مقامون کے عام طور پر یہ شوق اور یہ آرزو ایک قسم کا جنون ہے - اگر بچے خوش ہوتے تو تعجب نہ تھا کیونکہ زندگی سے ابھی اُنھین نفع اُٹھانا ہے - جوان ایسی آرزو کرتے تو زیبا تھا کیونکہ وہ اپنی عمر کے بہترین حصے سے نفع اُٹھا رہے ہین اور بڑھاپے کے مصائب سے دوچار ہونے کی ہنوز نوبت نہین آئی - علما و فضلا یا کسی فن کے کامل بھی اگر اس ترقیِ عمر کے خواستگار ہوتے تو ایک بات تھی کیونکہ دُنیا اُنکی ذات سے کچھ نہ کچھ نفع اُٹھا رہی ہے - اور سب ایک طرف اُن حور وشون اور دلبرون کا آرزوے شباب اور حُسن کے نکھار کی تمنا مین ایک سال کی اور زیادتی چاہنا حق بجانب تھا اس لیے کہ وہ یہ سُن چکے ہین اور ڈرتے ہین کہ حُسن دو روزہ ہے اور شباب ناپائدار - بلکہ یون کہا جائے کہ خود اُنکی طرح بیوفا - اور یہ کس کا ایمان نہین کہ حُسن ہی دنیا مین ایک دلچسپی کی چیز ہے اور ان پریوشون ہی کی صورت دیکھ دیکھ کے حرمان نصیب یا دیدار کے ترسے ہوے اپنا غم غلط کرتے ہین آہ! ان دلدادون کا کیا ذکر ہبت ایسے ہونگے جو اُنکی پیاری صورتون سے تنہائی کے عالم مین دل بہلایا کرتے ہین - افسوس دنیا بے مروت ہے ورنہ اُسے تو ان دلفریب صورتون پر ناز کرنا چاہیے تھا - ان سب لوگون کے سوا اور کوئی اگر زندگی کی ترقی کا خواستگار ہو تو بیشک مجنون ہے - بوڑھے جو قبر مین پانون لٹکائے بیٹھے ہین کیے اپنی ایڑیان رگڑنے کے زمانے مین ایک سال اور بڑھوالین گے تو اُنھین کیا فائدہ ہوگا؟ مگر نہین - اُنکو بھی دیکھیے تو ترقی عمر کی خواہشون سے خالی نہین ہین - افسوس یہ ۱۹۰۹ء جاتا ہے اور ان سب آرزومندون کو بے آس کیے جاتا ہے - ہم گو اگرچہ خاص خاص لوگون ہی کی تمنا سے ہمدردی ہے مگر خیال کیجیے کہ کس کو افسوس نہین؟

مگر سب سے بڑھ کے اُن بیوقوفون کی لاپروائی ہے جنکا نمبر زیادتی عمر کی تمنا مین تو سب سے بڑھا ہوا ہے مگر اس موقعے پر نئے سال کی خوشی مین پھولے نہین سماتے کہ آج ہمین نیا برس شروع ہوا - اس مین کوئی شک نہین کہ جو سالگرہ کی تقریبون مین رقص جلسے کرتے ہین وہ گویا ایک زندہ شخص کو کفن کے لیجاتے ہین کہ موت کے سپرد کرین - انقضاے عمر کا قانون اپنی فطری منزل کی جانب لوگون کو اس دلچسپی اور بھلاوون کے ساتھ لیجاتا ہے

کہ بہت کم کسی کو اپنی زندگی کے نقصان کا خیال آتا ہے - جوانی کی راتیں اور مرادوں کے دن کسی کو کب اتنا موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنی تیز رو زندگی کی بیوفائیوں کا خیال بھی کرے ؟

آہ ! یہ زمانہ عجب بیوفا چیز ہے - یہ کسی کی نہیں سُنتا - وہ بیوفا اور وہ سنگدل جنکا وعدہ وفا ہونے کے لیے عاشق کو کئی شباب چاہییں وہ بھی کبھی نہ کبھی اپنی وضعداری کے خیال سے یا کسی پر ترس کھاکے سچوں نہیں تو جھوٹوں ہی سہی تھوڑا بہت وعدہ وفائی پر آمادہ ہو جاتے ہیں - وہ ظالم اور جابر بادشاہ جسکے ظلم سے کوئی شہر کوئی ملک نہیں ساری دُنیا میں غوغا مچ گیا ہو اُسکو بھی کبھی ترس آ ہی جاتا ہے - آہ ! نہیں آتا تو اس ظالم بیدرد کو جسے لوگ زمانہ کہتے ہیں -

سلف سے آج تک کتنوں نے اور کیسے کیسے دل دُکھے ہوئے لوگوں نے کن کن آرزوؤں اور تمناؤں سے دعا مانگی ہے کہ الٰہی آج کی شب جو کسی بیوفا وعدہ فراموش دلربا کے پہلو میں بسر ہو رہی ہے زیادہ نہیں تو تھوڑی ہی بڑھ جائے مگر آجتک افسوس کسی کی شب وصل میں ایک منٹ بھی تو اضافہ نہیں ہوا - بلکہ اُلٹے یہ ہوتا رہا کہ رات کہتے رات گذر گئی - یا اسکے عکس پر خیال کیجیے کہ شب ہجران کے تڑپنے والوں نے اُس طولانی شب غم کے مختصر ہونے کے لیے کیسی کیسی التجائیں کیں - دعائیں ہی مانگتے مانگتے اُن آفت زدوں کی زبانیں گھس گئیں مگر یہ نہ ہوا کہ اُن آفت کی گھڑیوں میں سے ایک گھڑی بھی کم ہو جاتی - زمانے سے کس کی اُمید بر آئی ہے جو ہمیں کچھ اُمید ہو ؟

آہ ! یہ ۱۸۹۹ء جو عالم کے کاروبار اور وفاتر عالم کی نظارت کے عہدے پر بھیجا گیا تھا - اس غریب نے کون بُرائی کی تھی جو اب اس سے بے خطا اور بے جُرم دنیا کا چارج لیا جاتا ہے - اور اسی پر کیا منحصر ہے اسکے تمام ساتھی جو اس سے پیشتر دنیا کا کاروبار انجام دے گئے ہیں وہ بیچارے بھی تو بیخطا اور بے قصور ہی بلا لیے گئے - جو بات ایک معمولی ہوتی ہے اور جس سے معمولاً سابقہ پڑتا رہتا ہے اسکا اثر دنیا میں بہت کم ہوتا ہے ورنہ خیال کرنے کی بات ہے کہ ایک شہر کا انتظام بدل جانے یا اُسکی حکومت کے تغیر سے دُنیا پر کتنا بڑا اثر پڑ جاتا ہے - اور ہر طرف کیسا شور و غل مچ جاتا ہے ؟ اور یہ سال پلٹنے کا انقلاب جو تمام دنیا کے دفاتر اور کاروبار بدلے دیتا ہے اسکا کسی کو

بھی خیال نہین اور سب ہاتھ پر ہاتھ رکھے خاموش بیٹھے ہین۔

کیا انکو یہ بھی خیال نہین آتا کہ دو روز کے بعد یہ اس لفظ سنہ ۸۹ء کو چھوڑینگے اور یہ زبان پر ایسا چڑھا ہوا ہوگا کہ بار بار یہی یاد آئے گا؟ جس طرح کسی نئے مرنیوالے دوست کا خیال ہر وقت دل مین موجود رہتا ہے اور اسکی تصویر ہر گھڑی نظر کے سامنے آجاتی ہے اُسی طرح یہ سنہ ۸۹ء کیا جاتے ہی بھول جائیگا؟ نہین - بھولتے بھولتے بھولے گا - اور بھلاتے بھلاتے بھولین گے - افسوس - اگرچہ سنہ ۸۹ء ہمین بڑی مشکلون سے بھولے گا مگر اب اسکا شمار اُنھین سنین مین ہوگا جنکا نام تاریخ کے صفحات کے سوا اور کہین نہین نظر آتا۔

سنہ ۸۹ء کیسا تھا؟ اب اس کا ذکر جانے بھی دو - ہم مسلمان ہین اور ہمارے مذہب مین حکم ہے کہ مرنے والے کا ذکر ہمیشہ خوبی ہی سے کرین - اُسکے افعال و اعمال کا معاملہ خدا کے ہاتھ مین ہے - ہمین تو جہان تک ہو سکے اُسکی خوبیون ہی کا ذکر کرنا چاہیے - اور سنہ ۸۹ء تو سچ مچ کوئی بُرا سال نہ تھا - ہم تو جانتے ہین کہ بہت کم کوئی ایسا ہوگا جسے اسکی شکایت ہو اور یون تو دنیا کا انتظام ہی یون جاری ہے کہ کوئی مرتا ہے کوئی جیتا ہے - کوئی تباہی مین پڑتا ہے اور کوئی دولتمند ہوتا ہے - دُنیا کے یہ ایسے نیچرل انقلابات ہین جن کا سلسلہ برابر آخر تک چلا جائیگا اس قسم کے واقعات پر خدا کی ناشکری تو نہ کرنا چاہیے مگر سچ پوچھیے تو کچھ کہنا بیکار ہے۔

زیادہ تر غور طلب یہ امر ہے کہ خاص ہمارا اور ہمارے دلگداز کا تعلق سنہ ۸۹ء سے کیسا تھا؟ لوگ کہتے ہونگے کہ یہ سنہ ۸۹ء کی طرفداری کیون کر رہے ہین - کیونکہ اس سال دلگداز کی اشاعت کا انتظام جیسا خراب رہا کبھی نہ تھا - اور لطف یہ کہ پریس اپنے گھر کا تھا - اور سب پر طرّہ یہ کہ پریس جب سے جاری ہوا خدا کے فضل سے آج تک اُس کا کام ایک دن کے لیے بھی نہین رُکا - واقعی اب اختتام سال پر ہم بھی جو اپنی اس بے انتظامی پر غور کرتے ہین تو تعجب ہوتا ہے - ہمارے بہت دوست ہم سے خفا بھی ہوگئے - جن کے سامنے بخیال "عذر گناہ بدتر از گناہ" ہم سے معذرت بھی نہین بن پڑتی - ہم نے پورے بارہ پرچے اپنے ناظرین کی نذر کر دیے مگر اس طرح جس طرح کوئی نادہند قرضدار روپیہ ادا کرتا ہے - اسکی وجہ سوا اسکے

کہ ہجوم کار اور ہماری مختلف بیماریون نے ہمین پریشان رکھا اور کچھ ہم بیان نہین کر سکتے۔ زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے دوست اب ہمارے کسی وعدے کو بھی بمشکل تسلیم کرین گے اس لیے کہ اس گذشتہ سال مین ہم نے بہت سے ایسے وعدے کیے جن مین سے ایک بھی نہین پورا ہوا۔ مگر بہت بڑی جرأت کرکے اس دفعہ پھر کہتے ہین اور غالباً سچ کہتے ہین کہ اب ہم نے ایسا انتظام کر لیا ہے کہ دلگداز انشاء اللہ آیندہ ماہ بماہ شایع ہو جائے گا۔ جسکا تجربہ دو ہی تین مہینے مین لوگون کو ہو جائیگا اور اُمید ہے کہ ہمارے دوستون کو اب کوئی شکایت کا موقع نہ ملے گا۔ مگر اس بات پر ہمین فخر ہے کہ باوجود ان بے انتظامیون کے لوگون کو دلگداز کا شوق ایسا ہی ہے جیسا کسی عمدہ انتظام کے ساتھ شایع ہونے والے پرچے کا ہوتا۔ بلکہ جو کسی عمدہ اہتمام سے شایع ہونے والے پرچے کو بھی نہین نصیب ہے۔ ہمین اسپر فخر ہے۔

رہا یہ کہ مضامین کے اعتبار سے دلگداز کیسا تھا؟ ناشکری نہ کرنا چاہیے اور اسکو ہمارے قدردانان دلگداز بھی تسلیم کرین گے کہ اس حیثیت سے دلگداز بُرا نہین رہا۔ اپنے قومی اور شخصی فرائض جس سرگرمی سے اور جس مؤثر لہجے مین دلگداز نے ادا کیے اُسپر ہمین دعویٰ ہے کہ اگر کوئی مقابلہ کرے تو دلگداز کو ہندوستان کے تمام رسالون اور اخبارون سے اول درجے پر پائے گا۔ جو مضامین دلگداز کے صفحون پر شایع ہوے وہ ایسے نہ تھے کہ اُن کا اثر آج تک دیکھنے والون کے دلون پر نہ باقی ہو۔ جن لوگون نے دلگداز کو دیکھا ہے وہ رقون محو رہے اور قومی مصائب پر جو آنسو اُنکی آنکھون مین بھر آئے تھے وہ بہت دنون تک خشک نہ ہوے ہون گے۔ اُن مضامین کی زیادہ تفصیل کرنا بیکار ہے کیونکہ اُنپر بہت کم کسی کو نکتہ چینی کا موقع ملا۔ اور انصاف کے دربار سے ہمین بغیر استدلال کیے عمدگی کی ڈگری مل چکی ہے۔ اور اگر ایسا نہ تھا تو باوجود اعانت کی بے انتظامیون کے ہمارے پاس خریداریون کی درخواستین بکثرت کیون چلی آتی ہین؟

دلگداز کے ساتھ اس سال جو ناول شروع کیا گیا تھا وہ بھی اب پورا ہو گیا۔ جسکا نام "شاہزادہ حسن اور انجلنا" ہے۔ ہمارے خیال مین جس طرح ناول "ملک العزیز اور ورجنا" کو عموماً لوگون نے پسند کیا تھا اُسی طرح اسکو بھی عام پبلک سے مقبولیت کی سند ملی۔ اس ناول کے ذریعے سے زیادہ اسی امر پر زور دینا مقصود تھا کہ شیعون

اور سُنیون کے باہمی تعلقات کا نمونہ دکھایا جائے اور اُنکی خرابیان ظاہر کرکے موقع دیدیا جائے کہ ہر شخص اس ناول کے ملاحظے کے بعد اپنے باہمی مذہبی تعلقات کو عمدہ اور شایستہ بنائے - اس امر مین ہم کو بیشک کامیابی ہوئی اور ہم نے بتادیا کہ ایک دوسرے کی عداوت سے کیسے خراب نتیجے پیدا ہوتے ہین - لیکن یہ کامیابی کس کام کی ؟ کامیابی تو ہم اُس روز خیال کرین جس روز ہمین معلوم ہو کہ ہمارے ہم مذہب سُنیون اور شیعون پر اس کا کچھ اثر بھی ہوا - ورنہ بے نتیجہ تحریر کو دنیا مین کون کہہ سکتا ہے کہ کسی کام کی ہے ؟

بہرحال اس سے ثانیاً کسی کو انکار نہ ہوگا کہ سوائے انتظامِ اشاعت کے کسی کو اور کسی بات کی شکایت کا موقع نہین مل سکتا - دلگداز دیر کو پہنچا مگر اُسکے مضامین اور اُسکی تحریرون کو پبلک نے اُسی ذوق سے ملاحظہ کیا جس ذوق سے کہ اُردو لٹریچر کے دوست ابتداءً دلگداز کو ملاحظہ فرماتے تھے - آیندہ سال انشاءاللہ انتظام نہایت عمدہ رہے گا اور ہمارے دوست وہ شکایت بھی نہ کرسکین گے جسکو سُن کے ہمین نادم ہوجانا پڑے - غالباً ہماری اس تحریر نے ہمارے دوستون اور کرم فرماؤن کو اطمینان دلادیا ہوگا - اب اُنکے مطمئن ہوجانے کے بعد ہمین مناسب ہے کہ اپنے سال بھر کے دوست ۱۸۹۰ء کو ہنسی خوشی رخصت کرین - اگرچہ دل بھر آتا ہے اور بیتابی کے کلمے بے اختیار زبان پر آنے لگتے ہین مگر اس غم کو ہم اپنے دوستون کے خوش کرنے پر ٹالتے ہین اور یہ امید ہمارا اور بھی غم غلط کر رہی ہے کہ آیندہ ہمارا پرچہ پابندی و استقلال سے اور خوش انتظامی کے ساتھ شایع ہوگا -

۱۸۹۰ء کا خیر مقدم

اے ۱۸۹۰ء آ - اور خوشی سے آ - اگرچہ تو ہمپر ایک نیا حاکم ہے - جیسا تو ناتجربہ کار ہے ویسے ہی ہم بھی تیرے مزاج اور تیرے اصول سے محض ناواقف ہین - اگلے دنون جب کوئی نیا حکمران تخت پر بیٹھتا تھا لوگ گھبرا اُٹھتے تھے کہ دیکھیے کیا ہوتا ہے ؟ مگر اب جب سے جمہوری سلطنت کے اصول جاری ہوئے اس قسم کے موقعون پر کوئی دہشت نہین پیدا ہوتی - دنیا کے بڑے بڑے انتظام بدل جاتے ہین

اور لوگون کو کانون کان خبر نہین ہوتی - پانچوین برس گورنر جنرل کا تبادلہ ہو جاتا ہے اور سارے ہندوستان کی قسمت ایک نئے شخص کے ہاتھ مین دی جاتی ہے مگر رعایا سے اس عظیم الشان تغیر کا کوئی اثر نہین ظاہر ہوتا - اگلے دستور کی طرح نہ بازار بند ہوتے ہین نہ شہرون کے پھاٹک بند کیے جاتے ہین - اور نہ ہر شخص اپنے دروازون مین قفل چڑھا دیتا ہے - جب ہمین اتنا بڑا اطمینان حاصل ہو گیا تو اب اسکا کیا غم ہو سکتا ہے کہ سال لپٹا اور ہماری قسمت ایک نئے شخص کے ہاتھ مین دی گئی؟ وہ زمانہ بہت دور نکل گیا جب آئے دن تلوار چلا کرتی تھی اور ہر مرتبہ شروع سال پر لوگ نئی نئی خونریزیون کے منتظر ہو جاتے تھے - اب تو ہم ایسی صلح پسند گورنمنٹ کے تابع فرمان ہین جو خدا نے چاہا تو حتی الامکان نہ کبھی خود کسی سے لڑیگی اور نہ ہمین لڑنے دیگی - جس اطمینان سے وہ خود بیٹھی ہے اُسی اطمینان سے اُس نے ہمین بھی بٹھلا دیا ہے - لہذا اسکا تو کبھی ہمارے دل مین ادنی خیال بھی نہین گذر سکتا کہ سنہ ۹۰ء مین ہم کسی قسم کی خون ریزی دیکھین گے - نہین ہم یون ہی جس طرح سنہ ۸۹ء مین اطمینان سے بیٹھے تھے سنہ ۹۰ء مین بھی بیٹھے رہین گے -

اے سنہ ۹۰ء ہمین تجھ سے کچھ خوف نہین - ہان اگر ڈر ہے تو صرف اس قدر کہ ہمارے لیے تو کوئی نیا ٹکس نہ لایا ہو - ہندوستان اب جس چیز سے ڈرتا ہے وہ ٹکس ہے جس کی آئے دن دوہائی مچی رہتی ہے - اے سنہ ۹۰ء کاش تو ہمین اس امر سے مطلع کر دیتا تو ہم بڑے ذوق و شوق سے تیرا استقبال کرتے - خصوص زیادہ تر اس خیال سے کہ تو ہماری قیصرۂ عالی نژاد کے پوتے شاہزادۂ وکٹر کو اپنے پہلے ہی مہینے مین ہمارے شہر مین لایا -

شروع سال پر انسان کے خیالات مین عموماً ایک تغیر ہو جایا کرتا ہے - گذشتہ اُمیدین اور آرزوئین جو اس سے پہلے سال دل مین چھپی رہی تھین اور جنکو وہ مرحوم سال پورا نہین کر سکا تھا اگرچہ اُس سال کے اختتام پر ایک صدمہ ہوا تھا کہ افسوس یہ تمنائین رہ گئین - اور بعض بعض کے مُنہ سے بے اختیار یہ بھی نکل گیا تھا "ایک بھی دن بہار کے یون ہی گذر گئے" - مگر اب ابتداے سال سنہ ۹۰ء مین وہ امیدین از سر نو زندہ ہوئی ہین اور آرزومندون نے اُنکو اس سال کی گود مین ڈال دیا ہے کہ دیکھیے

کیا سلوک کرتا ہے؟ بظاہر اسباب دل گواہی دیتا ہے کہ یہ سال ہماری کوئی آرزو باقی نہ رکھے گا۔ آئندہ غیب کا حال خدا ہی جانتا ہے۔

قومی دُنیا کس رنگ پر ہے؟ اسکو سب ہی جانتے ہین۔ آئے دن اخبارات مین یہی تذکرہ رہتا ہے کہ مسلمان لوگ سُست ہین۔ جفاکشی سے بھاگتے ہین۔ ترقی کرنا نہین جانتے اور ترقی کے متعلق اُنکو کسی بات کی آرزو نہین ہو سکتی۔ مگر ہم کو تو یہ طریقۂ نصیحت اچھا نہین معلوم ہوتا۔ سچ پوچھیے تو اس قسم کے مضامین نے اور ہمتین پست کر دین۔ اور اس مین بھی شک نہین کہ ریفارمران قوم جس رنگ پر لوگون کو لیجانا چاہتے ہین اکثر مسلمانون نے اُسی رنگ کو اختیار کر لیا ہے اور روز بروز اختیار کرتے جاتے ہین۔ عام طور پر قومی دنیا مین ایک حرکت نمودار ہو گئی۔ اب رہا یہ کہ انتہائی درجۂ ترقی پر پہونچے ہوے زیادہ مسلمان نظر آئین۔ یہ ہوتے ہوتے ہوگا۔ ہمکو اپنی قومی حیثیت سے اسی سنہ ۹۰ء مین دو امور ایسے ملے ہین جن پر ہم جہان تک خوشی کرین زیبا ہے۔

اول تو یہ کہ آنریبل ڈاکٹر امیر علی کلکتہ ہائیکورٹ کے جج ہوے اور کلکتہ ہائیکورٹ کی یہ پہلی کرسی ہے جسپر ایک مسلمان جنٹلمین کو اجلاس کرنے کی عزت حاصل ہوئی۔ دوسرے وہ کامیابی جو مسٹر محمود کو علیگڈھ کالج کے لائف سکرٹری ہونے مین حاصل ہوئی۔ یہ ایک ایسی بحث چھڑی تھی کہ جس نے مسلمانون مین ایک بڑا تفرقہ ڈالدیا تھا۔ اور افسوس بڑے بڑے لائق لوگون کو اس امر مین لغزش ہو گئی۔ ہم نے اس وقت تک اس بارے مین اپنی رائے ظاہر نہین کی تھی اور ہم دیکھ رہے تھے کہ ہمارے بعض سمجھدار دوستون نے بھی اس امر مین سید صاحب کا ساتھ چھوڑدیا۔ لیکن مصلحۃً ہم ساکت بیٹھے رہے۔ مگر آج سید صاحب کی کامیابی کے بعد بڑے زور و شور سے کہتے ہین کہ بہت خوب ہوا۔ اور وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا اور جو حق تھا۔

اس گفتگو کو اس مسئلے سے شروع ہونا چاہیے کہ کالج کے سکرٹری ہونے کے لیے کسی کو باعتبار علم ترجیح ہو سکتی ہے یا کسی اور اعتبار سے؟ میرے خیال مین صرف باعتبار علم ترجیح ہونی چاہیئے۔ اور شاید اس سے کوئی انکار بھی نہ کر سکے گا۔ اب اسکے بعد پوچھا جاتا ہے کہ مسٹر محمود علماً بڑھے ہین یا مولوی سمیع اللہ خان صاحب؟

ہندوستان کی پبلک تو مسٹر محمود ہی کو ترجیح دیگی۔ اور اگر مولوی سمیع اللہ خان صاحب کو دعوی ہو اور اپنے آپ کو مسٹر محمود سے علماً زیادہ خیال کرتے ہون تو یون اچھی طرح مقابلہ ہو سکتا ہے کہ دونون نوکری چھوڑ کے اُس گورنمنٹ مین ملازمت کی درخواست کرین جس نے تمام عہدے دینے مین کمپٹیشن (امتحانِ مقابلہ) کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہو۔ پھر دیکھین پہلے کس کو کامیابی ہوتی ہے؟ رہی دینداری کی شرط۔ اول تو مولوی سید احمد خان صاحب کے سکرٹری ہوتے وقت مولوی سمیع اللہ خان صاحب نے کیون دوسرے دیا؟ آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر سے زیادہ دینی التزام تو شاید کسی پر قائم کیے گئے ہونگے۔ اور تعجب یہ کہ مولوی سمیع اللہ خان صاحب نے خدا جانے کب توبہ کی ورنہ کل تک تو سر سید احمد کے مریدون مین انکا بھی شمار تھا

مسٹر محمود سے تو کالج کو یہ مدد مل سکتی ہے کہ خود لا لکچر دینگے جسکی وجہ سے ماہوار ایک بہت بڑی بچت ہوگی۔ سمیع اللہ خان صاحب بتائین کہ وہ کیا مدد دیتے؟ اگر یہی بناء دعوی ہے کہ اُنکے زمانے مین باورچی خانے کا انتظام اچھا تھا جسکے اکثر کالج کے لڑکے بھی معترف ہین تو گستاخی معاف اُنکو باورچی خانے کی داروغگی کی درخواست کرنا چاہیئے تھی۔

افسوس مولوی سمیع اللہ خان صاحب نے اس طمع مین قوم پر بہت بڑا ظلم کیا۔ اول تو قوم مین تفرقہ ڈالنے سے بڑا کوئی ظلم ہی نہین۔ دوسرے اُن لوگون سے بدلی جو کانگرس کی وجہ سے سید صاحب کے جانی دشمن ہین اور جو روز دھوکے دیکے کسی نہ کسی کو بیوقوف بنا کے اُسکی زبان سے سر سید کو گالیان کھلوا دیا کرتے ہین۔ اب کتنی بڑی ندامت مولوی سمیع اللہ خان صاحب کو اُٹھانا پڑی ہوگی؟ وہ لوگ اچھے رہین گے جو کانگرس کے بھندیت ہین اور سید صاحب کی شکایتون سے اپنے اخبارون کے کالمون کو ناپاک کیا کرتے ہین۔ مگر سمیع اللہ خان صاحب کو اتنی بڑی ندامت ہوگی جسکو اُن کا دل جانتا ہوگا۔

یہ سنہ ۹۰ء تمام قوم کے لئے خوشی لایا ہے۔ کُل مسلمان مسرور ہین اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہین۔ لیکن یہ سال اگر غم لایا ہے تو مولوی سمیع اللہ خان اور اُنکے چند طرفدارون کے لیئے۔ جو اپنے دل کی مُردہ اُمیدون پر بیٹھے

رو رہے ہین - اور فکر مین ہونگے کہ کس گمنامی کے گڑھے مین لیجا کے اُنکو دفن کر آئین؟ جس طرح ہر رمضان کے بعد عید ہوا کرتی ہے اُسی طرح اس بحث کے مختلف صدمون کے بعد تمام مسلمانون کے سامنے ۱۸۹۰ء ایک عید بنکے نمودار ہوا ہے - اور اس موقع پر ہمین نہایت افسوس معلوم ہوتا ہے جب ہم اُن لوگون کا خیال کرتے ہین جو کسی وجہ سے اپنے دلون کو خوش نہین کر سکتے -

یون تو کون نہین جانتا کہ ہر دن انسان کے لیے تازہ اُمیدین لیکے آیا کرتا ہے جو شام تک دلون مین رہتی ہین اور دوسری صبح سے پہلے یا تو پوری ہو جاتی ہین یا مایوسی کا صدمہ دیکے رخصت ہو جاتی ہین - اسی طرح بہت ایسی بھی آرزوئین ہوتی ہین جنکا پورا ہونا سال پر منحصر ہوتا ہے اور اختتام سال اُن آرزوؤن کے ساتھ اچھا یا بُرا سلوک کرتا ہے - بعض تمناؤن کا تعلق ایسے طولانی زمانہ سے ہے کہ عمرین گذر جاتی ہین اور پورے ہونے کی نوبت نہین آتی - بہرحال یہی ایک ایسا وقت ہے کہ دلون مین ابھی صدہا آرزوئین نئی نئی پیدا ہوئی ہین جن مین سے کچھ تو گذشتہ سال کی باقیات ہین اور کچھ بالکل نئی ہین - اے مبارک شہزادہ آخری زمانہ جب تو ہم سے رخصت ہوگا (گو یہ نہین معلوم کہ تو ہم سے رخصت ہوگا یا ہم ہی تجھ سے رخصت ہو جائینگے) اُسوقت ہمارے خیالات تیری نسبت چاہے جیسے ہون مگر اسوقت بہت اچھے ہین - جو تمنائین تو نے ہمارے دل مین پیدا کی ہین اور جنکے پورا کرنے کا بظاہر تو ہم سے وعدہ کرتا ہے وہ ہمارے دل مین ایک خوشی کا جوش پیدا کر رہی ہین اور واقعی یہ ہجوم آرزو تیری مدح سرائی مین ہمین بیخود بنائے دیتا ہے -

دلگداز کے متعلق ہمین جو کچھ کہنا تھا ۱۸۹۹ء کو رخصت کرتے وقت کہہ چکے - ہماری یہ بہت بڑی آرزو تھی کہ دلگداز کے لیے انتظام اشاعت اچھا ہو اور پرچہ ٹھیک وقت پر شائع ہو سکے - یہ آرزو اُن تمناؤن مین تھی جو ۱۸۹۹ء بھر دل مین رہین اور کسی طرح پوری نہ ہو سکین - اب اے ۱۹۰۰ء یہ آرزو ہم تجھ سے متعلق کرتے ہین - اور ابھی تک جیسے اسباب پیدا ہوئے ہین اور جن کی بنا پر مضبوطی کے ساتھ ہم نے وقت پر پرچہ نکال دینے کا اشتہار دیا اُن سب کے لحاظ سے تو ہمین

نہایت مبارک سال معلوم ہوتا ہے۔ اور امید ہی نہیں یقین ہے کہ ہم اپنے ارادے میں ضرور کامیاب ہونگے۔ سال کا یہ پہلا پرچہ ہے جو الحمدللہ کہ ٹھیک وقت کے قریب شائع ہوا ہے اور جنوری ہی کے مہینے میں معزز قدردانوں کے ہاتھ میں پہونچا ہے۔

ناول کے ذریعے سے اسوقت تک ہم نے اپنے دوستوں کو ہندوستان سے باہر کی سیر کرائی تھی سنہ ۸۱ء میں ارض مقدس شام کی زیارت کرائی گئی اور بنی اسرائیل کے وطن میں وہ سیدان دکھائے گئے جو صلاح الدین اور رچرڈ دی لائن ہارٹ (شیر دل) کی دلاور گاہ تھے۔ سنہ ۸۹ء بھر ہم اور ہمارے دوست کوہ قاف کے جنوبی دامن میں تھے اور اُس حسن خیز خطے کی سیر کر رہے تھے جہاں قدرت نے حسن کے نمونے دکھانے میں جی لگا کے اپنی صنعت صرف کی ہے اور اعلیٰ فیاضی سے کام لیا ہے۔ خصوص اُس زمانے میں جبکہ وہاں ترکوں اور روسیوں کی توپوں کی آوازیں گونج رہی تھیں اور تلواریں چمک رہی تھیں۔

اب سنہ ۹۰ء میں اپنے دوستوں کو کسی دور دراز سفر کی تکلیف نہ دینگے۔ ہندوستان کے مغربی سبزہ زاروں اور جنوبی میدان کی ہم سیر کرائینگے۔ یہ ناول بھی ہمارے احباب کو بہت پسند آئے گا۔ اور ہمیں اُمید ہے کہ دلچسپی کے اعتبار سے یہ ناول گذشتہ ناولوں سے اچھا رہے گا۔ ہمارے احباب میں سے جن لوگوں کے ذمے کچھ روپیہ باقی ہو وہ براہ عنایت نہایت عجلت سے کام لیں۔ نیا سال شروع ہوا ہے پچھلا حساب بیباق ہو کے اس سال کی قیمت آنی چاہیے۔ گذشتہ سال کی قیمت بہت سے دوستوں کے ذمے باقی ہے جنھوں نے شاید پرچے کی بے انتظامی کے خیال سے قیمت ارسال فرمانے میں تاخیر کی۔ ہم نے جس طرح اُنکی شکایتوں کو سر آنکھوں سے قبول کیا اُسی طرح اس سرد مہری پر بھی اُنکا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مگر چونکہ دلگداز کا انتظام درست ہو گیا اور پرچہ وقت پر شایع ہو کے بتا رہا ہے کہ آیندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ لہذا اُمید ہے کہ سب صاحب سنہ ۹۰ء کی قیمت بہت جلد ارسال فرما کے ہمیں اپنا شکرگزار و ممنون بنائیں گے۔

سنہ ۱۸۹۰ء کا اختتام

افسوس آج ہم اس سنہ کو رخصت کرتے ہیں۔ جاتا ہے۔ ہمیشہ کے لیے جاتا ہے

اور کبھی نہ آئے گا؟ آہ! وہ دلفریب وقت - وہ سہانی گھڑی - وہ بیتاب کرنے والی ساعت - جب آفتاب کی شعاعین اپنی نمود کا یقین دلانے لگتی ہین - جب خوشی کا جوش رہ رہ کے دلون مین اُبھرتا ہے - جب چڑیان از خود رفتہ ہو ہو کے چہک اُٹھتی ہین - جب غنچون کو بے گدگدائے ہنسی آنے لگتی ہے - جب ہر چیز پر ایک عالم نور کا جلوہ نمایان ہوتا ہے - اُسوقت اٹکھیلیون کی چال چلنے والی ہوا - وہ پچھلے کی ستانہ رو مسافر - وہ معشوقون کو زلفین اور آنچل اُلٹ اُلٹ کے جگانیوالی شوخ طبع - کون؟ نسیم سحر - نازکی چال چلتی ہوئی آتی ہے - نہیں اُسکے متواتر جھونکے آتے ہین اور مزہ دیکے نکل جاتے ہین - کوئی ان جھونکون کی رفتار پر غور کرے تو اُسے موجودہ انقلاب زمانہ کی تصویر نظر آجائے گی - ایک جھونکا آتا ہے اور اپنا لطف یاد دلاکے نکل جاتا ہے - اُسکے چلے جانے کے بعد ہم اُسکے لطف کو یاد کرتے ہین اور حیران ہوتے ہین کہ ہائے کس قدر جلد ہمارے قبضے سے نکل گیا - ہم اسی صدمے مین مبتلا ہوتے ہین کہ دوسرا جھونکا آتا ہے - ہم چونک کے اُسکے روکنے کی کوشش کرتے ہین - مگر ہنوز اُسکی پر لطف خنکی اچھی طرح محسوس بھی نہ ہونے پائی تھی کہ وہ بھی چل دیتا ہے - اُسکے نسیم سحر کے لطف کی یاد اور تازی ہو جاتی ہے - ناکامی کا صدمہ بڑھ جاتا ہے - اسکے ساتھ یہ امید ہوتی ہے کہ تیسرا جھونکا جو آئے گا اُسکو ضرور ٹھہرا لین گے - ناگہان تیسرا جھونکا آتا ہے ایک مزیدار ٹھوکا دے کے ہمین چونکاتا ہے - ہم یک بیک ایک پُر اضطراب حالت کے ساتھ دونون ہاتھ بڑھا دیتے ہین کہ اُس جھونکے کو زبردستی پکڑ لین - مگر ہمین کچھ بھی کامیابی نہین ہوتی - بلکہ اُلٹے اپنی مجنونانہ حرکت پر خفت ہوتی ہے -

اسی طرح زمانے کے وسیع اور ممتد اجزا یعنی سنین کو ہم ہی نہین - ہماری طرح ہزارہا انسان چاہتے ہین کہ جس طرح ہو سکے روک لین - مگر ایک کے بنائے کچھ نہین بنتی - اور یہ آندھی کے جھونکون کی طرح سب کی آنکھون مین خاک جھونک کے نکلے چلے جاتے ہین - آسمان بوڑھا ہو گیا - دُنیا کو لوگ بڑھیا کہنے لگے - سب نے کوششین کین - لیکن سب سوا اسکے کہ اپنی کوششون مین تھک تھک کے ناکام ہوئے اور کوئی نتیجہ نہین ہوا - واقعی برس کے روکنے کی کوشش کرنا ایسا ہی ہے

جیسے کوئی ہوا کو مٹھی مین تھامنا چاہے۔

اس بے سود کوشش مین بہت لوگ پڑے اور کسی سے کچھ نہ ہو سکا - ہر سال صدہا عمارتین بنتی ہین - صدہا تاریخی واقعات ہوتے ہین - صدہا یادگارین قائم کیجاتی ہین - ہزارون سالگرہین ہوتی ہین - اور لاکھون ایسی تقریبین اور کارروائیان ہوتی ہین جن مین سے ہر ایک کا مدار صرف سال کی یادداشت اور اُسکا تذکرہ عالم مین باقی رکھنے پر ہوتا ہے - لیکن بہت ہی جلد بلکہ یون کہنا چاہیے کہ آناً فاناً ایک زمانہ ایسا آجاتا ہے کہ وہ سال غائب ہوجاتا ہے اور وہ یادگارین کسی یتیم نصیب بیوہ کی طرح محض یادگار پاستان بنکے رہ جاتی ہین - اُن عمارتون مین اُلو بیٹھ کے اپنی حسرت بھری داستان سناتا ہے - وہ تاریخی واقعات دھیان سے اُتر جاتے ہین - سالگرہین خواب فراموش ہوجاتی ہین اور دوسرے برس کی خوشامد کے لیے نئے جشنِ سالگرہ کا انتظام ہونے لگتا ہے - الغرض دوسرا سال پہلے سال کی تمام یادگارون کو بالکل بے کار و بے نتیجہ ثابت کردیتا ہے - یہ نہین ممکن کہ وہ یادگارین کسی برس کا دامن مضبوطی سے پکڑکے روک لین -

اس سے زیادہ واضح مثال پری وشون کی رفتار عمر سے مستنبط ہو سکتی ہے وہی شباب - وہی جوش جوانی - وہی اُمنگون کا زمانہ - وہی کامیابی اور خوشحالی کے دن جنکے انتظار مین اُنھین اپنی ابتدائی زندگی کی گھڑیان گنتے گذرتی ہین - وہی جب آتے ہین تو کیسی تیز رفتاری سے آتے ہین کہ حسین اپنی ناز فروشی کی ساری شوخیان اُسی کے روکنے مین صرف کردیتے ہین اور وہ کسی طرح نہین رُکتے - ایک ہوا کا جھونکا تھا کہ آیا اور نکل گیا - آہ! زندگی بھر اُسکی لذتین یاد رہتی ہین اور وہ نہین رہتا -

بس اسی طرح خیال کرلیجیے کہ زمانہ گذرتا ہے اور اُس کی تیز رفتار جو نہایت سہولت سے اُسکو بھگائے لیے جاتی ہے - لوگون کو غفلت مین ڈال کے اور ہوشیار و زمانہ شناس لوگون کی آنکھون پر بے توجہی کا جادو ڈال کے ہر سال کو نکال لیجاتا ہے افسوس ۱۸۹۰ء بھی اُسی طرح ہمارے ہاتھ سے جائے گا - بلکہ جاتا ہے جس طرح پارسال ۱۸۸۹ء گیا تھا - ہماری حسرتین بھی اصل مین ہمین دھوکا ہی دیتی ہین

[illegible]

[illegible] - گذشتہ سال کی یاد اور اُسکے دور کی دلچسپیان یاد کر کرکے ہم
[illegible] ہین اور انھین افکار مین محو رہتے ہین کہ موجودہ سال ہم سے
[illegible] جب وقت آجاتا ہے اگرچہ ملکی اور جاتا بوجھا وقت ہے لیکن کسی
سے کچھ نہین ہو سکتا - افسوس رفتار زمانہ ہی نے ہمین ان خرابیون مین مبتلا کیا -
اور یہ زمانہ گو کہ ہمارے ساتھ بہت کچھ بھلائیان بھی کر جاتا ہے - لیکن اصل یہ ہے
کہ یہ بڑی بیوفا چیز ہے - اس نے سلف سے آج تک کسی کے ساتھ وفا نہین کی
لہذا ہمین بھی امید رکھنا فضول ہے -

سردست ہمین اسکے رخصت ہونے سے پہلے یہ بتا دینا چاہیے کہ اس سال دلگداز
کیسا رہا ؟ اور اُسکے اور پبلک کے تعلقات کس قسم کے رہے ؟ دلگداز کو ہمین دو حیثیتون
سے دکھانا چاہیے - ایک تو یہ کہ اسکے مضامین کس قسم کے رہے - دوسرے یہ کہ اسکے
انتظام کی کیا حالت رہی ؟ باعتبار مضامین دلگداز چاہے کسی کے خیال مین کیسا ہو
مگر ہمارے نزدیک بُرا نہین رہا - اس سال ہم نے تاریخی مضامین کی جانب زیادہ
توجہ رکھی - پہلے اور دوسرے پرچون مین تو البتہ کچھ اخلاقی مضامین تھے - تیسرے
پرچے مین ہم نے جو مضمون "آٹھوین صدی ہجری کا ایک مسافر" کی سرخی سے دیا
اُسکے ذریعے سے ہم نے قدیم زمانۂ اسلام کے ایک اُلوالعزم مسافر کے سفرنامے کا
تذکرہ کیا - اور پھر بعد کے مضمون مین اُسکے سفرنامے سے لیکے شہر دمشق کی وہ رونق جو
اسلامی عہد وسطیٰ مین تھی دکھائی تھی - چھٹے نمبر مین ناظرین نے "فتح طرابلس" کی سرخی
سے ایک نہایت دلچسپ مضمون پڑھا ہوگا - جس مین اسلامی وقعت کے اظہار کے ساتھ
ایک عاشقانہ سچا واقعہ بھی دکھایا گیا تھا - "گذشتہ مسلمان عورتین" کی سرخی سے جو
مضمون آٹھوین نمبر مین تھا اُسکی حسرتناک داستان آج تک بہتون کے دل مین
چٹکیان لے رہی ہوگی - سب سے زیادہ نئی بات یہ ہے کہ ہمارے اکثر معزز ہندو
دوستون کو شکایت تھی کہ اُنکے واقعات دلگداز کے صفحون پر نہین نظر آتے - ادھر
پچھلے پرچون مین رامائن کے جو سین دکھائے گئے ہین اُنھون نے بھی اکثر کو بیتاب
کر دیا ہوگا - ہم ہمیشہ ڈرتے رہتے ہین کہ جس مذہب کے حالات سے واقفیت نہ ہو
اُس مین دخل دینا اکثر موجب ندامت ہوا کرتا ہے - ہمارا خیال ابھی تک یہی ہے

ان مضامین کے ذریعے سے ہمین ہندوستانی مین سرخروئی حاصل ہوگی - خیالی مضامین مین سے "شمع سحر" اور "برسات" کے مضمون اکثر حضرات نے بہت پسند فرمائے جن کے ہاتھون ہمین خوشنودی کے سرٹفکیٹ مل چکے ہین -

باقی رہا ناول - یہ ناول ایک ٹریجڈی (حسرتناک) واقعے پر تمام ہوگیا ہے ہمارے دوست خوشی کی بہت داستانین سُن چکے تھے اب مناسب معلوم ہوا کہ ایک حسرتناک داستان بھی اُنھین سنا دی جائے - محمود غزنوی کا کیرکٹر اور نیز ہندوؤن کا کیرکٹر جن جن لوگون نے اُس عہد کی تاریخین زیادہ غور سے پڑھی ہین وہ سمجھ جائینگے کہ کتنا پورا ہے - ہندوؤن کی بہادری اور نیز اُنکی جانبازی کا ثبوت بھی اس ناول کے ذریعے سے لوگون کو اچھی طرح ملجائیگا - سلطان محمود کو موجودہ مورخین نے عبارت آرائیان کرکے بالکل ایک لوٹیرا اور ڈاکو ثابت کردیا ہے - کوئی شک نہین کہ محمود کی حالت ہندوستان مین اس صفت سے متصف سمجھی جا سکتی تھی - لیکن اُسکی اصلی شان اور حالت اور نیز اُسکے خیالات صاف بتا رہے ہین کہ وہ ایک بہت بڑا فاتح تھا - شاید اگر وہ یہان کی سلطنت چھین کے تخت نشین ہوجاتا اور ہندوؤن کو بالکل تباہ کردیتا تو اُسکی نسبت یہ لفظ کہنے کا کسی کو موقع نہ ملتا - وہ ڈاکو اسلیے ہوا کہ اُس نے ہندوؤن کو زیادہ تباہ نہین کیا اور رحم کیا -

آیندہ سال ناول کیسا ہوگا؟ اس کا حال ہم جنوری ۱۸۹۱ء کے دلگداز مین بتائینگے

اب صرف ہمین اپنے دوستون کو یہ بتانا چاہیئے کہ دلگداز کا انتظام کیسا رہا؟ ابتدائے سال سے نو مہینے تک پرچہ ماہ بماہ نکلتا رہا - صرف پچھلے تین مہینون کے پرچے ہٹ ہٹ کے اور دسمبر کی آخری تاریخون مین شایع ہوے - یہی بد انتظامی ہے جسکا الزام ہمین اپنے سر سے اُٹھانا ہے - ہمارے بعض مہربانون کو تو ایسی گھبراہٹ ہوئی کہ اُنھون نے اخبارون کے ذریعے سے بھی چٹھیان لین - اس بے انتظامی کا الزام اگرچہ صحیح ہے لیکن ہمارے دوستون کو اتنا خیال کرلینا چاہیے کہ دلگداز اخبار نہین ہے کہ اُسکے نہ پہونچنے سے خبرون کا سلسلہ موقوف ہوجائے - یا دیر مین شایع ہونے سے خبرین پُرانی ہوجائین - وہ ایسے مضامین اور ایسے خیالات پیش کرتا ہے جو ہر وقت نئے اور ہر حالت مین اپنا لطف دکھا سکتے ہین - اگر کسی مرتبہ دیر ہوجائے تو وہ معذور

رکھنے کے قابل ہے - دلگداز ایک ماہوار پرچہ ہے - سال کے بارہ پرچے آج تک اُس نے ہمیشہ پبلک کے سامنے خود وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن سال کے اندر ہی پیش کر دیے - اسی طرح وہ ہمیشہ ذمہ دار رہے اور سچا وعدہ کرتا ہے کہ بارہ پرچے ہمیشہ سال کے اندر پیش کرے گا - وہ پبلک کا قرضدار نہ رہے گا - لیکن جہاں تک پبلک قدردان ہے وہ اتنی مہربانی اور بھی کرے کہ ایسی جزئی بے انتظامیوں کی حالت میں وہ معاف رکھا جائے -

ہم اب اس مضمون کو تمام کرتے ہیں - اور آیندہ کے لیے اپنے موجودہ خیالات کی بنا پر وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ دلگداز ماہوار نکلے گا - اور ہم پبلک کے خوش رکھنے میں کامیاب ثابت ہونگے -

گزشتہ ایک سال کے متعلق دلگداز کی واقعات بیان کر کے اب ہم ۱۸۹۰ء کو رخصت کرتے ہیں اور نئے آنیوالے مہمان ۱۸۹۱ء کے خیر مقدم کا سامان کرتے ہیں -

۱۸۹۱ء

یہ سدی جو ہندوستان کے لیے بالکل ایک نئے دور کی پیدا کرنیوالی اور ہندوستان کو نئے رنگ میں رنگنے والی تھی اُسکو اب پورے دس برس باقی رہ گئے - یوں تو انسان کو زمانہ ایک سبکسیل چیز معلوم ہوتا ہے - مگر اصل میں دیکھیے تو کچھ نہیں یہ گذرتے بالکل دیر نہیں لگتی - ایک بچہ جو ابھی دودھ پیتا یا گھٹنوں چلتا ہو اُسے تو کس بات کا ہوش ہے - لیکن اُسکے بزرگ جن کی تعلیم و تربیت میں وہ زندگی کے ابتدائی ایام گذران رہا ہے جب وہ اُسکی عمر کے آخری حصے کو اپنی خیال کی آنکھوں کے سامنے لاتے ہیں تو اُنھیں ایسے عجیب و غریب اور اتنے بڑے عظیم الشان تغیرات نظر آتے ہیں جنکے لیے بہت بڑی مدت مدید درکار ہے - وہ خیال کرتے ہیں کہ اُسوقت ہم میں سے کوئی نہ ہوگا - ہم ہی نہیں اس عہد کے اکثر نوجوان اور تمام سن رسیدہ لوگوں کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ہوگا - ملک کی پولٹیکل حالت میں بھی بہت سے تغیرات ہوگئے ہونگے اُس دور کے انسانی اخلاق کو اس عہد کے اخلاق سے کوئی نسبت نہ ہوگی - محاورات میں بھی فرق پیدا ہوگیا ہوگا - ہماری باتیں لوگ قصے اور کہانی کی طرح پڑھا کرتے ہونگے

اور ہمارا ذکر بھی بار بار آتے آتے زندہ دلوں کی صحبتوں میں بے مزہ خیال کیا جانے لگا ہوگا
اس بچے کا بڑھاپا ہوگا - جس طرح ہم آج تجربہ کاری کی باتیں کرتے ہیں اُسی طرح
اُسوقت یہ بڈھا پختہ مغزی کے غرور سے سلے دیتا ہوگا - جس طرح آج یہ بے زبان
بچوں کی حیثیت سے ہمارے سامنے ہے اُسی طرح اُن دنوں اسکے سامنے بہت سے
ایسے ہوں گے جن کو یہ پیار کی نظر سے دیکھ رہا ہوگا - یہ صرف ایک عمر کا حال تھا
جسکی انتہا اُسکے ابتدائی حصے سے کھڑے ہو کر دیکھی گئی - لیکن ایک صدی جو انسان
کی عام عمر دن سے زیادہ ہوتی ہے - اگر اسکی ابتدا سے انتہا دیکھی جائے تو اتنا بُعد اور
اتنی تاریکی نظر آئے گی کہ کوئی چیز نہ دکھائی دیتی ہوگی - اس موقع پر اس بچے کی
طرح کوئی ایسی چیز بھی نہ ہوگی جس کی نسبت یہ ظن غالب قائم کیا جائے کہ اُس
وقت موجود ہوگی -

ابتدا سے انتہا کو دیکھنا بہ نسبت اسکے کہ انتہا سے ابتدا دیکھی جائے زیادہ
دشوار ہے - اسلئے کہ انتہا میں ابتدا کی باتیں گذری ہوئی ہوتی ہیں جنکے دیکھنے والوں یا اُنکے
بیان کرنے والوں یا نہیں تو تاریخوں ہی کے ذریعے سے اُن کا علم یقینی حاصل ہو
جاتا ہے - مگر ابتدا سے انتہا کی طرف نظر دوڑانا ایسا امر ہے جسکی عمارت صرف
قیاس کی زمین پر قائم کی جاتی ہے یا یوں کہا جائے کہ نقش بر آب ہوتی ہے - تم دیکھو
کہ یہی صدی جو اب تم سے رخصت ہونیوالی ہے اسکی ابتدا کا زمانہ تمہیں کیسی تاریکی
میں نظر آتا ہے - گو یہ تہذیب کا دور ہے اور ہر ادنیٰ ادنیٰ بات بھی مورخین کے قلم
سے بچ کے نہیں رہ جاتی مگر پھر بھی جب تم اُدھر اپنے خیال کی آنکھوں کو پھیرتے ہو
تو ایسا پیچیدہ منظر نظر آتا ہے کہ تمہارا خیال اکثر جگہ تھک تھک کے رہ جاتا ہے -
گویا تم ایک لق و دق صحرا میں کھڑے ہو اور اُس دور کے منظر کو دیکھ رہے ہو جسکے
چہرے پر بخارات کے دھندلکے کا نقاب پڑا ہوا ہے - جہاں سب چیزیں آپس میں
ملی ہوئی نظر آ رہی ہیں اور جہاں عظیم الشان درخت بھی اس قدر پیوست ہو کے
مشتبہ ہو گئے ہیں کہ تم ایک کو دوسرے سے تمیز نہیں کر سکتے - پھر جب گذشتہ کا یہ
حال ہے تو آیندہ کی طرف سے تو بالکل نا اُمیدی ہے - خیال بھی نہ کرنا چاہیے کہ اُدھر
کی کوئی چیز صحیح طور پر معلوم ہو جائے گی -

اتنی بڑی وسیع مدت - ایسا مسلسل اور طولانی عہد - باوجود ان دوریون کے دیکھو زمانہ کس سہولت سے طے ہو جاتا ہے - دنیا اپنی اطمینانی حالت سے دکھا رہی ہے کہ گویا یہ بالکل حرکت ہی نہین کرتی جیسی ہمیشہ تھی ویسی ہی آج بھی ہے - لیکن افسوس! ہزار افسوس!! صد ہزار افسوس!!! کہ زمانے نے اُسے غفلت کی نیند مین سُلائے رکھا - یا خود فراموشی کے کھیل مین لگا دیا اور خود ایک پوری صدی کو اُسکے ہاتھ سے نکالے لیے جاتا ہے - بلکہ یون کہنا چاہیے کہ نکال لے گیا - نوے برسون کو جانے کیا دیر لگی جو ان دس برسون کو لگے گی -

اگر ہم اس صدی کو رخصت کرنے کے لیے غور و تامل کے ساتھ آیندہ کے واسطے کچھ نتائج نکالنا چاہین تو ہمین چاہیے کہ ہر سال کے رخصت ہوتے وقت گذشتہ اوقات زندگی کے اکارت جانے پر افسوس کرنے کے عادی بنین - سنہ ۹۰ء جو اس صدی کی نوین دہائی کا پورا کرنیوالا تھا تمام ہو گیا - نو دہائیون کو بیکار تلف کرکے دسوین دہائی پر ہاتھ بڑھایا - صدی کا صرف دسوان حصہ باقی ہے جو ایک غفلت کے جھونکے کی طرح بہت جلد ہاتھ سے نکل جائے گا - انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے کہ عمر کے آخری ایام مین گذشتہ زمانے پر افسوس کرتا ہے اور موجودہ ایام کی زیادہ قدر کرتا ہے - اگر اس اصول پر چلو تب بھی تمھارا فرض ہے کہ جس طرح بنے ان دس باقی برسون کو اُسی قدردانی سے بسر کرو جس قدردانی سے ایک لب گور بڈھا اپنی زندگی کی پچھلی گھڑیون کی چاہے کچھ نہ کر سکے مگر زیادہ قدر و عزت کرکے صرف کرتا ہے -

اب یہ وقت گذشتہ غفلتون پر پچھتانے کا نہین ہے - اب زمانہ اس امر کا ہے کہ جہان تک ہو سکے ہم ان قیمتی گھڑیون کو جو گذر رہی ہین اُسی طرح بسر کرین اور اُسی طرح صرف کرین جس طرح کوئی بخیل اپنے روپے کو صرف کرتا ہے -

خیر جو کچھ ہونا ہے اُس کا پروگرام سال کے اختتام پر لوگ پیش ہی کر دین گے ہم کوئی منجم اور غیب کی خبرین بتانے والے نہین ہین کہ اس موقع پر آیندہ کی نسبت پیشین گوئیان کرین - صرف ہمارا کام اس قدر متنبہ کر دینے کا تھا کہ ہمارے احباب اس نئے سال کو نہایت قیمتی خیال کرکے ضروری اور مفروض کامون مین صرف

کرنے کے سوا بیکار۔ قابل ذکر ہیں۔ ایسا نہ ہو جس طرح ۹۰ء کے اختتام پر انھیں عمر کے گذرنے پر حسرت و اندوہ میں مبتلا ہونا پڑا ۹۱ء کے اختتام پر یہی حالت ہو

اب ہم خاص اپنے کاموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ دلگداز کی نسبت مختصر اسی قدر ہے کہ جیسا ۹۰ء میں رہا ویسا ہی ۹۱ء میں رہے گا۔ اپنے اصول میں چاہے ترقی کرے مگر وہ ترقی محدود ہوگی۔ اور پالیسی و اصول وہی رہیں گے جو پہلے سے چلے آتے ہیں۔

باقی رہا ناول "منصور موہنا" ۹۰ء کے ساتھ تمام ہوگیا۔ اور افسوس کی بات ہے کہ ناظرین کے دلوں پر ایک سخت چوٹ لگا کے تمام ہوا۔ جسکی حسرت انھیں بہت دنوں تک یاد رہے گی۔ صرف قدیم مذاق کے پسند کرنے والوں میں بعض احباب اسپر بہت خفا ہوئے۔ لیکن جن شریف مسلمانوں کے دل میں شرافت و انسانیت کا جوش ہے اور جن معزز ہندوؤں کی رگوں میں اگلی محبت کا خالص اور پاک و صاف خون ہے وہ یہی کہتے ہونگے کہ "خوب ہوا جو یہ واقعہ یوں ہی تمام ہوگیا" اگرچہ ہماری قدیم مثنویاں اکثر کامیڈی (خوشی و کامیابی) ہی کے نتیجے پر تمام کی گئی ہیں لیکن سچی داستانوں کا اکثر یہی نتیجہ ہوا ہے جو مرحوم منصور اور حسرت نصیب عقدا و موہنا کا ہوا۔ علاوہ بریں مختلف ممالک کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرنیوالے سمجھ سکتے ہیں کہ اس قسم کے عشق کے نتائج ہندوستان میں یہی ہونا چاہیے تھے جو ناول ۹۰ء میں ظاہر ہوئے ایسے موقعوں پر کامیاب ہونا زیادہ تر یورپ کا حصہ ہے۔ اور پھر ہے تو کسی قدر عرب و عجم و مصر وغیرہ کا۔ ہندوستان کی آب و ہوا اسکے لیے بالکل ناموافق ہے۔

۹۱ء کے ناول کے بارے میں اکثر احباب نے ہمیں اپنی رائوں سے مطلع کیا بعض حضرات کی رائے ہے کہ پھر سرزمین شام و عرب میں سین قائم کیا جائے۔ بعض یورپ میں جانے کے شائق ہیں۔ مگر ہمیں تو اپنا ملک ہی زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ قدیم زمانہ کے ایک شخص نے اپنی سوانح عمری کے حالات خود اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں۔ جنکا ایک قلمی مسودہ ہمارے پاس ہے۔ یہ صاحب تیمور کے آنے کے وقت سرزمین ہند میں تھے۔ انھوں نے اسوقت کے تغیرات کا حال نہایت دلچسپی سے لکھا ہے۔ انکی سوانح عمری میں کچھ ایسی دلچسپیاں ہیں کہ ہمیں تو ناول سے زیادہ لطف اس میں آتا ہے۔ خصوصاً جبکہ

دلچسپ بنانے کے موجودہ رنگ میں لکھی جائے۔ انگریزی میں اکثر ایسے ناول موجود ہیں جو اسی پیرائے میں رکھے گئے ہیں اور مہذب و جوہر شناس سوسائٹیوں میں نہایت مقبول ہوئے۔ مسٹر چارلس ڈکنس کا مشہور ناول "ڈیوڈ کاپرفیلڈ" اسی رنگ پر لکھا گیا ہے۔ جسکی نسبت وہ خود زمانہ ناولسٹ لکھتا ہے کہ "جس طرح ایک باپ کو اپنے بہت سے بیٹوں میں سے صرف ایک بیٹا نہایت ہی لاڈلا اور پیارا ہوتا ہے اُسی طرح مجھے اپنے تمام ناولوں میں یہ ناول زیادہ پیارا ہے"

اسی بنا پر اس دفعہ یہی قصد کر لیا گیا کہ وہی سوانح عمری دلچسپی کے ساتھ ناول کی صورت میں سال بھر شایع ہوتی رہے۔ قدر افزایان دلگداز جن کے عام مذاق اور عام طبائع کے اندازہ کرنے کا مجھے بہت کچھ موقع مل چکا ہے یقیناً اسکو بہت پسند کرینگے اور میرا خیال ہے کہ یہ سوانح عمری اُنھیں گذشتہ ناولوں سے زیادہ دلچسپ معلوم ہوگی۔

قدر ہر نعمت بہ مقدار دل

کئی برس ہوئے کہ یہی جملہ ہمارے دوستوں نے دلگداز کے کسی صفحے پر دیکھا تھا۔ اس پیچھے کا مقصود اُس وقت تو صرف خیالی جستجو اور تفتیش کے ذریعے سے موثر و پُر درد واقعات کے نمونے دکھلا کے بتایا گیا تھا۔ لیکن ایک فلسفی کی نظر میں غالباً اس مضمون کی چنداں قدر نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ واقعات پر نظر رکھنے والے فرضی باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ لیکن اب ہم ایک ایسے موقعے پر اس مضمون کو پیش کرتے ہیں جبکہ ہمیں صرف واقعات ہی سے بحث کرنا ہے اور کسی فرضی معاملے سے کام لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

"دلگداز" جسکو پبلک نے مدت تک بڑی عزت کی نظر سے دیکھا اور جسنے اپنے ہمکلام بھر اُردو لٹریچر پر بہت کچھ احسانات کیے۔ اور جسکا یہ دعوے کسی حد تک قابل تسلیم خیال کیا جانے لگا تھا کہ اُس نے اُردو زبان میں ایک نئی روح پھونکی۔ اور جو اپنی ذکورہ یادگار زمانہ کارنامہ دلگدازیوں کی بنا پر ہم کو اور نیز ہماری قوم کو بہت پیارا تھا۔ افسوس کہ زمانے کی سرد مہریوں اور قومی بے پروائیوں نے کچھ ایسا ستایا کہ مجبوراً اُسے گمنامی کے پردے میں چھپنا ہی پڑی۔ گو اسکی شکایت نہیں کہ پبلک نے دلگداز کو

کسی اعتبار یا کسی حیثیت سے ناپسند کیا تھا - لیکن ہان اُسکی عدم موجودگی اور غیبت کے زمانے مین شائقون کی طرف سے جو بیقراری ظاہر ہوئی اُسنے ثابت کردیا کہ دلگداز کیسا پرچہ تھا - یہ گذشتہ ڈیڑھ سال کی مدت جس مین قوم کی پُرشوق آنکھین دلگداز کے دیکھنے کو ترس رہی تھین اور جبکہ اکثر ہاتھ صرف اُسکے پانے کی ہوس مین پھیلے رہتے تھے - اُس مین دلگداز تو گمنامی کے غار مین پڑا سو رہا تھا مگر لوگ اُسکے سحر نما مضامین - اور اُسکے موثر فقرون - اُسکے جادو بھرے الفاظ - اور اُسکے پُردرد نغمون کو حیرت و استعجاب سے یاد کرکے افسوس کر رہے تھے - اور زمانہ پکار پکار کے کہہ رہا تھا کہ "اِنَّ اَصحابَ الکہفِ والرقیم کانوا من آیاتنا عجبًا" - ہم بھی گو اپنی مصیبتون مین مبتلا تھے مگر اسکا بھی اندازہ کرتے جاتے تھے کہ

"عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ"

ممکن ہے کہ زمانہ اور احباب کی گذشتہ ناہریون اور پھر بعد کی ندامتون کا خیال کرکے ہم کہہ دین کہ

کی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ ہائے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

لیکن نہین - اتنے دنون کی گردشِ زمانہ نے ہمین قومی مذلتون کے ایسے عام اور غیر مستثنیٰ نمونے دکھا دیے ہین کہ اُنکے بعد حرفِ شکایت زبان پر لانے کی ہم سے جرأت نہین ہو سکتی - ہم نے ایسے ایسے گران پایہ قومی ناموروں کو ایسے ایسے قومی جرائم کا مرتکب پایا ہے کہ ہماری قوم نے جو کچھ ہمارے ساتھ کیا وہ بہت ہی کم - بہت ہی تھوڑا اور بالکل معمولی ہے - ہم اپنی قوم کا شکریہ ادا کرتے ہین کہ اُس نے ہمیشہ ہمین ذکرِ خیر سے تو یاد کیا -

الغرض اشاعت دلگداز مین جو کچھ کوتاہی ہوئی اُسکا الزام ہم اپنے سر لیتے ہین - اور قوم سے معافی چاہنے کے بعد پھر پبلک کے اُس اسٹیج پر آتے ہین جسپر سے افسوس کہ بغیر کسی کو اپنا جانشین چھوڑے ہم رخصت ہوگئے تھے -

ہم نے جسوقت پبلک اسٹیج کو چھوڑا ہے اُسوقت ہم صرف دلگداز ہی کو نہین شایع کر رہے تھے بلکہ دلگداز کے دفتر سے "مہذب" نام ایک ہفتہ وار اخبار بھی جاری تھا - جسکے رنگ عبارت - جسکے مضامین - اور جسکے ذریعے سے شایع ہونیوالی مرحوم و

مقتدر علماے اسلام کی زندہ تصویرون کو زمانہ مدتون یاد کرے گا۔ اگرچہ تہذیب کی نسبت بعض احباب کی یہ رائے تھی کہ ملک کو چنداں اسکی ضرورت نہین۔ ہمارے بعض احباب بھی اسکے خلاف تھے مگر ہم اب بھی کہتے ہین کہ چاہے ہندوستان کو نہ ہو لیکن اسلام کو اُسکی ضرورت اُسوقت بھی تھی اور اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ نیز اپنے دیگر مشاغل اور نیز مصارف کے لحاظ سے ہم ابھی تہذیب کی کمی پوری نہین کر سکتے۔ اگرچہ ہم کو اسکا بڑا صدمہ ہے اور غالباً ہمارے وہ احباب بھی افسوس کرین گے جو اسکو بڑے ہی شوق اور بے انتہا تمناؤن کے ساتھ لیا کرتے تھے۔ تاہم یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ کمی کبھی پوری ہی نہ ہوگی۔ اگر ہم زندہ ہین اور زمانے نے ان مجبوریون سے ذرا بھی نجات دی تو ہم فوراً تہذیب کو جاری کر دینگے

سردست دلگداز ۱۸۹۳ء کے پہلے ہی مہینے سے جاری ہوتا ہے اور ہم وعدہ کرتے ہین کہ ہمارے دوست اسے اسکے قدیمی رنگ پر پائین گے۔ وہی پُرجوش مضامین ہونگے۔ وہی تاریخی واقعات ہونگے۔ وہی پُردرد نغمے ہونگے۔ وہی دلفریب عبارتین ہونگی۔ غرض وہی پہلا دلگداز ہوگا اور وہی قدردان ہونگے۔ وہی دُنیا ہوگی اور وہی ہم ہونگے۔

دلگداز کے ساتھ جو ناول ۱۸۹۱ء مین شروع ہوا تھا اور چند اجزا پر ناتمام رہگیا تھا اُسکو اس موقع پر ہم ابھی ناتمام چھوڑتے ہین۔ اور اُمید کیجاتی ہے کہ تکمیل کو پہونچانے کے بعد اسی سال کے اندر ایک جداگانہ جلد مین شایع کر دیا جائیگا۔ اسکی قیمت بروقت اشاعت لوگون کو معلوم ہو جائیگی۔ ابھی اسکے متعلق زیادہ گفتگو کرنا قبل از وقت ہے۔

اس موقع پر ہمین اُن لوگون کے قرض کا بھی فیصلہ کرنا چاہیے جن کا روپیہ بابت قیمت دلگداز و تہذیب ہمپر فاضل ہے۔ اگرچہ ہم نہایت افسوس کے ساتھ کہتے ہین کہ وہ نامہربان احباب جن کے ذمے ہمارا روپیہ باقی ہے نیز اُنکی تعداد اور نیز اُس رقم کی مجموعی تعداد جو اس طرح پر بقایا مین پڑی ہوئی ہے بہت زیادہ ہے۔ لیکن ہم جانتے ہین کہ جن حضرات کو ہم سے اپنا قرض وصول کرنا ہے اُنھین اسکی کچھ پروا نہ ہوگی کہ اسی قرضخواہی کے جُرم مین ہم کس قدر ستائے گئے ہین۔ اور ہم بھی اُنکی

ہم بے پروائی کو شکریے کے ساتھ قبول کرتے ہین - بلکہ اُنکے قرضے سے زیادہ کچھ
اور بھی یہ مزاج مانہ دینے کو موجود ہین - وہ یہ کہ جن صاحبون نے ۹۱ء کی قیمت
ادا کردی تھی اُنکی وہ قیمت ۹۲ء کی قیمت سمجھی جائیگی اور بغیر اُن چار پرچون کی
قیمت بھرے ہوئے جو ۹۱ء مین آنکی خدمت مین بھیجے گئے - سال حال کے
ہم بلکہ اُنکی قیمت بیباق خیال کی جائیگی - اور اُن چار پرچون کی قیمت کو ہم بطور جرمانہ
چھوڑے دیتے ہین - باقی رہے وہ حضرات جن کے ذمے ہمارا روپیہ باقی ہے اُمید ہے
کہ اب وہ توجہ فرمائین گے اور کوشش کرین گے کہ ۹۲ء کی قیمت کے ساتھ گزشتہ
بقایا بھی ارسال فرمائین -

باقی رہے وہ حضرات جن کی قیمت بابت مہذب ہمارے ذمے باقی ہے ایسے
بہت کم ہین - کیونکہ مہذب اپنے دوسرے سال کی زندگی شروع کرتے ہی بند ہوا -
تاہم جن لوگون کا روپیہ باقی ہو اُسکو ہم نقد تو واپس نہین کہہ سکتے لیکن اگر وہ دلگداز
کے خریدار رہین تو دلگداز کی قیمت اور نیز بعض دیگر کتب کے ذریعے سے چند روز مین
اُن کا روپیہ بھی بیباق کردین گے -

خاتمے پر ہم اُن شریف نفس حضرات کا بہت شکریہ ادا کرتے ہین جنھون نے
دلگداز کے بند ہونے کے زمانے مین ہماری نسبت طرح طرح کے خیالات قلم کیے اخبارات
کے کالمون مین ہم کو بڑی عزت کے الفاظ سے یاد کیا - ہمارے قرضخواہون کو اُبھارا -
بیشک ہم کو اُن سے ایسی ہی اُمید تھی - لیکن ایسے حضرات کی شرافت مزاجی کا حال
خود ہی کھل گیا اور ایسے واقعات پیش آئے کہ ہم کو کچھ کہنے کی ضرورت نہ ہوئی - اور
یہ مثل خود بخود صادق آگئی کہ " جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے " ہمارے بعض
خاص دوست ہمین بار بار تاکید کرتے رہے کہ اُنکے اتہامات کا جواب ہم کسی اخبار
کے کالم مین دین - مگر ہم نے سکوت ہی کو مناسب سمجھا - اور اب ہم اسپر مسرت ظاہر
کرتے ہین کہ ہمارا سکوت ہی کامیاب ہوا -

ہم - اور ہماری غیبت

۹۳ء مین مولانا کے ولایت جانے سے دلگداز بند ہوا تھا - اسکے بعد ۹۴ء

مین سنہ محمدی کے حساب سے دلگداز دوبارہ نکلا تو یہ تمہیدی مضمون مولانا نے شایع کیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ گذشتہ کئی سال جو اس عالم مین گذرے کہ نہ پبلک کو ہماری خبر تھی اور نہ ہمین پبلک کی نہایت ہی بے لطفی مین کٹے۔ اور کسی حد تک یہ بجا بھی ہے۔ اس لیے کہ جس طرح ہم اپنے دوستون کی مفارقت مین بیتاب تھے اسی طرح ہمارے دوستون کی آنکھین ہمین ڈھونڈھ رہی تھین۔ ہم گمنامی کے دریا مین غوطے پر غوطہ لگا رہے تھے۔ اور قدردانون کو بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ قدر افزاؤن کی نظرین اس ناپیدا کنار سمندر کی موجون پر ہمارا تعاقب کرتی پھرتی تھین۔ اور یہ حال تھا کہ کسی موج پر کسی نے دیکھ پایا اور ہنوز دوسرون کی آنکھین نہ متوجہ ہونے پائی تھین کہ ہم پھر غائب ہو گئے۔ لیکن زمانے نے مساعدت کی۔ اور ہم بڑی مسرت کے ساتھ کہتے ہین کہ "آیئے۔ بزم سخن پھر مرتب ہے۔ اور اہل ذوق کی دلچسپی کے لیے نیا اور پہلے سے کچھ زیادہ لطف موجود ہے"

ہماری اتنے دنون کی غیبت چاہے کیسی ہی بدمزگی مین گذری ہو مگر اصل یہ ہے کہ اس مین بھی ایک بات تھی۔ اگرچہ احباب روز کی صحبتون مین دلچسپیان اٹھانا زیادہ پسند کرتے ہین مگر بچھڑون کے ملنے مین کچھ مزہ ہی اور ہوتا ہے۔ صحبت وصال کی لذتون سے انکار کرنے والا کافر۔ مگر ہجران نصیبون کے وصال کی اور ہی شان ہوتی ہے۔ ہزار عشق صادق ہو لیکن یہ بات کہان کہ رہ رہ کے بغلگیر ہوتے ہین اور جی نہین بھرتا۔ بار بار مزاج پرسی کرتے ہین اور پھر بھی دل یہی چاہتا ہے کہ پوچھے جائین۔ سچ یہ ہے کہ مفارقت وصال کا مزہ بتاتی ہے۔ اور نہ ملنے سے ملنے کی قدر ہوتی ہے۔

فراق کی ضرورت کچھ اسی پر موقوف نہین کہ اُسکی چاشنی سے ہم اپنی اخلاقی صحبتون کو مزیدار بنائین۔ نہین۔ مذہب نے بھی اسکی ضرورت کا پورا لحاظ رکھا ہے۔ حضرت مسیح کی طولانی غیبت روز بروز اُس گھڑی کو زیادہ قیمتی ثابت کرتی جاتی ہے جبکہ وہ آسمان سے اُترکے خنزیر کو قتل اور دین کو زندہ کرینگے۔ جناب مہدی کا پیدا ہونے کے بعد بھی مدت ہائے دراز تک مومنین کی نظر سے مخفی رہنا اسی اصول

پر مبنی ہے کہ استقبال و جان نثاری کے شوق مین زیادہ اضطراب و جوش پیدا ہو۔ خدا نے واقعۂ اِفک کے موقع پر اپنے حبیبِ خاص روحی فداہ کو بھی چالیس دن تک جناب صدیقہ سے جدا رکھ کے اسی مفارقت کا مزہ چکھا دیا۔ ہمین تو یہ کہدینے کا بھی حق حاصل ہے کہ جس طرح مشیت ایزدی نے سرورِ کائنات کو مکے سے چھڑا کے ایک مدت کے بعد نہایت ہر دلعزیزی کے ساتھ اپنے ہموطنون اور عام جان نثارون سے ملایا تھا اُسی طرح آج ہم ایک مدتِ دراز کے بعد جبکہ وطن اور اہل وطن کو خیرباد کہہ چکے بڑی گرمجوشی کے ساتھ اپنے احباب سے ملتے ہین۔ اُمید ہے کہ اسی اتباعِ سنت سے ہماری اس جدید ملاقات مین خدا برکت بھی دے گا۔

کہتے ہین کہ جس کسی کی نسبت مرنے کی غلط خبر اُڑ جائے اُسکی زندگی زیادہ ہوتی ہے۔ بلکہ کبھی کبھی بعض کہن خیال رؤسائے ملک کو دیکھا ہے کہ اس شگون سے فائدہ اُٹھانے کے لیے اپنے مرنے کی خبر آپ ہی مشہور کر دیا کرتے ہین۔ یہ خیال اگر اسی حد تک رکھا جائے تو ایک قسم کی ضعیف الاعتقادی تصور کیا جائیگا۔ مگر نہین اس کا تھوڑا بہت اثر سائنٹفک اصول سے بھی مانا جاتا ہے۔ جس درخت کی تمام شاخین اور کُل ٹہنیان چھانٹ ڈالی جائین اُسکا قاعدہ ہے کہ معمول سے زیادہ پھولتا پھلتا ہے۔ کیا عجب کہ سلسلۂ اشاعت کا اتفاقاً ٹوٹ جانا اسی نیک شگون کے لیے ہو۔ اس لیے کہ اس گذشتہ زمانے مین صرف دلگداز ہی نہین بند ہوا دو ایک مرتبہ خود ہمارے مرنے کی بھی ایسی خبر اُڑی کہ بہت سے احباب نے فاتحہ پڑھ دی تھی۔ بیشک ہم کو اُن احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جنھون نے ایسی نیک خبر اُڑا کے ہمین اپنا شکرگزار بنایا۔ اور آج ہم اُنکی اُس عنایت سے فائدہ اُٹھا رہے ہین۔

دلگداز کے آیندہ اچھے اور زیادہ پُرزور ہونے کی اُمیدین فقط اِس شگون پر نہین موقوف ہین بلکہ ہمین حقیقت مین کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ مُلکی خدمت اور زبان اُردو مین ایک نئی اور تازہ روح پھونکنے کے لیے ہم اپنے کو پہلے سے زیادہ تیار پاتے ہین۔ ہمارے ناظرین جانتے ہین کہ اُن سے جدا ہو کے ہم بالکل بیکار

نہین بیٹھے - ہم نے کتب تاریخ کا زیادہ مطالعہ کیا - زمانے سے کچھ اور سبق لیے - اور بیشتر اگر محض ایک طالب علم کی حیثیت رکھتے تھے تو اب ایک مستعد طالب علم ہین - قطع نظر تمام باتون کے عالیجناب سر وقار الامرا بہادر مدار المہام دولت آصفیہ کی توجہ اور سرپرستی سے ہمین انگلستان اور یورپ کے سفر کا موقع ملا - جہان سے ہم اپنے دوستون کے لیے بہت سے ہدیے اور تحفے لائے ہین - ایسے تحفے نہین جن سے بچے پھسلائے جاتے ہین بلکہ اُس قسم کے جو اہل ذوق کے دلون اور اہل علم کے دماغون کو محظوظ و مسرور کرین - اور جو آیندہ دلگداز کے صفحون پر رکھے لائق قدردانون کی خدمت مین پیش کیے جائینگے -

گذشتہ اشاعت کے زمانے مین دلگداز کی طرف پبلک کی بہت کچھ توجہ نظر آتی تھی اور اُس زمانے کے مقابلے مین جبکہ روز کی ڈاک ہمین دلگداز کی مقبولیت اور دلچسپی کا بت نیا ثبوت دیتی تھی یہ دو تین سال جبکہ ہم خاموش بیٹھے تھے نہایت ہی مُردہ دلی مین گذرے - مگر اسکے ساتھ اتنا ضرور کہین گے کہ اس خموشی کے زمانے نے دلگداز کی مقبولیت اور ضرورت کو اور زیادہ ثابت کیا - اسلیے کہ باوجود ہماری عدم توجہی کے پبلک کے پُرشوق ہاتھ جو اسکے مضامین اور ناولون کے لینے کے لیے پھیلے تھے اُسی طرح پھیلے رہے - اور جب ہم ملک و قوم کی ضرورت کو نہ پورا کر سکے تو دیگر مطابع نے توجہ کی اور نئے ایڈیشن چھاپ کے موجود کر دیے - بہت سے احباب نے اصرار کیا کہ اُن مطابع کو کتابون اور رسالون کے جلد مین چھاپنے سے روکنا چاہیے مگر ہم نے اسکو نامناسب جانا -

آخر وہ زمانہ آگیا کہ ہم پھر اُسی نغمے کو از سر نو شروع کرین جو بہت دنون تک لوگون کے کانون کو لُبھائے رہا تھا - اور اُمید ہے کہ قدردانون کی توجہ اور احباب کی قدر افزائی سے یہ نغمہ اسی طرح جاری رہے گا - اور دلگداز پورے استقلال و التزام کے ساتھ مسلمانون کے دلون مین وہ قیمتی جوش پیدا کرتا رہیگا جسکی سخت ضرورت ہے -

دلگداز اور اُنیسوین صدی

صاحبو! دلگداز ہماری اور آپ کی آرزوؤن کے مطابق پھر جاری ہوتا ہے

نیا سال جن نئی اُمیدون کو بَرلاتا ہے اُن مین سب سے بڑی اور پُر لطف تمنا یہی ہے
آپ کو شکایت ہے کہ اس نے پھر چند روزہ غیبت کیون اختیار کرلی تھی۔ اور کیا
سبب تھا کہ ہمارے اُس بے محل سکوت نے احباب کی صحبت اور قومی دنیا مین
ایک بدمزگی اور بے لطفی پیدا کردی؟ مگر نہین۔ آپ غور کرین تو معلوم ہو جائے گا
کہ یہ سکوت بے موقع و بیجا نہ تھا۔ دو سال سے ہر طرف سے یہی آواز آرہی تھی کہ
دُنیا فنا ہونیوالی ہے۔ اور عالم ارض کی عمر پوری ہو چکی۔ ہر شخص اپنے انجام پر نظر
کر رہا تھا۔ جدھر نظر اُٹھایئے نفسی نفسی کی پڑی ہوئی تھی۔ جسے دیکھیے کفن پہننے کا
سامان کر رہا تھا اور منتظر تھا کہ کب وہ معینہ ساعت آتی ہے اور کب ان دنیاوی
بکھیڑون سے نجات ملتی ہے۔ ایسی حالت مین اگر دلگداز نے مسلم الثبوت روحانی
مسئلہ "موتوا قبل ان تموتوا" پر عمل کرکے دِکھا دیا تو کیا بُرا؟ اسے نظر آیا کہ اب
یہ تھوڑے دنون کی زندگی جو انتہا سے زیادہ بے لطفی مین اور لوگون کی نفسی نفسی
کا تماشا دیکھنے مین گذرے گی۔ جبکہ نہ قدردانی ہوگی نہ دلچسپی۔ نہ کچھ کہنے مین مزہ
آئے گا نہ کچھ سننے مین۔ اس سے مرجانا اور مُردون کی طرح کنج عدم مین لیٹ
جانا ہی اچھا۔

مگر افسوس کہ قیامت کو نہ آنا تھا نہ آئی۔ اور یہ ہماری چند روزہ موت بیکار گئی۔
لیکن آپ تو جانتے ہین کہ عالم سخن اور شعر آفرینون یا حُسن پرستون کی دنیا مین
جس قدر مرنا آسان ہے اُسی قدر جینا۔ اگر کسی کی ایک ادنیٰ جنبش نگاہ اور مستانہ
آنکھون کے اشارے سے مرتے ہین تو اُسی کی ٹھوکر سے جی اُٹھتے ہین۔ اور خصوصًا
جب آپ کی دعاؤن اور تمناؤن کا سہارا ہو تو پھر کون مشکل ہے۔ جس طرح مُردہ
اُمیدین کسی حسرت نصیب دل مین جی اُٹھتی ہین۔ دلگداز بھی جی اُٹھا۔ اور جس طرح مدتون
کی حسرتین زمانہ موافق پاتے ہی ایک آن واحد مین نکل آتی ہین یہ بھی نکلا۔

اور واقعی اِن دنون اسکی اشاعت کی ضرورت بھی تھی۔ ایک طرف تو آپ
کے ذوق و شوق مین پورا جوش پیدا ہوگیا ہے اور آپ اسکے استقبال کے لیے
ہمہ تن تیار ہین۔ دوسری طرف زمانہ ایک بہت بڑا پلٹا کھانے والا ہے۔ اُنیسوین
صدی رخصت ہوتی ہے۔ اور خدا جانے کیا کچھ کرکے جاتی ہے۔ اسکا رخصت ہونا

کوئی معمولی چیز نہین - وگلداز ٹا فرض ہے کہ جس طرح بنے مستعدی سے اُٹھے - ایک بہت بڑے تغیر عالم اور انقلاب زمانہ پر نظر ڈالے - اور اُس آخری صدی کو جو دنیا کو خدا جانے کیا سے کیا کر کے جاتی ہے اُسی کی شان کے مناسب اہتمام سے رخصت کرے -

جس طرح کسی مرجانے والے کی برائی کرنا معیوب ہے اسی طرح کسی جان طلب کے سامنے دفترِ شکایت کھولنا بھی نامناسب ہے - اس کا تو ہمین اس موقع پر نام بھی نہ لینا چاہیے کہ اس صدی نے ہمارے ساتھ کوئی برائی کی - دراصل ہم اسکے آخر عمر کے ساتھی تھے - لہذا جس طرح بزرگون کی ڈانٹ ڈپٹ شکریہ کی مستحق ہوتی ہے اُسی طرح اس کی کج ادائیون اور ناگوار سلوکون کو بھی کسی نیک نیتی اور مصلحت ہی پر محمول کرنا چاہیے - عام معاملات مین ذاتیات کو دخل دینا اچھا نہین - لہذا جبکہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہین کہ اس نے عام لوگون اور ساری دنیا کے ساتھ کیا کیا؟ اُسوقت اپنے ذاتی اغراض کو پیش کرنا ہماری حمیت و متانت کے خلاف ہے -

لیکن ایک ہمارے زبان روک لینے سے کیا ہوتا ہے؟ اس جان طلب صدی نے تھوڑے انقلابات نہین کیے کہ دنیا والے بغیر شکایت کیے اسے رخصت کر دین - کہنہ عمارتون - منہدم کھنڈرون - پرانی درہم و برہم صحبتون - اور خاصتہً ہمارے ملک کے بوڑھون اور پرانے مذاق والون مین اس صدی کی جان کو رونے والے بہت ملین گے - آخر یہ اُسی کلجگ کی بیٹی ہے جسے عوام اُٹھتے بیٹھتے ہر حالت مین کوسا کرتے ہین - یورپ کا اقبال اس نے بیشک چمکا دیا - اور ایسی ایسی معجز نمائیون کے سامان اُس ٹھنڈی مٹی سے ظاہر کرا دیے کہ ساری دُنیا متحیر ہے - مگر ایشیا و افریقہ والون کے ساتھ تو جیسا سلوک اس صدی نے کیا شاید دنیا کی پوری عمر مین کسی زمانے اور کسی دور نے نہ کیا ہوگا - اور یورپ پر بھی اس نے احسان کیا تو کیا؟ علمی ترقیون سے قطع نظر کر لیجیے تو اسکی ستم شعاری و ظلم پسندی کی شان وہان بھی کم نہین نظر آئیگی - اسکی جلادی کی خونریز تلوار اُس مغربی فضا مین جو اکثر گھرے وغیرہ کا لباس پہنے رہتی ہے بارہا چمکی - سلطنتون اور تمدنی قوتون کا باہمی حسد روز بروز ترقی ہی پر رہا - وہ مشہور میدان جن مین نپولین کے گھوڑے کی ٹاپون سے گرد اُڑی آج بھی شاید بہت سے مظلوم شہیدون اور بے گور و کفن لاشون کی ہڈیان پیش کرین گے جن کو سبھی دُنیا اپنے

قدیم ویون کی ہڈیون کی طرح متبرک سمجھ کے نہ اُٹھائے اور اٹلی کے خزانۂ تبرکات مین نہ جگہ دے مگر ایک حامی وطن اور انسانی دردسے متأثر ہونے والے کی نظر مین وہ دُنیا کے تمام تبرکات سے زیادہ قابلِ قدر ہین۔

واٹرلو اور ٹریفیلگر کے قیامت زا میدانون مین جن بہادرون اور جانبازون نے جامِ فنا پیا اُنکی ناموری کی موتین جتنی زیادہ چمکتی جائین گی اُتنے ہی وہ خون کے دھبے بھی زیادہ اُبھرتے آئین گے جو اس صدی کے دامن پر لگے ہین۔ وہ قومی شہدا جو سپاسٹپول اور آخری جنگ روم وروس کے معرکون مین خونین کفن پہنے ہوے آغوشِ زمین مین لیٹ گئے اُنکی قبرون پر ہمارے ضعیف الاعتقاد چاہے چراغ جلائے اور پھول کی چادر چڑھائے نہ جائین مگر اُنکے کارنامے ہمیشہ یاد رہین گے۔ اور زمانے کو آخر تک مجبور کرتے رہین گے کہ اُنکے آگے سب سے زیادہ سر جھکائے۔ واقعی یہ لوگ ایسے نہ تھے کہ انکے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا۔

۵۷ء کے غدر کی مصیبت اگرچہ ایشیا کے سر پڑی تھی مگر اُس سے بھی یورپ کو اتنا ہی تعلق تھا جتنا کہ کسی خاص اپنی سرزمین کے ہنگامے سے ہوتا۔ جو سخوس تلوار صرف چند خیالی غلط فہمیون یا ناتجربہ کاری کی حکمت عملی سے اُن دنون چلی اُس نے بھی دنیا اور خاصۃً ہندوستان اور انگلینڈ کو کسی معمولی مصیبت مین مبتلا نہین کیا۔ اسی ذیل مین جنگ و پیکار کے اُس خونبار طوفان کو بھی دیکھنا چاہیے جو فرانس و جرمن مین ایک زمانے تک قائم رہا تھا۔ جن جانبازون نے زمانے کے اس ظلم پر اپنی جانین قربان کین وہ بھی ایسے تھے کہ بعد والے اُنکے کارنامون کو ہمیشہ سرمایۂ افتخار قرار دین گے۔ ان سب سے قطع نظر کرکے اب اس آخری ہنگامے ہی کو دیکھ لو جو افریقہ مین قائم ہے۔ اور انگلستان کی سی امن پسند اور صلح جو سلطنت کے سامنے روز نئی دشواریان پیش کر رہا ہے۔ جس پُرجوش الوالعزمی سے ان جنوبی میدانون مین بھی دونون حریف اپنی عزیز جانین مُلکی آزادی اور قومی عزت کی نذر کر رہے ہین کچھ تھوڑی قدردانی کی مستحق نہین ہے۔

یہ واقعات۔ یہ کارنامے۔ یہ فساد اور ہنگامے ہین جو اس جان طلب صدی کے ہاتھون اسکے جور و ستم۔ اسکی سرد مہریون۔ اور اسکی فتنہ پردازیون سے روز بروز

ظاہر ہوتے رہے - اگرچہ اس قرن اس حصۂ زمانہ کی ستم شعاریون اور جفا کاریون کی یہ ایک نہایت ہی نامکمل فہرست ہے - صدہا اور بھی ایسے واقعات ملین گے جنھون نے معزز و پُرجوش قومون کے قابل قدر فرزندون اور دنیا کی پُرحمیت اولاد کو جو بڑے نازون اور خدا جانے کن کن آرزوؤن اور تمناؤن سے پلی تھی - انتہا سے زیادہ بیرحمی و قساوت کے ساتھ خون مین نہلا نہلا کے خاک پر لٹایا - ذرا خیال کو وسعت دو - نظر کو محدود دائرے سے نکال کے دُور تک لیجاؤ - تو عجب عجب حسرتناک سین نظر آئین گے - صدہا گھر بیچراغ - ہزارہا خاندان بے والی وارث - بہت سی نوعمر لڑکیان بیوہ - اور خدا جانے کتنے لڑکے یتیم ہو گئے ہونگے - کہین بیٹا باپ کی شریفانہ شہادت پر - کہین باپ بیٹے کی نوعمری کی موت پر - کہین بھائی بھائی سے چھٹنے پر کہین نند بھاوج کی دل خون کرنے والی بیوگی پر - اور کہین دیکھو گے کہ سارا خاندان کسی ہمدرد عزیز دوست پر رُو رُو کے خون کے آنسو بہا رہا ہے - اور ہر طرف ماتم کدے آباد ہین -

یہ پُرسوز و گداز سینے - یہ حسرت بھرے دل - یہ خون بار آنکھین - اور ایسے آتشِ دُرون کی لپک سے بھننے والے ہونٹھ ہین جن کا صبر اسی صدی کی جان پر پڑیگا - ایسی صورت مین کیونکر ممکن ہے کہ زبان شکایت سے آشنا نہ ہو؟ اور ہم اُسی صبر و شکر - اُسی ضبط و متانت - اور اُسی رضا و تسلیم سے اسے رخصت کرین جس طرح کہ اپنے کسی ہمدرد عزیز - اور عزیز دوست کو رخصت کیا کرتے ہین - لیکن ہان ایک صورت ہے - وہ یہ ہے کہ ستم زدہ دلون کے بہلانے اور پُردرد سینون مین کینہ و عداوت کی جو آگ بھڑک رہی ہے اُسکے دبانے کے لیے ہم حسرتناک واقعات کو چھوڑ کے اُن اُمور کا تذکرہ شروع کردین جن کے لحاظ سے یہ صدی شکریے کی مستحق ہے - اس طریقے سے قطع نظر اسکے کہ اس صدی کی رخصت کے لیے ایک اچھا جلوس تیار کرلین اسکے طرز عمل پر بہت عمدہ اور صحیح ریویو بھی دے سکین گے -

سچ تو یون ہے کہ بلحاظ دنیاوی ترقیون کے جیسی یہ صدی تھی ویسا کوئی زمانہ آج تک انسان کو نصیب نہین ہوا - حکمرانی اور تاجداری کے انقلابات کو دم بھر کے لیے چھوڑ دیجیے تو معلوم ہوگا کہ ان سو سال مین دنیا کس قدر آگے بڑھ آئی ہے

اگر انگریزی کی زبان اختیار کی جائے تو یون کہنا چاہیے کہ تہذیب و تمدن ایک ناپیدا کنار اور لامتناہی سڑک ہے جس پر دنیا کسی نہ تھکنے والے رہ نورد کی طرح برابر قدم مارتی چلی جاتی ہے۔ اور زمانہ وہ رہبر یا ساربان ہے جو لیے جاتا ہو۔ منزل مقصود کا تو آج تک پتہ نہ لگا۔ بلکہ شبہہ یہ ہے کہ کہین ہے بھی یا نہین۔ مگر ہان ایک عجب دلچسپی کے ساتھ یہ سفر طے ہو رہا ہے۔ اور جب مسافت جلدی طے ہونے لگتی ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ دنیا کو اپنے اغراض مین زیادہ کامیابی ہوئی۔ اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے تو اس صدی سے بہتر زیادہ تیز رو اور زیادہ سفر کرانے والا کوئی رہبر آج تک دنیا کو نہین نصیب ہوا تھا۔ چند روز مین ترقی کی رفتار اتنی تیز ہوئی کہ اتنا سفر شاید دنیا نے اپنی پوری عمر مین نہ طے کیا ہوگا جتنا ان سو سال مین پورا کر لیا۔ اگلی صدیان اُس واقف کار ساربان کی حیثیت رکھتی تھین جو قافلے کے سب سے اگلے اونٹ کی مُہار ہاتھ مین لیے ہو۔ اور موجودہ صدی خود اپنی ہی ایجادون کے لحاظ سے اُس یکتائے روزگار انجن ڈرائیور کی شان رکھتی ہے جو اپنی ٹرین کو فی گھنٹہ ساٹھ میل سے بھی زیادہ کی مسافت طے کرا لے جائے۔

آج ہم ایک دوسرے کو ایک گھڑی مین اپنے حالات سے مطلع کر سکتے۔ جس صبح وطن کی یاد مین کبھی برسون ایڑیان رگڑا کرتے تھے اُسے گھڑیون مین دیکھ سکتے ہین۔ جن عزیزون اور دوستون کی صورت دیکھنے کو مدتون ترسا کرتے تھے اُن سے چند گھنٹون مین جا کے مل سکتے ہین۔ ممالک کے باہمی رشتے قائم ہو گئے۔ قومی اعضا جدا جدا بکھرے پڑے تھے۔ اب اس طرح مجتمع ہو کے جُڑ گئے ہین کہ گھڑی گھڑی ایک کی دوسرے کو خبر ہوتی رہتی ہے۔ انسانی اخوت کا جوش و خروش کبھی اتنا نہین نظر آ سکا تھا جتنا کہ اب نظر آتا ہے۔

آج یہ اُسی اُنیسوین صدی کی برکت ہے کہ مشرق کے قحط زدون کو مغرب

ع چن قصون اور مضامین مین بعضا اوصاف اور خیالی چیزون کو مشخص کرکے اُسی طرح بیان کرتے ہین جس طرح کسی انسان کا حال بیان کرتے ہون ان قصون اور مضامین کو انگریزی مین ایگزی کہتے ہین۔ انشا پردازی کی یہ ایک خاص اور نہایت دلچسپ شان ہے۔ اردو مین مولوی محمد حسین صاحب آزاد کی کتاب نیرنگ خیال ۱۲

۱۲ اس قسم کے مضامین کا مکمل نمونہ ہے۔

والون سے مدد ملتی ہے اور مغرب والون کی ہمدردی مین مشرق سے چندہ جاتا ہے۔

امام غزالی اپنے حلقۂ درس مین ایک مغربی افریقہ کے طالب علم کو دیکھ کر بہت متحیر ہوے تھے۔ اور اُس زمانے کے لحاظ سے واقعی یہ تھوڑی حیرت کی بات نہ تھی۔ اگرچہ اسلام نے اپنی ترقی کے دَور مین بھی بہت سے راستے کھول دیے تھے۔ اگر اُندلس مین دمشق و بغداد سے لیکے سندھ تک کے سپاہی تھے تو ہندوستان مین غرناطہ و قرطبہ کے سیاح۔ مگر یہ بات کہان تھی کہ ادنیٰ ادنیٰ سی ضرورتون پر چین کی فوجین امریکہ و افریقہ مین اور انگلستان کے رسالے جزائرِ چین مین جا پہونچین؟ یہ اسی آخری دَور اور اسی اُنیسوین صدی کی برکت ہے کہ انسان دنیا کے ہر کونے مین پہونچ گیا۔ اور سارے سمندر کھنگال ڈالے۔ کوئی افریقہ کے ناپیدا کنار ریگزار اور جلتی بھوبل کو ناپتا چلا جاتا ہے اور کوئی قطب شمالی کی برف پر جا رہا ہے کہ وہان کے عجیب و غریب منظر کا تماشا دیکھے۔

اس صدی کے دونون رُخ ہم نے دکھا دیئے۔ جنکے ملاحظہ کے بعد صحیح طور پر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آیا یہ دُنیا والون کے حق مین خدا کا غضب تھی یا اُسکی رحمت؟ اگر تعصب کو چھوڑ دیجیے اور اپنے ذاتی صدمات کو گھڑی بھر کے لیے بھول جائیے تو بیشک تسلیم کرنا پڑے گا کہ دُنیا کا یہ آخری دَور رحمت ہی رحمت تھا۔ جن خونریزیون اور قتل و خون کے حالات کو ہم اوپر بیان کر آئے کم و بیش ہر زمانے مین اور ہر صدی کے ہاتھون ظاہر ہوے۔ ملک گیری و قحمندی کے جھگڑے۔ انسانی خود غرضی کے نمونے۔ اپنی ایک محض خیالی عزت پر پوری قومون کو قربان کر دینے۔ اپنے حقیر و ذلیل منافع پر دنیا کے بڑے بڑے آباد ملکون کے تباہ کر دینے کا سلسلہ ہمیشہ رہا اور یقین ہے کہ ہمیشہ رہے گا۔ اتنے دنون کے تجربے نے ہمین یقین دلا دیا ہے کہ انسان اور حیثیتون سے چاہے کتنا ہی مہذب ہو جائے مگر اتنی انسانیت اُس مین کبھی نہ آئیگی کہ اپنے اغراض کے مقابل دوسرون کے حقوق کا بھی کچھ لحاظ کرے۔ اور اپنی عزت کے مقابل مین دوسرون کی بھی عزت سمجھے۔

بہر تقدیر یہ باتین ہر دَور مین رہین اور رہتی دنیا تک رہین گی۔ لہذا انکی شکایت ہی بے سود ہے۔ گذشتہ صدیان کیا رحمدل تھین؟ اُنھون نے کون سی رحمدلی ظاہر کی

تھی کہ ہم خاص اُنیسوین صدی ہی کو الزام دین - مگر ہان ان باتون کو خیال سے نکال ڈالنے کے بعد اگر ہم اس صدی کی مذکورۂ بالا خوبیون اور برکتون کا لحاظ کرین تو اپنی کامیابیون اور خوش اقبالیون پر بے انتہا مسرت حاصل ہوتی ہے - جو برائیان اس مین بتائی جاسکین وہ سب مین تھین اور دنیا کا کوئی دور اُنسے خالی نہ تھا - مگر جو خوبیان ہین وہ اسی کے ساتھ مخصوص ہین -

واقعی اے اُنیسوین صدی تو ہمارے لیے خدا کی رحمت ہی تھی - تیری شکایتین بہت سی جھوٹی سچی کہانیون کی طرح مٹ جائین گی - اور نہ بھی مٹتی ہون تو ہمارے چالاک مورخ چند روز مین مٹا دین گے - مگر تیری عمدہ یادگارین ہمیشہ قائم رہین گی - اور انھین کوئی نہین مٹا سکتا -

صاحبو! دلگداز کے مرکے جی اُٹھنے سے نہ گھبراؤ - قیامت کا انتظار کر رہی رہے تھے - ایک مُردے کو اُٹھ بیٹھتے دیکھ کے یہ نہ سمجھو کہ حشر بپا ہوگیا - بلکہ یون سمجھو کہ اس قابل قدر زمانے - اس خیر و خوبی کے دور اور اس اہم صدی کا رخصت ہونا کوئی ایسا معمولی کام نہ تھا کہ دلگداز باوجود خواب مرگ کا لطف اُٹھا چکنے کے کفن چاک کرکے نہ اُٹھ کھڑا ہوتا -

بیسوین صدی

ہر برس کی ابتدا مین یا اُسکے خاتمے پر لوگ زمانے کے معمولی تغیرات کو محسوس کرکے بڑے بڑے مضامین لکھتے اور طرح طرح کے خیالات ظاہر کرتے ہین - برس یا آفتاب کے گرد زمین کا ایک پورا دورہ ہر قسم کے سامان اہل عالم کو دکھا دیا کرتا ہے - اُس مین خوشیان بھی ہوتی ہین اور غم بھی ہوتے ہین - عیدین بھی آتی ہین اور محرم کے حسرتناک دنون سے بھی سابقہ پڑتا ہے - فکرون اور پریشانیون کی گھڑیان بھی آتی ہین اور اطمینان و فارغ البالی کی ساعتین بھی آکے لطف دکھاتی ہین - لیکن بجز اُن اتفاقی و ناگہانی آفتون کے جو ہمیشہ بے خبر کے مرگ مفاجات کی طرح آجاتی ہین - یا اُن خوشیون کے جنھین محض اتفاقی ہونے کی وجہ سے انسان نعمت غیر مترقبہ خیال کرتا ہے عام معاملات مین ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ بارہ مہینے کے بعد پھر یہی اور ایسا ہی اچھا یا بُرا دن نصیب

ہوگا - اگرچہ بعض سن رسیدہ یا موت کی گھڑی سے ڈرنے والے اکثر کہہ اُٹھتے ہیں ع
تا سال دگر بے کہ خورد زندہ کہ ماند + مگر پھر بھی اُنھیں زندگی اور اس منظر کے دوبارہ
دیکھنے کی ایک حد تک اُمید ضرور ہوتی ہے - اور اسی امید کے سہارے پر ہم بھی ہر شروع
سال کے وقت یا ہر برس کے ختم ہونے کے زمانے میں آیندہ کے لیے بہت کچھ اُمیدیں ظاہر
کر دیا کرتے ہیں - مگر افسوس فی الحال اس موقع پر یہ دن لکھیے کہ ۱۹۰۰ء کے خاتمے
پر ایسا انقلاب عظیم نظر آتا ہے اور زمانہ کچھ کروٹیں کھاتے کھاتے ہمیں ایک ایسے تغیر
کا سامان دکھا رہا ہے جسکے بعد پھر اسی گھڑی دیکھنے کی کسی کو اُمید نہیں ہو سکتی - کون
کہہ سکتا ہے کہ اُسے بیسویں صدی کا آغاز دیکھ کے پھر اکیسویں صدی کا آغاز بھی دیکھنا
نصیب ہوگا ؟

یہ صدی جس وقت ختم ہوگی اُس وقت ہماری ہڈیاں بھی خاک ہو چکی ہونگی - قبروں
کے نشان بھی خدا جانے موجود ہوں یا نہ ہوں - جانتے ہیں کہ نسل انسانی جس طرح
آج ہے اُسی طرح اُس وقت بھی ہوگی - مگر اُس وقت نسل انسانی نے کس قدر ترقی کی ہوگی ؟
اور ایجاد و اختراع کی سحر نمائیاں اُس وقت کیا کیا اور کیسے کیسے کرشمے دکھا رہی ہونگی ؟
اسے کوئی نہیں جانتا - انسانی زندگی برسوں سے وابستہ ہے - صدیوں کے ساتھ
قوموں کی زندگی وابستہ ہوا کرتی ہے - صدی کی ابتدا اور انتہا پر یہ خبر دیکھنے اور غور
کرنے کے قابل ہوتی ہے کہ کس قوم نے کتنی ترقی کی ؟ اور کون قوم تباہ ہوئی ؟ کس
گروہ کو نیا نیا عروج حاصل ہوا - اور کن جماعتوں کا زور و شور اور دور دورہ دامن
فنا میں آگیا -

جس صدی کے حدود میں ہم نے اس وقت قدم رکھا ہے اُسکے حالات اور انقلابات
کا اندازہ کرنا ہو تو ہمیں گذشتہ صدی کے کارناموں پر نظر ڈالنی چاہیے - ان پچیس تیس
کروڑ آدمیوں میں جو ہندوستان میں آباد ہیں کتنے ہیں جو کہہ سکتے ہوں کہ اُنھوں نے
اُنیسویں صدی کے شروع ہونے کا سامان اسی طرح دیکھا تھا جس طرح ہم نے بیسویں صدی
کی آمد کو دیکھا ہے - میں جانتا ہوں کہ شاید ایک بھی نہ ہوگا - اور اگر بالفرض کوئی
پیر فانی مل بھی جائے اور دعویٰ بھی کر بیٹھے تو اُسکے ہوش و حواس ایسے صحیح نہ رہے
ہونگے کہ ہم اُسکی باتوں کا اعتبار کر سکیں -

مگر محض واقعات دریافت کرنے کے لیے ہمین کسی زندہ انسان کی ضرورت نہین - تاریخین ہمارے ہاتھ مین ہین جن کے صفحات گذشتہ تمام صدیون کے مرقعے بنے ہوے ہین - انھین صفحون پر ہم محمد شاہ بادشاہِ دہلی کو دیکھین گے جو اس صدی کے آغاز مین دہلی کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے - سلطنت مین اگرچہ بدنظمی ہے مگر ہر جگہ اُسکے نام کی عزت کیجاتی ہے - اگرچہ اپنا تاج سنبھالنے کی اُس مین طاقت نہین مگر بادشاہ بنانا اور تاج بخشی کرنا اُس کا بہت آسان کام ہے - لیکن خاتمے پر ہمین کچھ اور ہی نظر آتا ہے - دنایان مغرب سارے سواد ہند پر حکمران ہین - آزادی و علم کے ہر طرف ڈنکے بج رہے ہین - اور گویا یہ دنیا ہی دوسری ہے -

اُنیسوین صدی کی ابتدا مین ہم دیکھ رہے ہین کہ راستے پُرخطر ہین - ٹھگون اور ڈاکوؤن کا خوف ہے - کچی اور خراب سڑکون پر تاجرون کے قافلے اور امرا و سرداران فوج کی سواریان بڑی مشکلون اور زحمتون سے گذر رہی ہین - لوگ رتھون - بیلون - اور چھکڑون پر سوار ہین - آہستہ آہستہ اور زمین ناپتے ہوے جاتے ہین - اور ایک صوبے سے دوسرے صوبے مین ایک مدت کی بادیہ پیمائی و صحرانوردی کے بعد پہونچتے ہین - مگر اب ہم دیکھتے ہین کہ سڑکین مضبوط اور پختہ بن گئین - انسان نے اپنی راحت کے لیے وہ سامان فراہم کرلیا جو اس سے پیشتر دنیا اپنی پوری عمر مین نہین جمع پہونچا سکی تھی - شکرمون اور اونٹون کے عوض ریلوے ٹرینین ہین جو تخت سلیمان کی طرح ہوا پر اُڑتی نہین تو ہوا سے باتین کرتی ہوئی چلی جاتی ہین - اور جس راستے کو انسان مہینون مین طے کرتا تھا دنون مین اور برسون کے راستے کو گھنٹون مین طے کر رہا ہے - جس دشواری سے اس گذشتہ صدی کے ابتدائی عہد مین ہم ایک صوبے سے دوسرے مین پہونچتے تھے اُس سے بدرجہا زیادہ آسانی کے ساتھ آج ہم دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے مین پہونچ سکتے ہین - یا یون کہیے کہ کرۂ زمین کے گرد چکر لگا آتے ہین -

کاش حضرت مسیح کی طرح کوئی خدا کا مقبول بندہ اس زمانے مین بھی کسی اُنیسوین صدی کے پہلے دس سال کے اندر مرے ہوے شخص کو زندہ کرکے اُٹھا بٹھاتا تو آپ دیکھتے اور اُسکی حیرت و حالت سے آپ کو کچھ پتہ لگ سکتا کہ اس صدی نے ہندوستان کو کیا سے کیا بنا دیا - افسوس اُسوقت کے پُرانے بڈھون کا موجود نہ ہونا درکنار اب تو

وہ لوگ بھی خاک مین مل گئے جو سلطنتِ اودھ کے انتزاع کے بعد شب و روز نوابی و بادشاہی کے انتظار مین زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

۱۸۰۱ء مین جس کسی نے جان دی ہو اُسے زندہ کرکے اگر ۱۹۰۱ء کا تماشا دکھایا جاتا تو واقعی وہ مجنون ہو جاتا کہ یہ وہی ہندوستانی لوگ ہین یا کوئی اور قوم آکے آباد ہوگئی ہے۔ وہ پُرانی قبائین اور عبائین۔ پیچھے دار دربار ی پگڑیان اور چپکنین سب تشریف لے گئین۔ اور لوگ خدا جانے کس ملک کا لباس پہنے ہوے ہین۔ زبان بھی وہ نہین رہی۔ لہجے اور محاورات کا بدلنا درکنار ایسے نئے اور عجیب و غریب لفظ زبان مین شامل ہوگئے ہین جو کسی طرح اُردو سے جوڑ ہی نہین کھاتے۔

بس یہی حالت اُس شخص کی بھی ہوگی جو انقلاباتِ زمانہ کا تماشا دکھانے کے لیے بچا لیا جائے اور اس عہد کی حالت دیکھے جب ۲۰۰۱ء ہو۔ ۱۰۰۱ء کے خاتمے پر مسیحی دنیا مین لوگون کو قیامت کا یقین ہوگیا تھا۔ اور عموماً عیسائی جانتے تھے کہ ولادتِ مسیح کو پورے ایک ہزار برس گذرتے ہی حشر برپا ہو جائیگا۔ اور مُردے قبرون سے نکل کھڑے ہونگے۔ مگر اب دو ہزار برس پورے ہونے پر قیامت کا خیال پیدا ہونا درکنار کوئی تعجب نہین کہ انسان اپنی صنعتون پر فخر اور اپنے کمالون پر ناز کرتے کرتے خود خدائی کا دعوے نہ کر بیٹھے۔

بیشک اگر آج انسان ہوا کی طرح تیز روی سے سفر کرتا ہے تو ایک سو برس بعد فضاے عالم مین اُڑتا پھرتا ہوگا۔ اگر آج آتش باری سے حریف کی فوجون کو تباہ کر دیتا ہے تو ایک صدی بعد برقی قوت کی مدد سے حریف کے ملک کو جلا کے تہ و بالا اور خاک سیاہ کر سکے گا۔

سب سے زیادہ ہمین یہ دیکھنا ہے کہ اُسوقت دلگداز بھی ہوگا یا نہین۔ شاید ہو۔ لیکن ہوا بھی تو ہمین کیا۔ اس لیے کہ نہ ہم ہونگے اور نہ ہمارے ناظرین۔ شاید اُس وقت ہندوستان مین ایسے ایسے بہت سے کامیاب اور مقبول عام رسالے نکل رہے ہون جن کے سامنے دلگداز کی کچھ اصل و حقیقت نہین۔ مگر نہین۔ یہ کہنے کو ہمارا جی نہین چاہتا۔ ہم اُمید کرتے ہین کہ یہی دلگداز ہوگا۔ گو زمانے کی رفتار کے ساتھ بدلتا اور ترقی کرتا ہوا۔ اور غالباً ناظرین کے لیے یہ مژدہ بہت پسندیدہ ہوگا کہ اُسوقت

یہ آپ کا مقبول پرچہ پوری طرح پابندی اوقات اور استقلال سے نکلتا ہوگا۔

یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید

دوستو! ۱۹۰۴ء گیا۔ اور ۱۹۰۵ء آیا۔ جانے والا اگر برا تھا تو بھی اُس کا ذکر خیر سے کرو۔ اور آنے والے کے تیور اچھے نہ نظر آئیں تو بھی اُسے صبر و شکر سے قبول کرو۔ خوب یاد رکھو کہ خدا نے جتنی چیزوں کو دنیا میں بھیجا ہے اُن میں سے کوئی نہ بالکل بُری ہے اور نہ بالکل اچھی ہے۔ انصاف اور جستجو کی نگاہ سے دیکھو تو بُروں میں صدہا خوبیاں ہیں اور اچھوں میں صدہا عیوب ہیں۔ خیر محض خدا کی ذات منزہ ہے اور شر محض شیطان ہو تو ہو۔ مگر ہمیں تو اُس میں بھی بعض قابل قدر اوصاف نظر آجاتے ہیں۔ تاہم اسوقت اس بات کا موقع ضرور ہے کہ دل میں کوئی چوٹ لگی ہو تو ۱۹۰۴ء کا نام لے کے رو لو۔ اور کوئی تازہ لطف نصیب ہوا ہو تو ۱۹۰۵ء کا نام لے کے خوشیاں مناؤ۔

لوگوں کے اختلافِ مذاق نے اس مسئلے میں بھی اختلاف ڈال دیا ہے کہ دنیا میں خوشی زیادہ ہے یا غم؟ جن کی مزے میں گذرتی ہے وہ کہتے ہیں کہ خوشیوں کا پلہ بھاری ہے۔ اور جو حرمان نصیبی و مصیبت میں مبتلا ہیں کہتے ہیں کہ دنیا میں رنج و الم کے سوا کچھ ہی نہیں۔ مگر یہ گھڑی دونوں مذاق والوں کے لیے مناسب ہے۔ خوشی کے ترانے گانے والے ۱۹۰۵ء کے پُر اُمید میدان میں خوشیاں مناتے اور نغمۂ مبارک باد گاتے ہوئے قدم رکھیں۔ اور غم کی جان کو رونے والے ۱۹۰۴ء کے جنازے پر کھڑے ہو کے ماتم کریں۔

انقلاب سال اگر سچ پوچھیے تو کوئی خوشی کی چیز نہیں ہے۔ جانیوالا سال ہماری زندگی کا ایک قیمتی برس ہم سے چھین لیجاتا ہے۔ جسکے چھن جانے کے بعد ہم سمجھتے اور پچھتاتے ہیں کہ افسوس اتنے زمانے میں ایسے ایسے کام ہو سکتے تھے اور ہم نے کچھ نہ کیا۔ اور آنے والا برس آکے نوٹس دیتا ہے کہ موت سے اب تم ایک برس اور قریب پہونچ گئے۔

لیکن ہم نے اسکو اپنی طفلانہ مزاجی سے ایک خوشی کی تقریب بنا لیا ہے۔ ہم

نئے سال پر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہین - اور برس کے پہلے دن کو اپنی زندگی مین ایک خوش نصیبی و مسرت کا دن تصور کرتے ہین - ہمارے امرا زندگی کا ہر نیا سال شروع ہونے پر دھوم دھام سے سالگرہ مین کرتے ہین اور لاڈ پیار کے کرشمون سے اُنھین اور زیادہ چمکا دیتے ہے - لیکن غور سے دیکھا جائے تو ان تقریبون کو بچپن کے نا عاقبت اندیشانہ کھیلون سے زیادہ وقعت نہین - یورپ مین معمول ہے کہ عورتین طرح طرح کے کھلونے اور مٹھائیان کرسمس کے دن سے پہلے رات کو بچون کے سرہانے رکھ دیتی ہین اور صبح کو بچون سے کہتی ہین کہ یہ تحفہ فادر کرسمس یعنی کرسمس بابا تمھین دیگئے ہین - جسکی صورت اُنکی نظر مین ایک مقدس و معمر بزرگ کی ہوتی ہے - یہی حال ہمارے طفلانہ مزاج بوڑھون کا ہے جو نئے سال کے موقع پر خوشیان مناتے ہین -

بچہ ان ارمانون مین رہا کرتا ہے کہ ہاتھ پانون نکال کے بڑون مین مل جائے - جوان شباب کے پُر آرزو اور پُر حوصلہ خیالون اور طرح طرح کی ہوسون مین اس قدر پھنسا ہوتا ہے کہ اُسے خیال بھی نہین آتا کہ زمانے کا بازیگر انھین برسون کے ایر پھیر سے اُس کی زندگی کی مغتنم گھڑیان کس بے دردی سے غائب کرتا جاتا ہے مگر بڈھا جب اُن ہوسون اور ولولون کا زور ٹوٹتا ہے تو کچھ سمجھتا ہے - اپنے نقصان پر اُسکی نظر پڑتی ہے - اور جب دیکھتا ہے کہ کوئی علاج سودمند نہین ہو سکتا اور سنین کی یہ دست بُرد کسی طرح روکے نہین رُک سکتی تو عجب مایوسی کی شان سے خاموش ہو جاتا ہے -

لہذا سچ یہ ہے کہ جو عالم مین خوشیان زیادہ پاتے ہین بچے ہین اور جنھین اس تیرہ خاکدانِ عنصری مین مصیبتین زیادہ نظر آتی ہین بوڑھے ہین - اور اس ترتیب کو اگر ہم موجودہ ساعت سے لاکے وابستہ کرین تو کہہ سکتے ہین اور غالباً یہی زیادہ تر صحیح بھی ہوگا کہ بچے خوشیان منائین کہ ۱۹۰۵ء آیا - اور بوڑھے خون کے آنسو بہائین کہ ۱۹۰۴ء گیا اور بڑی قیمتی چیز ہم سے چھین لے گیا -

مذہب اور خاصۃً اسلام نے نجوم کا اثر مٹا دیا - اب اپنی تعلیمات دینی کے مطابق ہم یہ نہین کہ سکتے کہ ہمارے معاملات - ہماری فلاح و بہبود - یا ہماری

حرمان نصیبی اور بدبختی مین زمانے یا حرکت فلکی کو کچھ دخل ہے۔ مگر پرانے خیالات اور اگلی ضعیف الاعتقادیون کا اتنا اثر باقی ہے کہ ہم اپنے۔ اپنی قوم۔ اپنے ملک یا اپنے ہی نوع کے حالات بیان کرتے ہین اور اُنھین زمانے یا اس گذشتہ سال کے حالات خیال کرتے ہین۔ اپنی گذشتہ کامیابیون کو یاد کرکے خوش ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ سال اچھا تھا۔ اپنی پریشان حالیون اور مصیبتون کو یاد کرکے روتے ہین اور شکایت کرتے ہین کہ یہ سال بُرا تھا۔

سچ یہ ہے کہ سال نہ بُرا تھا نہ بھلا حقیقتہً اگر بُرے تھے تو ہم تھے اور بھلے تھے تو ہم تھے۔ پھر بھی دل کو بھلاوے دینے کے لیے مزے مزے کی امیدون اور اچھی اچھی آرزوؤن کے خواب دیکھتے ہین اور فرض کیے لیتے ہین کہ انجام مین چاہے عمر کی کتنی ہی کمی ہو جائے مگر یہ سال ہم سب کے حق مین مبارک اور اچھا ہی ہوگا۔ لہذا دوستو! آؤ ہم تمھین مبارک باد دین اور تم ہمین مبارک باد دو۔

اور بیشک اس موقع پر اس لحاظ سے ضرور مبارک باد دے لینا چاہیے۔ کسے خبر ہے کہ ہر سال اس موقع پر کون دنیا مین ہوگا اور کون نہ ہوگا۔ ع

تا سال دگر نے کہ خورد زندہ کہ ماند

افسوس ہمارے بہت سے دوست جن کی تحریرین ہماری نظر کے سامنے ہین جن کی تصویرین ہماری آنکھون مین پھر رہی ہین یونہین رخصت ہوتے چلے گئے۔ اور نئے سال کے شروع پر جب مبارک باد دینے کا وقت آیا تو اُن کا خیال آتے ہی بجائے خوشی منانے کے یہی جی چاہا کہ اُنکی یاد مین بزم ماتم مرتب کر دین۔

(ہماری حالت)

دلگداز نے تو زمانے سے لڑ لڑکے اور ان نہ چوکنے والے برسون کو دھوکے دے دے کے اپنی بیحیائی کی زندگی بچالی۔ ٹھوکرین کھا کھا کے سنبھلا۔ گر گر کے اُٹھا۔ اور مرمر کے جیا۔ بحر فنا کی موجون سے لڑتا ہی رہا۔ کبھی بھنور مین پڑ کے ڈوبا۔ مگر پھر ہاتھ پاؤن مار کے اُبھرا۔ اور اُن لوگون کو جنھین یاس ہو چکی تھی اور جو اسکے حق مین فاتحہ خیر پڑھ چکے تھے پھر اپنی صورت دکھا دی۔ مگر افسوس۔ اُن پیاری صورتون مین سے بہت سی نہین نظر آتین اور ہمیشہ کے لیے غائب ہو گئین جن کی

نگاہین اِس سے لگی رہتی تھین - اور اُن امواج فنا مین بھی اِسے ڈھونڈھا کرتی تھین
اس مین شک نہین کہ زمانہ بہت آگے بڑھ آیا - اور اُردو انشا پردازی نے بہت
کچھ عروج حاصل کر لیا - مگر الحمدللہ کہ جو چیز دلگداز کے لیے خاص تھی وہ اب بھی اُسی کے
دم سے وابستہ ہے - اِدھر آخری چند پرچون کو ہماری بیماری نے پھیکا رکھا - مگر پھر بھی
جس خاص صفت کے لحاظ سے قدردانون نے دلگداز کو سند قبول عطا فرمائی تھی اُس
صفت کو اب بھی وہ سوا اسکے صفحون کے اور کہین نہین پاتے - گو اب متعدد رسالے
نکل رہے ہین جن مین اوراق بھی اس سے زیادہ ہین - اُنکا پیمانہ بھی اس سے
بڑا ہے - چھپائی وغیرہ بھی اچھی ہے - مگر اُن مین ہندوستان کے مختلف انشا پردازون
کے مضامین درج ہونے سے یکرنگی و وضعداری نہین پیدا ہونے پاتی - اور نہ
پیدا ہو سکتی ہے - بخلاف اُنکے دلگداز ایک خاص وضع اور خاص لٹریچر کا
نمونہ ہے - اُس کا زیادہ حصہ خاص ایڈیٹر کے قلم کا لکھا ہوا ہوتا ہے - اور بہت
کم کسی اور کے مضامین شایع کیے جاتے ہین - اور جو شایع کیے جاتے ہین تو
اُن مین بھی ایک خاص قسم کی شان کا لحاظ رکھا جاتا ہے - بہر تقدیر دلگداز
جس رنگ - جس وضع - اور جس شان کا پرچہ ہے اکیلا ہے - اور اپنی ضرورت
کو آپ ہی پورا کیا کرتا ہے -

(ہمارا آیندہ مذاق)

سنہ ۱۹۰۰ء اور سنہ ۱۹۰۱ء کے پرچون مین کوشش کی گئی تھی کہ اُردو انشا پردازی
کے لٹریری ہیرو یعنی اُن لوگون کے حالات تفصیل و توضیح سے بیان کیے جائین
جن کے نام خاص خاص اوصاف کے ساتھ شہرت رکھنے کے باعث اُردو انشا
پردازی مین اکثر مستعمل ہوتے ہین - اِس قسم کے لوگون کے واقعات جستہ جستہ
مختلف نمبرون مین نہایت عمدگی سے بیان کیے گئے - عاشق عرب مجنون عامری -
فیاض عرب حاتم طائی - نقاش عجم مانی - اور بہت سے یونانی حکیمون اور فلسفیون
کے حالات دلگداز کے صفحون پر لکھے جا چکے ہین - جن کو اکثر قدردانون نے بہت
پسند فرمایا - اب ہم پھر اس سلسلے کو شروع کرین گے - اور اُمید ہے کہ یہ سلسلہ
اُردو لٹریچر کے حق مین بہت کچھ مفید ثابت ہوگا - یونانی حکیمون اور طبیبون کے

حالات معلوم ہونے کی اُردو انشا پردازون کو بے انتہا ضرورت ہے۔ کیونکہ اُنکے نام وقتاً فوقتاً لیے جاتے ہین۔ اور کچھ ایسی مقبولیت رکھتے ہین کہ ہزارہا دفعہ ذکر آچکنے کے بعد بھی پُرانے نہین ہوتے۔ اسی سبب سے اس نمبر مین ہم جالینوس کے حالات بیان کرتے ہین جو قوم یونان کا آخری طبیب ہے۔ اور ایسا ہے کہ تمام ماسبق طبیبون پر ترجیح رکھتا ہے۔ ہمارے عوام بلکہ بہت سے خواص بھی جالینوس کا نام تو ہزارہا مرتبہ سُن چکے ہونگے اور صدہا مرتبہ خود اُنکی زبان پر آیا ہوگا۔ مگر اس بات کو بہت کم لوگ جانتے ہونگے کہ جالینوس تھا کون؟ کب تھا؟ کس پائے کا شخص تھا؟ اور اُس مین وہ کون سی چیز تھی جسکی وجہ سے اس قدر مقبول عام ہوگیا؟

اسی کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی اب ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ دلگداز مین تاریخی مذاق کسی قدر بڑھا دیا جائے۔ کیونکہ ملک و قوم مین بھی یہ مذاق اب بڑھتا جاتا ہے۔ شاید مناسب ہوگا کہ اُن خیالی مضامین کا سلسلہ ایک اعتدال کے ساتھ کم کر دیا جائے جن کو دلگداز کے ساتھ بہت کچھ خصوصیت رہی ہے اگرچہ بعض قدردان احباب اب بھی اُسی قسم کے مضامین زیادہ تر پسند کرتے ہین۔ مگر اہل ذوق کا غالب گروہ اُس محض لفظی خیال آرائی کو اب بے مزہ خیال کرتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہمین بھی اُسی قسم کے مضامین لکھنے مین زیادہ دشواریان پیش آتی ہین۔ اور جب تک دل و دماغ پریشان خیالی و مختلف ترددات سے خالی نہ ہون اُس قسم کا ایک جملہ لکھنا بھی دشواری سے خالی نہین ہوتا۔ طبیعت کی تھوڑی بدمزگی کی حالت مین بھی ہم اُس قسم کے مضامین لکھنے سے معذور ہو جاتے ہین۔ پھر اس محنت کے مقابل مین جب یہ نظر آتا ہے کہ موجودہ پبلک بھی انکو بے مزہ تصور کرتی ہے تو اور حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ اور بالکل بیموقع معلوم ہونے لگتا ہے کہ بیکار کی زحمت گوارا کرکے ہم ویسے مضامین لکھین جن کا پڑھنا قدردانون کے لیے دردسری سے خالی نہین ہوتا۔ اگرچہ چند اُن احباب کی دلچسپی کے لیے جو اُسی رنگ کے دلدادہ ہین ہم تھوڑا بہت سلسلہ اُن مضامین کا ضرور جاری رکھین گے۔

(ایک نئی قابل غور تجویز)

لیکن تاریخی مضامین کی ضرورت کے لیے دیکھا جائے تو دلگداز کا حصہ مضامین بالکل ناکافی ہے۔ صرف سولہ صفحے کی مقدار اس قدر کم ہے کہ کوئی مکمل اور اچھا ایک مضمون بھی تمام و کمال نہین آسکتا۔ اسکی کوئی تدبیر اس وقت تو ہمارے ہاتھ مین نہین ہے۔ لیکن اگر ہمارے عام قدردانون نے پسند فرمایا تو اس کا ایک معقول بندوبست اسی سال مین ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ دلگداز اسوقت تین جزون پر نکل رہا ہے۔ ایک جزو مضامین۔ ایک جزو ناول۔ اور ایک جزو تاریخ۔ سلیبی غالب اور زیادہ خریدار مکمل پرچہ یعنی تینون جزون کے ہین۔ اور دو سو کے قریب ایسے خریدار ہین جو تاریخ نہین لیتے اور صرف مضامین و ناول کے اجزا کو اُسی قدیم قیمت یعنی دو روپیہ سالانہ پر لے رہے ہین۔ یہ تاریخ غالباً اپریل ۱۹۰۵ء کے پرچے مین ختم ہو جائے گی۔ اُسکے بعد دو ہی باتین ہو سکتی ہین۔ یا تو یہ کہ موجودہ حالت کے مطابق کسی نئی تاریخ کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ یا یہ کہ وہ تاریخ والا جزو مضامین کے حصے مین ملا دیا جائے۔ اور اُسوقت سے مضامین عموماً دو جزون پر ہوا کرین۔ صرف ناول کا ایک جزو علٰحدہ رہا کرے۔ ہمارے خیال مین پبلک دلچسپی کے لحاظ سے تو زیادہ موزون یہ ہے کہ وہ جزو مضامین کی نذر کر دیا جائے۔ اور مضامین دو جز یعنی ۳۲ صفحون پر ہوا کرین۔ جو صاحب صرف مضامین کے دو جز لیا کرین اُن سے دو روپیہ سالانہ قیمت لی جایا کرے اور جو صاحب مع ناول لیا کرین اُن سے تین روپیہ سالانہ قیمت لی جائے۔ مگر ہمارے ذاتی فائدے اور تاجرانہ منفعت کے لحاظ سے یہ زیادہ سودمند ہے کہ حسب دستور موجودہ کوئی نئی تاریخ شروع کی جائے۔ تاہم ہم اپنے نفع سے زیادہ پبلک دلچسپی کے خواہشگار ہین۔

باوجود اسکے ہم بغیر عام رائے طلب کیے اور بغیر اپنے قدردانون کی مرضی دریافت کیے ایسی جرأت نہین کر سکتے۔ اسلیے کہ وہ حضرات یقیناً اس تجویز کو پسند فرمائین گے جو دلگداز کا مکمل پرچہ یعنی مع ناول و تاریخ لیتے ہین۔ لیکن ممکن ہے کہ جو حضرات تاریخ نہین لیتے اور صرف حصہ ہاے مضامین و ناول ہی کی قدردانی فرماتے ہین وہ تین روپے دے کے مکمل پرچہ لینا پسند نہ فرمائین۔ یا دو روپے مین

صرف دو جز مضامین کو نہ قبول کرین اور کہین کہ ہم ناول ضرور لین گے اور دو روپے سے زیادہ چندہ نہین دے سکتے۔

اسی خیال سے اس موقع پر بکمال ادب التماس ہے کہ دلگداز کے ناظرین اور ہمارے قدر افزا احباب ہمین مطلع فرمادین کہ آیا وہ اس بات کو پسند کرتے ہین کہ موجودہ سلسلۂ تاریخ کے ختم ہونے کے بعد (جس کو زیادہ سے زیادہ چار مہینے کا زمانہ درکار ہوگا) دلگداز کا حصۂ مضامین دو جز کردیا جائے؟ اور ناول کا ایک جزو بڑھاکے مکمل پرچے کی قیمت تین روپیہ سالانہ رکھی جائے۔ جو حضرات صرف مضامین کو لین اُن سے دو روپیہ قیمت لی جائے۔ اور جو حضرات صرف ناول لینا چاہین اُن سے ۱؍ سالانہ لیجئے جو قیمت کہ اب لی جاتی ہے۔ یا اُن کو اس قسم کی ترمیم نہین پسند ہے۔ بلکہ وہ حسب حالت موجودہ یہی فرماتے ہین کہ ایک جزو پر مضامین ہون۔ ایک پر ناول اور ایک پر تاریخ۔ مجھے امید ہے کہ قدردانان دلگداز اس بارۂ خاص مین ہمین جلد مشورہ دین گے۔ لیکن مشورہ دیتے وقت اس بات کا خیال رکھین کہ جب تک مضامین کے لیے کچھ اوراق نہ بڑھائے جائین گے دلگداز مین لطف نہین پیدا ہو سکتا۔ اُردو رسالون نے جو حالت اب پیدا کرلی ہے اُسکے لحاظ سے حصۂ مضامین کی زیادتی لازمی ہوگئی ہے۔ اور روز بروز زیادہ ضروری ہوجاتی ہے۔

لبِ گور ۱۹۰۵ء

سال حال کو اب سال حال نہ کہنا چاہیے کیونکہ چند ہی روز کا مہمان ہے۔ اب یہ چراغ سحری ہے۔ یا آفتاب لب بام۔ وہ جان بلب مریض ہے جسکے لیے تجہیز و تکفین کا سامان ہوچکا۔ اور پیر فانی ہے جو قبر مین پانون لٹکائے بیٹھا ہے۔ کل اس کا شمار اُن لوگون مین ہوگا جنھین دامن فردا اپنے آغوش مین لے چکا۔ اور جو عزلت کدۂ فنا مین اس طرح چھپ کے بیٹھے ہین کہ صرف نام تو لوح زمانہ پر لکھا رہ گیا مگر خود اُن کا کہین پتہ نہین۔ کل جب یہ گذری ہوئی کل کے دامن مین ہوگا اور ہمین آنیوالی کل اپنے آغوش مین لیگی اُسوقت ہم جس طرح گذری ہوئی کہانیان بیان کرنے مین دیگر سنین ماضیہ کا نام لین گے اُسی طرح اسکا بھی نام لین گے۔

انسان کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ موجودہ ہم صحبتون اور اسوقت کے ساتھ دینے والے رفیقون کی قدر نہین کرتا - اور اُن صحبتون اور دوستون کو حسرت و تاسف سے یاد کرتا ہے جو ساتھ چھوڑ کر چلے گئے - لہذا ہم نے چاہے اس کی موجودگی مین اسکی قدر نہ کی ہو مگر آیندہ قدر کرین گے - یہ ہمین یاد آئیگا - اور چونکہ ابھی نیا نیا داغ جدائی دے کے جا رہا ہے لہذا بار بار یاد آئیگا - اسکے جن کارنامون کی طرف اسکی موجودگی مین ہم نے توجہ نہین کی تھی اُنکی طرف اب توجہ کرین گے - گویا قطع نظری کی ایک زنبیل ہمارے پاس تھی جس مین سال کے ہر واقعے کو رکھتے چلے گئے - اور جس طرح کسی دولتمند مرنیوالے کے بعد اسکا وصیت نامہ کھولا جاتا ہے اُسی طرح اُسکی عمر پوری ہو جانے کے بعد ہم اس زنبیل کو کھولین گے - اور اُسوقت بیساختہ زبان سے نکلیگا کہ افسوس ہم نے اسکی قدر نہ کی -

انسان اور قریب قریب ساری مخلوق کی یہ حالت ہے کہ کوئی نہین جانتا کہ زندگی کا چراغ کب گُل ہوگا اور کس دن فرشتۂ اجل ہمین آزمائش گاہِ دنیا سے باہر نکالے گا - اس قطعی لاعلمی کی وجہ سے انسان کو سخت شکایت ہے کہ وہ ایک تنگ اور تیرہ و تار کوٹھری مین بند کر دیا گیا ہے - بہتون کو کہتے سنا ہوگا کہ اگر یہ معلوم ہوتا کہ موت کس دن آئے گی تو ہم جانے سے پہلے اپنے پسماندون اور دنیا کے کاروبار کا انصرام کر جاتے اور وہان جانے کے لیے بھی بخوبی تیار ہوتے - یہ لاعلمی ہی ہمین غفلت مین رکھتی ہے جسکی گھبراہٹ مین نہ یہان کا کام کرتے بنتی ہے اور نہ وہان کا کام کرتے - خلاصہ یہ کہ کچھ کرتے دھرتے بنتی ہی نہین - لیکن ہم کو تو ایسا نظر آتا ہے کہ یہ صرف ایک بہانہ ہے کیونکہ اور سب چیزون کے خلاف سال اور برس کی عمر ہمیشہ محدود و معین ہوتی ہے - گو ہم یہ نہین جانتے کہ اس سال کو جھیل جائین گے یا نہین - لیکن اتنا ضرور جانتے ہین کہ یہ برس کتنے دنون تک زندہ رہے گا - یہ اپنے جینے کے دن خدا کی درگاہ سے پوچھ کے آتا ہے اور آنے سے پہلے ہی سب کو گنوا دیا کرتا ہے - جسدن یہ اس صفحۂ ہستی مین آتا ہے اُسی دن ہم بتا دے سکتے ہین کہ فلان دن اور فلان تاریخ کو رخصت ہوگا - پھر اگر میعاد کے معین ہو جانے سے ہمین کسی قسم کا فائدہ پہونچ سکتا یا ہمین کسی

انجام پر نظر ڈالنے کی فکر ہو جاتی تو یہ ممکن نہ تھا کہ ہم اس سے رخصت ہونے کے لیے تیار نہ ہو جاتے۔ اپنا آخری وقت معلوم نہ تھا تو کیا ہوا ان برسوں کے رخصت ہونے کی گھڑی تو بخوبی جانتے تھے؟ مگر نہیں۔ ہم ان کے رخصت کرنے کے لیے بھی باوجود مدتوں پیشتر سے ٹھیک زمانہ جاننے کے ویسے ہی غیر تیار تھے جیسے کہ دنیا کو رخصت کرتے وقت غیر تیار رہوا کرتے ہیں۔ جس طرح دنیا چھوڑتے وقت ہم پچھتایا کرتے ہیں کہ ہائے کچھ نہ کیا۔ عمر بھر تضیع اوقات کی اور اب ناکام و نامراد جاتے ہیں۔ اُسی طرح ۱۹۰۵ء کو رخصت کرتے وقت پچھتا رہے ہیں کہ افسوس اسکی قیمتی گھڑیوں میں اگر ہم مستعدی سے کام لیتے تو کیا کچھ نہ کر لیتے۔ کاہلی اور سستی میں وقت گذرتا چلا گیا۔ اور ہم نہ سمجھے کہ کتنا بڑا نقصان کر رہے ہیں۔

اگر ہم اپنی ذاتی تکلیفوں اور خاص مصیبتوں سے قطع تعلق کر لیں تو یہ سال جو اب رخصت ہو رہا ہے بُرا نہ تھا۔ یہی ہمایوں فال سال ہے جس نے ہندوستان کو اپنے وارث تاج و تخت اور اپنی آیندہ ملکہ کا جلوہ دکھایا اور مرتے دم تک ہمیں ایسی خوشیوں اور جشنوں میں مشغول رکھا کہ وفور طرب سے ہمیں اس سے رخصت ہونے کا صدمہ بھی بہت کم محسوس ہوا۔ ایک حیثیت سے دیکھیے تو یہ برس گذشتہ سنین میں سب سے زیادہ عظمت رکھتا ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اسکا نام اہل مشرق کے بچے بچے کی زبان پر یاد رہے۔ یعنی یہی برس ہے جسنے انتہا درجے کی مایوسیوں کے بعد یکایک ثابت کر دیا کہ گو ارض مشرق کو اُلوالعزمانِ مغرب پامال کیے ڈالتے ہیں مگر پھر بھی مشرق مشرقِ اقبال ہے۔ جاپان کے ہیرو سے اس برس نے ثابت کر دیا اور دُنیا کو منوا دیا کہ اگر عشرت پرستی کے عیوب نہ ہوں اور جہالت کی نحوست نہ طاری ہو تو ایشیا والے بھی وہی کر سکتے ہیں جو یورپ کے لوگ کر رہے ہیں۔ چلتے چلاتے اسنے ہندوستان میں سودیشی کا ہنگامہ برپا کیا۔ گو یہ مسئلہ ناعاقبت اندیشی کے ایک ایسے جاہلانہ عنوان سے چھیڑا گیا کہ گورنمنٹ کی متانت میں فرق پڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ مگر سلطنت نے اس موقعے پر ویسا ہی استقلال دکھایا جیسے استقلال کی اُس سے اُمید تھی۔ اور اگر پولٹیکل اندیشوں کے پہلو نہ باقی رہیں تو پھر اس تحریک سے بہتر کوئی تدبیر ہندوستان کی فلاح و بہبود کی نہیں ہو سکتی۔ شاید بہتوں کے خیال میں

یہ بھی اس سال کی ایک بہت بڑی برکت ہو گی - مگر حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک کو ہم ابھی نہ اس سال کے منافع مین شامل کر سکتے ہین اور نہ اسکی مضرتون مین کیونکہ اسکا دارومدار اُن نتائج پر ہے جو کم از کم کئی سال مین ظاہر ہو سکتے ہین اور وہ نتائج دونون پہلو لیے ہوے ہین - ممکن ہے کہ سخت مضر ہون اور ممکن ہے کہ حد سے زیادہ مفید ہون - لہذا ہم اس چیز کو ابھی اس کا ایک ایسا کام خیال کرتے ہین جو معلق ہے -

بہرحال اے جان لب سنہ حال ہم تجھے خوشی سے رخصت کرتے ہین اور پسند نہین کرتے کہ تجھے رخصت کرتے وقت حرف شکایت زبان سے نکالین - یہ مناسب نہین کہ کسی کے غم مین اُسکی زندگی ہی مین مرثیہ پڑھا جائے - لہذا آیندہ سال کے ابتدائی دَور مین جب ہم اُسکی خوشیان منائین گے اور اُسکے استقبال کی طرف متوجہ ہونگے اُسی وقت تیرے فراق کا مرثیہ بھی پڑھ لین گے -

نیا سال اور نئی اُمنگین

لوگ اگلے زمانے سے دنیوی موت کی کیا اچھی تشبیہ دیتے چلے آئے ہین کہ قفس عنصری مین ایک طائر بند تھا - کھڑکی کھلی اور وہ طائر اُڑ گیا اسی طرح سال بسال اس دنیا سے ہزارہا چڑیان اُڑتی چلی جاتی ہین اور پتہ نہین چلتا کہ یہان سے جاکے کس دلکش مقام کو اپنا نشیمن قرار دیتی ہین - بعض اچھی اور پاک روحون کی نسبت معتبر مخبرون سے سُنا ہے کہ اُنھون نے جنت کے درختون کو اپنا مسکن قرار دیا - اور اُس بے غمی کے عالم مین آزادی و بیفکری سے اُڑتی پھرتی ہین - اور اُنھین کے حالات سُنکے ہمین ایسا خیال کرنے کا موقع ملتا ہے کہ ہمارے اکثر مسافر اُسی طرف گئے ہین - اُنھین مسافرون مین اب ۱۹۰۵ء بھی ہے جو یکم جنوری کی صبح کو ہنوز تارے اچھی طرح جھلملانے نہین پائے تھے اور نسیم صحن چمن مین اچھی طرح مست خرامی کی بہار نہین دکھا چکی تھی کہ کسی شوخ ادا معشوقہ بے وفا کی طرح ایک ہی جھٹکے مین ہمارے ہاتھ سے اپنا دامن چھڑا کے چلا گیا - اور اگر اعمال اچھے ہین تو اسنے بھی یقین ہے کہ شاخ طوبیٰ پر اپنا نشیمن بنایا ہو گا -

ہندوستان مین ہم بہت سے لوگون کو اس ستوتی مسافر عدم کا شاکی پاتے ہین اور اسی پر کیا منحصر ہے یہ بھی خاندان زمانہ کی ایک نہ بھولنے والی یادگار تھا۔ اور زمانہ وہ ہے کہ جسے ہماری دنیا والے قدیم الایام سے آج تک کوستے ہی رہے۔ ہمپر جتنی آفتین آئین۔ جتنی مصیبتین نازل ہوئین۔ جتنی ناکامیان ہوئین۔ اور جتنے صدمات سے سابقہ پڑا اُن سب کو ہم اسی کی سرد مہری اور اسی کی بے رحمی کا نتیجہ خیال کرتے رہے۔ ہم اپنے تمام دشمنون اور تمام ظلم کرنے والون کو بھول گئے اور سب کے مظالم کو اسی کے سر تھوپ دیا۔ اگر کسی دشمن نے ہمین ستایا تو ہم نے بجاے اُسکی شکایت کرنے کے اسی زمانے کا نام لیا۔ اگر کسی ستم شعار نے تیغ ناز کا بھرپور ہاتھ مارا تو ہم اسی زمانے کو کوس کے رہ گئے۔ تمام آفات ارضی و سماوی کو ہم زمانے کی کج ادائیان خیال کرتے رہے۔ اور عشق کی دُنیا مین تیر نگاہ۔ خنجرِ مژگان اور شمشیر ابرو کو ہم نے زمانے ہی کے جان ستان اسلحہ باور کیا۔

ہمارے ہادی اور ہمارے سچے شارع نے صراحۃً و توضیحاً سے بتا دیا اور ہماری بے اصل بدگمانیون کے روکنے کے لیے خداوند جل و علا کا یہ ارشاد پکار کے سُنا دیا کہ "لا تسبوا الدہر انا الدہر" (یعنی زمانے کو نہ کوسو۔ مین ہی زمانہ ہون) مگر ہم بھلا کب ماننے والے تھے؟ شاید ظہور اسلام سے پیشتر ہمارے شعرا اور ہمارے انشا پردازون نے زمانے کو اتنا نہ کوسا ہوگا جتنا کہ طلوع نیر اسلام اور اس فرمانِ واجب الاذعانِ ربانی کے سُن لینے کے بعد ہم نے زمانے کو بُرا بھلا کہا۔

پھر یہ ۱۹۰۵ء بھی جب زمانے ہی کی نسل سے ہے اور اُسی کی اولاد مین شمار کیا جاتا ہے تو بھلا کیونکر ممکن تھا کہ اپنے خاندانی ورثے کو نہ پاتا؟ اور اُسی طرح طرح نہ کوسا جاتا جس طرح کہ اسکے آبا و اجداد ہمیشہ کوسے جایا کیے ہین؟ سچ تو یہ ہے کہ اگر ہم گھڑی بھر کے لیے غور کرین تو صاف نظر آجائے کہ دُنیا مین سب سے بڑا مظلوم زمانہ ہے۔ کوئی کسی پر ظلم کرے۔ کسی کے ہاتھ سے کسی کو دُکھ پہونچے نام اسی بدنصیب کا بدنام ہوتا ہے۔ ایک لشکر کو دوسرے لشکر سے شکست ہوتی ہے۔ اور شکست خوردہ فوج کے بقیۃ السیف لوگ ٹھنڈی سانسین بھر بھر کے کہتے ہین کہ آہ زمانے نے دغا دی۔ ایک جہاز سمندر مین ڈوبتا ہے۔ یا کسی شہر کو زلزلہ۔ سیلاب

آندھی یا قحط تباہ کرتے ہین اور لوگ ہی کہہ کہہ کے روتے ہین کہ افسوس زمانے نے نامساعدت کی۔ اُس بوڑھے ازکار رفتہ باپ کے دامن آرزو سے دست قضا نے جوان اور لائق بیٹے کو چھین لیا۔ اور اُس نوعمر حسینہ کے تمام سُہاگ ظالم ہوگی نے نوعمری ہی کے زمانے مین مٹا دیے۔ مگر دونون اِسی زمانے کو گالیان دیتے اور اسی کو اپنا ظالم ستانے والا بتاتے ہین۔

بخلاف اسکے اصلیت یہ ہے کہ زمانے نے دنیا کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا اور کرتا ہے۔ اور گو جزئی طور پر کسی شخص یا کسی قوم اور کسی ملک کو کسی ذاتی عیب و نقصان کے باعث ضرر پہونچ جاتا ہو مگر مجموعی حیثیت سے دنیا کو ترقی و عروج ہی حاصل ہوتا رہتا ہے۔ سب دیکھ رہے ہین کہ اس گذشتہ و مرحوم سال کے وقت تک دنیا کس قدر ترقی کر آئی تھی۔ بیشک بعض نازک خیال شعرا اور بعض سادہ مزاج فلسفیون کا خیال ہے کہ انسانی کاریگری نے دنیا کی اچھوتی زمینون کو بھدا اور خراب کر ڈالا۔ مگر اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہین نکالا جا سکتا کہ زمانہ ظالم ہے۔ یا اُسکی بے رحمی سے ہمارے اس خاکی وطن کو کسی قسم کا ضرر پہونچ گیا۔ وہ لوگ جو زمانے کو کوستے ہین انتہا درجے کے تنگ خیال ہین۔ تمھین اگر زمانے کی نیکیون اور اُسکے اچھے سلوکون کا اندازہ کرنا ہو تو دیکھو کہ سائنس کا فن جسکے رموز مساعدت زمانہ ہی سے انسان کو حاصل ہوتے ہین کیسے کیسے معجزات دکھا رہا ہے۔ اور اُسکی بدولت نوع انسانی کن کن چیزون پر تصرف کر رہی ہے۔ اور کیسے کیسے فائدے اُٹھا رہی ہے۔ ہماری آباد دنیا۔ ہماری عمارتین اور صنعتین سب زمانے ہی کی اُستادی کے برکات ہین۔

ہان یہ اختلاف اور بیمہری کرتا ہے۔ مگر صرف اُن لوگون کے ساتھ جو اس سے اختلاف کرتے ہین۔ اور ستاتا ہے مگر اُنھین ناقصون کو جو اُسکے منشا کے خلاف اور اُسکے احکام سے انحراف کرنے مین مصر ہین۔ لہذا جو مٹے اُنھین اس نے نہین مٹایا بلکہ خود اپنے ہاتھون سے مٹ گئے۔ اور جو تباہ ہوے اُنھین اس نے نہین تباہ کیا بلکہ خود اپنے ہاتھون سے تباہ ہوے۔

دنیا کی موجودہ حالت اور خاصۃً ہندوستان کی فی الحال اس امر کا کافی ثبوت دے رہی ہے۔ ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ جو محنت کرتے ہین وہ کامیاب ہوتے ہین۔

جو قوم رفتار زمانہ پر چلنے مین جتنی زیادہ سرگرمی دکھاتی ہے اُسی قدر سرسبز و بامراد ثابت ہوتی ہے۔ اور جو قوم زمانے کے خلاف چل کے اُسے اپنی طرف کھینچنا چاہتی ہے وہ نامراد و پامال ہوتی ہے۔ جو بوتے ہین کھیت کاٹتے ہین۔ جو سینچتے ہین پھل کھاتے ہین۔ اسی ضمن مین اگر تم سال گذشتہ کی حالت کا اندازہ کروگے تو نظر آجائیگا کہ ہم مین سے جو لوگ زمانے کے تقاضے پر چلے کامیاب ہوے۔ جنھون نے جی توڑ کے محنت کی اور باہمی قوت کو مجتمع کرکے کسی موافق زمانہ غرض کو حاصل کرنا چاہا مقصد ور ہوے۔ اور جنھون نے زمانے کے رنگ و حالت کی طرف سے بے پروائی کی نامراد رہے اور روز بروز ادبار کے گڑھے مین گرتے گئے۔

دنیا مین اصول ہے کہ دُنیا سے گذر جانے والے کو کلمات خیر سے یاد کرتے ہین۔ اُسکے معائب سے قطع نظر کرلیتے ہین اور اُسکے محاسن کو بار بار یاد کرتے اور صحبتون مین بیٹھ کے سُنتے سُناتے ہین۔ اگر اسی اصول پر مرحوم ۱۹۰۵ء کے متعلق بھی ہم عمل کرین تو اُمید ہے کہ کامیابی کی منزل کا آدھا راستہ طے کرلیجائین گے۔ کیونکہ جب ہمارا خیال زمانے اور گذشتہ سنہ کے کوسنے کی طرف سے ہٹے گا تو خواہ مخواہ ہم گذشتہ باتون سے قطع تعلق کرکے موجودہ سنہ اور موجودہ حالت کی طرف توجہ کرین گے۔ اور کوشش کرین گے کہ اگر گذشتہ سنہ سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکے تو سنہ رواں کی برکتون سے محروم نہ رہین۔ اور اس سال تضیع اوقات نہ کرین۔

گذشتہ سنہ مین ایک نیا انقلاب خاص زمانے کے متعلق یہ ہوا تھا کہ سنہ محمدی جسکے موجد و مخترع مولوی نظام الدین حسن صاحب معین المہام ریاست بھوپال ہین علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کے حکم سے ریاست بھوپال کے سرکاری دفاتر و حسابات مین شامل ہوگیا۔ جس کی پہلی برکت یہ ہے کہ منشی رحمت اللہ صاحب رعد کی نامی گرامی جنتری مین اب کی سال ہم سنہ محمدی کو بھی داخل پاتے ہین۔

خاتمے پر ہمین اپنی قوم کو پھر مطلع کردینا چاہیے کہ یہ شروع سال کا زمانہ صرف ایک دوسرے کو سالِ نو پر مبارک باد دینے مین نہ صرف کردینا چاہیے بلکہ اہل اسلام کے سنہ ہجری کی طرح ہم سے بدنصیبون کو اپنا سال غم و الم اور گریہ و ماتم ہی سے شروع کرنا چاہیے۔ تاکہ جس قدر زندگی بیکاری و لہو و لعب مین بسر کی ہے اُسے

چھوڑ کے کچھ کرنے اور وقت کی قدر و قیمت جاننے کی طرف مصروف ہو سکیں غم سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام پر نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اُنھیں اللہ جل شانہٗ نے ہر قسم کے فضائل و مناقب عطا فرمائے۔ اُن کا مرتبہ بلند کیا۔ اور اُنھیں نوجوانانِ جنت کا سردار بنا دیا۔ لہذا حقیقۃً یہ غم اُنکے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے اور اپنی حالت پر ہے کہ افسوس زندگی بیکار ضائع کی اور کچھ نہ کیا۔

نیا سال اور نئی اُمنگ

دوستو! سال پلٹ گیا۔ اگر گذشتہ سال کو ہم نے رخصت نہیں کیا تو اس نئے سال کا خیر مقدم تو ادا کر دیں۔ اور ہم ہی پر موقوف نہیں زمانے کا رنگ ہی کچھ ایسا ہو رہا ہے۔ بیوفائی اور احسان فراموشی اس قدر بڑھتی جاتی ہے کہ اب زبردست آنے والوں کا استقبال جس دھوم دھام سے کیا جاتا ہے جانے والے اُس سرگرمی وجوش سے رخصت نہیں کیے جاتے۔ اگلی شرافتوں پر خاک پڑتی جاتی ہے۔ وہ بے لوث اور خلوص کی محبتیں دنیا سے مٹتی جاتی ہیں۔ اور صرف مُنہ دیکھے کی محبت اور غرض پرستی کا اخلاق رہ گیا ہے تو پھر یہ ہماری فروگذاشت کہ مرحوم سنہ ۱۹۰۶ء کی رخصت میں ایک کلمہ بھی زبان سے نہ نکالا اور نئے حکمران زمانے سنہ ۱۹۰۷ء کو مرحبا اور خوش آمدی کہنے لگے۔ چاہے اگلے مرحوم و مغفور شرفا کے مذاق میں بڑا فرق ہو مگر موجودہ زمانے کا رنگ دیکھتے بے موقع اور ناموزوں نہیں ہے۔ ہماری حالت تو اب یہ ہو رہی ہے کہ یہ بھی غنیمت ہے کہ کچھ خوف خدا کر کے سنہ گذشتہ کی شکایتوں کا دفتر نہیں کھولتے۔ اور اتنا خیال دل میں باقی ہے کہ مرے ہوؤں کا ذکر خیر سے کرنا چاہیے۔

خیر اب ان باتوں کو چھوڑ کے نئے سال سے معانقۂ استقبال کرنا چاہیے۔ یوں تو اب قریب قریب ہر سال اپنے ورود کے وقت کسی نئے جشن طرب کا سامان کر دیا کرتا ہے۔ اور بعد چاہے جو کچھ ہو۔ قحط ہو۔ طاعون ہو۔ آفت ہو۔ مصیبت ہو۔ مگر ابتدا مزید اریوں ہی سے ہوا کرتی ہے۔ یہی شروع سال کا زمانہ تھا جب ہم نے شہنشاہ کا جشن تاجپوشی منایا۔ یہی موسم اور یہی دن تھے کہ پارسال اسی

غریق رحمت ۱۹۰۶ء کی ابتدا مین ہم نے اپنے ولیعہد سلطنت پرنس آف ویلز کے دیدار سے آنکھین ٹھنڈی کین - اور اپنی حیثیت و حالت سے بڑھ کے جوش انبساط کا تماشا دیکھا اور دکھایا - بلکہ یون کہنا چاہیے کہ جوش مسرت سے یہان تک بیخود ہوے کہ بعض حالتون مین گھر پھونک کے تماشا دیکھنے کو تیار ہوگئے - علیٰ ہذا القیاس ۱۹۰۷ء بھی آتے ہی تاجدار دولت خداداد افغانستان امیر حبیب اللہ خان دام اقبالہٗ کو اپنے ساتھ لایا ہے - اور ہندوستان پھر وہی شروع سال کی کرشمہ سازیون پر فریفتہ ہوکے اپنی خودی کو بھولا جاتا ہے -

شاہ کابل ابقاہ اللہ الی یوم القرار نے اپنے اخلاق - اپنی دینی سرگرمی - اپنی بے تعصبی - اور اپنی ذرہ نوازیون سے یہی نہین کیا کہ اولیاے سلف کے بعض مزارون پر رونق آگئی اور مسجدون کی چہل پہل یکایک بڑھ گئی - اور مسلمانون مین غیر معمولی جوش و خروش پیدا ہوگیا - بلکہ انکی رعایا پروری اور بے تعصبی نے ہندوؤن کو مسلمانون سے زیادہ اپنا گرویدہ بنالیا - اور مسلمانون سے زیادہ جوش استقبال دکھانے کو ہندو تیار ہین - اور کیا عجب کہ امیر کا یہ سفر ہندو مسلمانون کے اتحاد و اتفاق کا ایک اعلیٰ اور زبردست ذریعہ بن جائے - جس امر کی امیر صاحب نے مختلف اوقات مین اور نیز اپنے طرز عمل سے بارہا کوشش کی ہے - ہندو مسلمانون کے باہمی تعلقات چند روز سے بہت خراب ہو رہے ہین اور روز بروز زیادہ خراب ہوتے جاتے ہین - اگر فرمان روائے کابل جو باوجود ہمارے ایک پڑوسی تاجدار ہونے کے ناصح مشفق بن کے ہمارے وطن مین تشریف لائے ہین اپنی یادگار مین یہ اتفاق و اتحاد کی برکت ہم مین چھوڑ جائین تو واقعی ہم بڑے خوش نصیب ہین - اور یہ کہنے کو تیار ہین کہ ۱۹۰۷ء سے اچھا اور مبارک برس ہندوستان کو صدیون سے دیکھنا نہین نصیب ہوا تھا -

لیکن اگر اس اتحاد کو استقلال نہ ہو تو بھی اس مین شک نہین کہ امیر کی آمد سے ایک بہت ہی بڑا اہم مسئلہ صفائی کے ساتھ ثابت ہوگیا - وہ یہ کہ انگریزی حکام نے تو ہمیشہ اتحاد و اتفاق کی ہمین نصیحت کی - مگر انگریزی مورخین نے اور خصوص ان مصنفین تاریخ نے جن کی کتابین ہمارے مدارس تعلیم مین لازمی قرار دیگئی ہین - ہندو

مسلمانون کے درمیان بغض و عناد کا بیج بونے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا تھا تعلیمیافتہ نوجوانون کی حالت دیکھ کے لوگون کو قریب قریب یقین ہوگیا تھا کہ اُن مصنفون کا پورا جادو چل گیا - اور ایک ایسے اختلاف کی بنیاد پڑ گئی جو قیامت تک دُور نہ ہوسکے گا - اور اب کے بچھڑے ہوے ابنائے وطن یعنی ہندو مسلمان اُس عالم مین جاکے بھی شاید مل کے نہ رہ سکین گے - یا تو ہمارے دلون پر یہ اثر پڑا ہوا تھا - ہم اپنی بدقسمتی پر آنسو بہا رہے تھے اور ہمیشہ کے لیے مایوس ہوگئے تھے یا یکایک حضرت امیر کے ورود باجود کے ساتھ ہی وہ اندیشے ایک آن واحد مین کافور ہوگئے اور نظر آگیا کہ اگر خوش قسمتی کی گھڑی آجائے تو یہ سارے جھگڑے بکھیڑے ایک آنِ واحد مین دُور ہوسکتے ہین - اور فتنہ پردازون کا فتنہ ایسا نہین ہے کہ دُور نہ ہوسکے - غرض یہ اطمینان بھی بہت بڑی چیز ہے اور ایسی چیز ہے کہ امیر کی آمد کو ہندوستان کبھی نہ بھولے گا -

اب ہم ان رموزِ خسروان کو بھی چھوڑ کے اپنی طرف توجہ کرتے اور آپ بیتی سُناتے ہین - دلگداز کا انتظام ۱۹۰۶ء کے نصف اخیر مین نہایت خراب رہا اور پرچہ وقت پر شایع نہ ہوسکا - علی الخصوص اکتوبر - نومبر اور دسمبر ۱۹۰۶ء کے پرچے فروری ۱۹۰۷ء کی ابتدا مین شائع ہوے - اس مین ابتداءً تو کاتب کے بدل جانے پہلے کاتب کے چلے جانے اور دوسرے کاتب کے دیر مین دستیاب ہونے کو دخل تھا اور بعد اسکے خود ہماری اور ہمارے گھر بھر کی بیماری کو جسکے باعث ہم اکثر خطون کا جواب بھی وقت پر نہ دے سکے - ہمارے قدرافزاؤن اور پرانے دوستون کو شکایت ہے اور بجا شکایت ہے - لیکن وہ جانتے ہین کہ دوستون سے دوستانہ شکایتین معاف کرا لینے مین بھی ہمین اچھی مشق ہے -

آغائی صاحب کی لائف کا سلسلہ گذشتہ تین مہینون مین ایک مجبوری سے روک دیا گیا - کیونکہ بعض حالات کے دریافت کرنے مین ہمین دشواریان پیش آئین - اب ہم اُس سلسلے کو پھر شروع کرین گے اور کوشش کرین گے کہ جلدی ختم کردین - بعض حضرات آغائی صاحب کی لائف کو ناپسند کرتے ہین اور اصرار کر رہے ہین کہ یہ سلسلہ ناتمام ہی چھوڑ دیا جائے - مگر نہین - ہم آغائی صاحب کو جزئی واقعات سے قطع

تعلق کرکے مجموعی طور پر بہت قابلِ قدر اور لکھنؤ کا فخر خیال کرتے ہین - اور لغزشون سے جو زندگی بھر بچا رہا وہ انسان نہین - ہر شخص کو اُس طبقے مین رکھکے دیکھنا چاہیے جس مین وہ تھا - اور اس بات کا لحاظ کرنا چاہیے کہ اُسکی ذات سے دُنیا نے کیا نفع اُٹھایا -

ہم کہان تھے اور کہان ہین؟

زمانہ کبھی کسی کو ایک حال پر قرار نہین لینے دیتا - دلگداز ہی کو دیکھیے کہ پہلے لکھنؤ مین تھا - ۱۸۸۹ء مین حیدرآباد فرخندہ بنیاد مین آیا - اسکے بعد کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ ۱۹۰۰ء مین پھر لکھنؤ پہونچا - وہان سردھری زمانہ سے کبھی بنا اور کبھی بگڑا - گرا اور پھر اُٹھا - نظرون سے غائب ہوا - اور یکایک پھر نظر آیا - اور آخر ہم نے عہد کرلیا کہ اب پانؤن توڑکر لکھنؤ ہی مین بیٹھین گے - لیکن عہدون کا کرلینا آسان ہے اور نباہنا مشکل - ہم تو نباہین مگر زمانہ بھی نباہنے دے - عالیجناب مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ مدار المہام سرکار عالی کی قدر افزائی اور مولوی محمد عزیز مرزا صاحب معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ کی محبت و عنایت پھر کشان کشان اُسی سوادِ دکن مین لے آئی جسے اپنی ناقدری سے چھوڑکے چلے گئے تھے - خلاصہ یہ کہ دلگداز اب پھر حیدرآباد مین ہے - اور اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی مدظلہ العالی دام اقبالہٗ کے دامنِ عافیت مین -

دلگداز درد و غم کے قصے سنانے اور آوارہ گردی و صحرا نوردی کی داستانین بیان کرنے مین خاص دلچسپی رکھتا ہے - اور اسی رنگ نے اُسکی آہ مین ایک اثر پیدا کردیا ہے - ایسی صورت مین ممکن نہ تھا کہ جس کہانی کو وہ بار بار سُنایا کرتا ہے اُسکی کچھ کیفیت خود اُسکی زندگی مین بھی نہ پیدا ہوجائے - وہ دوسرون کی آوارہ گردی بیان کرتا ہے تو خود اُسے بھی کسی نہ کسی حد تک آوارہ گرد ہونا چاہیے تھا - پھر بھلا کیونکر ممکن ہے کہ ہم کسی جگہ بیٹھنا چاہین اور بیٹھ سکین ؟

خدا سے امید ہے کہ اب ہمین کسی دوسرے انقلاب اور تغیر سے سابقہ نہ پڑیگا کیونکہ مربیون اور سرپرستون کے ازدیادِ دولت سے خود اُسکی وضع و حالت مین

ترقی ہونے کی اُمید کوئی بیجا اُمید نہین ہے۔

دلگداز اسی تبدیل مقام و مکان اور صدہا قسم کے دیگر ترددات کی وجہ سے پورے ایک سال تک بند رہا۔ لکھنؤ مین ۱۹۰۷ء کے ماہ جون تک نکل کے بند ہوا تھا اب جولائی ۱۹۰۸ء سے پھر جاری کیا جاتا ہے۔ جن احباب اور قدردانون کا حساب جون ۱۹۰۸ء مین ناتمام چھوٹا تھا اُنکے حساب کا تکملہ ۱۹۰۸ء یعنی موجودہ سال کی آخری ششماہی مین ہو جائیگا۔

جو اخبار اور رسالے مبادلے مین جاری رہے اُنکے معزز ایڈیٹرون کے ہم نہایت شکرگزار ہین۔ اور جن حضرات نے تبادلے مین پرچہ بند کر دیا اُنکی خدمت مین یہ پرچہ بھیج کے التماس ہے کہ براہِ عنایت اپنا پرچہ "حیدرآباد دکن۔ محلہ فیل خانہ" کے پتے پر جاری فرما کے رہین منت فرمائین۔

مشاہیر اسلام کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور امام ابوالحسن اشعری کی سوانحعمری چند ماہ بعد اپنے قدردانون کے ہاتھ مین پہونچ جائے گی۔

۱۹۰۸ء اور دلگداز

۱۹۰۸ء خدا حافظ! اور ۱۹۰۹ء مرحبا۔ مرحبا۔ تعال۔ تعال۔ میان جانے والے جاؤ۔ مگر ہمین بھول نہ جانا۔ تم سے بس اتنی ہی التجا ہے کہ تمھارے جریدے پر ہمارا نام ثبت رہے۔ اور میان آنے والے آؤ۔ مگر ذرا غریبون کا خیال رہے۔ ساری اُمیدین اور کُل آرزوئین اب تمھاری ہی ذات سے وابستہ ہین۔ اور کامیابی کا تاج پہنانے والے یا ناکامی و نامرادی کے گڑھے مین ڈھکیلنے والے جو کچھ ہو تم ہی ہو۔ یہ نہ سمجھو کہ ۱۹۰۷ء کو جو ہم نے خدا حافظ کہہ کے رخصت کر دیا ہے تو ٹھنڈے کلیجے رخصت کیا ہے۔ یہ نہ خیال کرو کہ اس نے ہمارے ساتھ کوئی اچھا سلوک کیا تھا اور اب ہمین تمھاری مزید عنایت کی ضرورت نہین۔ نہین ہم سے زیادہ مستحق تمھین کوئی نہ ملیگا۔ اگر مظلوم کے حال پر رحم کرنا اور مصیبت زدہ کو آفت سے نکالنا کوئی اچھا کام ہے تو دلگداز سب سے زیادہ مظلوم اور سب سے پہلے تمھاری عنایت اور تمھارے لطف و کرم کا مستحق ہے۔

ذرا اسکی سرگذشت تو سنو - گو یہ ایک داستان غم ہے - مگر داستان غم ہی مزے کی بھی ہوتی ہے - اور کچھ ایسی ہی باتین دل مین بھی لگتی ہین - آج سے بائیس سال پہلے جبکہ یہ بیسوین صدی شروع نہین ہوئی تھی - اور ایک تمھارے ماسبق نائب زمانہ ۱۸۸۷ء کا عمل تھا - دلگداز لکھنؤ سے جاری ہوا - اسکی اُسوقت کی آب و تاب - چمک دمک - اور دلفریبی و رعنائی دیکھنے کے لائق تھی - اور اسکی اُسوقت کی میٹھی اور دل مین اُتر جانے والی باتین سننے کے قابل تھین - اُسوقت یہ صرف ۱۶ صفحون کا رسالہ تھا - مگر وہ سولہ صفحے جن پر فقط عاشقانہ مضامین اور خیال آرائی و خیال آفرینی کے کرشمے ہوا کرتے تھے - کیا کہین کہ کیسے پُر لطف - پُر مذاق اور سراپا سوز و گداز ہوتے تھے - چند ہی روز مین اسکی دھوم مچ گئی - اور ہر اُردو زبان مین مذاق رکھنے والا اس کا دلدادہ و شیدا ہو گیا - غرض ۱۸۸۷ء ہر طرح اسکے حال پر شفیق و مہربان تھا - اور اُس مرحوم سنہ سے کوئی شکایت نہین -

یہان تک کہ ہم نے آنسو بہا بہا کے اُس سنہ کو الوداع کہی اور ۱۸۸۸ء کا خیر مقدم ادا کیا - وہ پہلے مربی سے بھی زیادہ مہربان ثابت ہوا - اسکے شروع ہوتے ہی دلگداز مین ۱۶ صفحات مضامین پر ناول کے ۱۶ صفحے اضافہ کیے گئے - پرچہ دو جز کا ہو گیا - اور اس دلچسپ اضافے سے اسکی مرجعیت و رونق اور بڑھ گئی - ہر طرف اسکے لیے دست شوق پھیلے ہوئے تھے - انتظار کی آنکھین کسی روئے زیبا کی طرح ہر گھڑی اسکی طرف لگی رہتی تھین - ۱۸۸۸ء کی مہربانیون نے اسکی بنیاد ایسی مضبوط جما دی تھی کہ اُسکے بعد دو سال یعنی ۱۸۸۹ء و ۱۸۹۰ء دلگداز کے لیے شادمانی و کامرانی ہی کے برس رہے - ہندوستان مین ہر طرف دلگداز ہی کا چرچا تھا - اُسوقت نہ کوئی ایسا رسالہ ملک مین جاری تھا جو دلگداز کا مقابلہ کر سکے اور نہ کوئی زبان کا رسیا تھا جسے بغیر دلگداز کی صورت زیبا دیکھے چین آئے - اسکے مضامین کی ہر طرف دھوم تھی - اور اسکے ناول اُردو لٹریچر - قومی جوش - اور تاریخی دلفریبیون کے ایسے نمونے تھے کہ ہر زبان پر اُن کا چرچا تھا - اور ہر گھر مین اُن کا تذکرہ -

اب ۱۸۹۱ء آیا - اور اُسکے ماہ اپریل مین ہمین پہلے پہل ایک خاص ضرورت سے حیدرآباد فرخندہ بنیاد مین آنا اور نواب وقار الامرا بہادر کی مہربانیون سے یہان

رُک جانا پڑا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ دلگداز کی اشاعت رُک گئی۔ نواب وقار الامرا بہادر اُن دنوں مین الہام تھے۔ اور ہم سے اُنھون نے خواہش کی کہ اُنکے صاحبزادے نواب ولی الدین خان بہادر کی شرقی تعلیم کی نگرانی کے لیے ولایت جائین۔ ہمین سفر ولایت کے شوق مین پرچہ اور مطبع کو بند کرکے مستعد ہو جانا پڑا۔ مگر جب ہم گھوڑے بھیج چکے تو روانگی کا مسئلہ حیز التوا مین پڑگیا اور ہمارے لیے سوا سونے کے کوئی مشغلہ نہ تھا۔ اسی لیت و لعل مین جب دو سال گذر گئے تو ہم نے نا اُمید ہو کے ۱۸۹۳ء مین لکھنؤ سے پھر دلگداز کو جاری کر دیا۔ مگر اب یہ حالت تھی کہ ہم حیدرآباد مین تھے اور دلگداز لکھنؤ سے نکل رہا تھا۔ لیکن اُسے شایع ہوے صرف نو مہینے گذرے تھے کہ ہمین یکایک روانگی انگلستان کا حکم ملا۔ ہم نے حکم ملنے کے پندرہ ہی روز بعد "بسم اللہ مجریہا و مرساہا" کہا۔ جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ اور دلگداز کی کشتی بیچ منجدھار مین پڑکے ڈگمگائی اور ڈوب گئی۔

ولایت سے واپس آنے کے بعد ہم نے ۱۸۹۸ء سے پھر دلگداز جاری کیا۔ لیکن گیارہ پرچے شایع ہونے پائے تھے کہ جناب سکینہ بنت حسینؑ کی سوانحعمری پر جو دلگداز مین شایع ہو رہی تھی عوام کالانعام مین ایک شورش پیدا ہوئی۔ اگرچہ گورنمنٹ نظام نے اپنی روشن خیالی سے کسی قسم کی مزاحمت نہین کی مگر پرائیویٹ طور پر ہمین مشورہ دیا گیا کہ اُس مضمون کے مابقی حصے کو ہم روک دین اور اسکے عوض ہم دیگر مضامین شایع کرین۔ مگر ہم اسکے بھی متحمل نہ ہو سکے اور ہم نے یہ کہکے دلگداز ہی بند کر دیا کہ جب سکینہ بنت حسینؑ کے مضمون کا مابقی حصہ شایع ہوگا تب ہی دلگداز بھی شایع ہوگا۔ اسکے بعد پورے ایک برس ہم حیدرآباد مین رہے اور دلگداز بند رہا۔ ۱۹۰۰ء مین ہمین نواب وقار الامرا بہادر نے اجازت دی کہ جب تک چاہین لکھنؤ مین رہ کے اُنکے خدمات بجا لائین۔ چنانچہ ہم لکھنؤ گئے۔ اور سب سے پہلے وہان پہونچ کے ۱۸۹۸ء کا بارہوان نمبر شایع کیا جسمین حضرت سکینہ بنت حسینؑ کی سوانح عمری کا باقیماندہ حصہ تھا۔ اور اسکے بعد جنوری ۱۹۰۰ء سے پھر اشاعت دلگداز کا سلسلہ لکھنؤ سے جاری ہوگیا۔

اب پھر دلگداز اُسی آب و تاب سے نکلا۔ اور اُسکے مضامین پھر اُسی طرح پبلک مین زندہ دلی پیدا کرنے لگے۔ اب دلگداز کے تاریخی ناولون نے ملک مین تاریخ کا اس قدر زیادہ مذاق پیدا کر دیا تھا کہ دلگداز مین تاریخ کے سولہ صفحے بڑھانے کی ضرورت

ذرا اسکی سرگذشت تو سنو - گو یہ ایک داستان غم ہے - مگر داستان غم ہی مزے کی بھی ہوتی ہے - اور کچھ ایسی ہی باتین دل مین بھی لگتی ہین - آج سے بائیس سال پہلے جبکہ یہ بیسوین صدی شروع نہین ہوئی تھی - اور ایک تمھارے ماسبق نائب زمانہ ۱۸۸۷ء کا عمل تھا - دلگداز لکھنؤ سے جاری ہوا - اسکی اُسوقت کی آب و تاب - چمک دمک - اور دلفریبی و رعنائی دیکھنے کے لائق تھی - اور اسکی اُسوقت کی میٹھی اور دل مین اُتر جانے والی باتین سننے کے قابل تھین - اُسوقت یہ صرف ۱۶ صفحون کا رسالہ تھا - مگر وہ سولہ صفحے جن پر فقط عاشقانہ مضامین اور خیال آرائی و خیال آفرینی کے کرشمے ہوا کرتے تھے - کیا کہین کہ کیسے پُر لطف - پُر مذاق اور سراپا سوز و گداز ہوتے تھے - چند ہی روز مین اسکی دھوم مچ گئی - اور ہر اُردو زبان مین مذاق رکھنے والا اس کا دلدادہ و شیدا ہو گیا - غرض ۱۸۸۷ء ہر طرح اسکے حال پر شفیق و مہربان تھا - اور اُس مرحوم سنہ سے کوئی شکایت نہین -

یہان تک کہ ہم نے آنسو بہا بہا کے اُس سنہ کو الوداع کہی اور ۱۸۸۸ء کا خیر مقدم ادا کیا - وہ پہلے مربی سے بھی زیادہ مہربان ثابت ہوا - اسکے شروع ہوتے ہی دلگداز مین ۱۶ صفحات مضامین پر ناول کے ۱۶ صفحے اضافہ کیے گئے - پرچہ دو جز کا ہو گیا - اور اس دلچسپ اضافے سے اسکی مرغوبیت و رونق اور بڑھ گئی - ہر طرف اسکے لیے دست شوق پھیلے ہوئے تھے - انتظار کی آنکھین کسی روئے زیبا کی طرح ہر گھڑی اسکی طرف لگی رہتی تھین - ۱۸۸۸ء کی مہربانیون نے اسکی بنیاد ایسی مضبوط جما دی تھی کہ اُسکے بعد دو سال یعنی ۱۸۸۹ء و ۱۸۹۰ء دلگداز کے لیے شادمانی و کامرانی ہی کے برس رہے - ہندوستان مین ہر طرف دلگداز ہی کا چرچا تھا - اُسوقت نہ کوئی ایسا رسالہ ملک مین جاری تھا جو دلگداز کا مقابلہ کر سکے اور نہ کوئی زبان کا رسیا تھا جسے بغیر دلگداز کی صورت زیبا دیکھے چین آئے - اسکے مضامین کی ہر طرف دھوم تھی - اور اسکے ناول اُردو لٹریچر - قومی جوش - اور تاریخی دلفریبیون کے ایسے نمونے تھے کہ ہر زبان پر اُن کا چرچا تھا - اور ہر گھر مین اُن کا تذکرہ -

اب ۱۸۹۱ء آیا - اور اُسکے ماہ اپریل مین ہمین پہلے پہل ایک خاص ضرورت سے حیدرآباد فرخندہ بنیاد مین آنا اور نواب وقار الامرا بہادر کی مہربانیون سے یہان

رُک جانا پڑا - اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ دلگداز کی اشاعت رُک گئی - نواب وقار الامرا بہادر اُن دنون معین المہام تھے - اور ہم سے اُنھون نے خواہش کی کہ اُنکے صاحبزادے نواب ولی الدین خان بہادر کی مشرقی تعلیم کی نگرانی کے لیے ولایت جائین - ہمین سفر ولایت کے شوق مین پرچہ اور مطبع کو بند کرکے مستعد ہو جانا پڑا - مگر جب ہم گھوڑے بھیج چکے تو روانگی کا مسئلہ حیز التوا مین پڑ گیا اور ہمارے لیے سوا سونے کے کوئی مشغلہ نہ تھا - اسی نیست و نعل مین جب دو سال گذر گئے تو ہم نے نا اُمید ہو کے ۱۸۹۳ء مین لکھنؤ سے پھر دلگداز کو جاری کر دیا - مگر اب یہ حالت تھی کہ ہم حیدر آباد مین تھے اور دلگداز لکھنؤ سے نکل رہا تھا لیکن اُسے شایع ہوے صرف نو مہینے گذرے تھے کہ ہمین یکایک روانگی انگلستان کا حکم ملا - ہم نے حکم ملنے کے پندرہ ہی روز بعد "بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا" کہا - جہاز نے لنگر اُٹھایا - اور دلگداز کی کشتی بیچ منجدھار مین پڑکے ڈگمگائی اور ڈوب گئی -

ولایت سے واپس آنے کے بعد ہم نے ۱۸۹۸ء سے پھر دلگداز جاری کیا لیکن گیارہ پرچے شایع ہونے پائے تھے کہ جناب سکینہ بنت حسینؑ کی سوانحعمری پر جو دلگداز مین شایع ہو رہی تھی عوام کالانعام مین ایک شورش پیدا ہوئی - اگرچہ گورنمنٹ نظام نے اپنی روشن خیالی سے کسی قسم کی مزاحمت نہین کی مگر پرائیوٹ طور پر ہمین مشورہ دیا گیا کہ اُس مضمون کے مابقی حصے کو ہم روک دین اور اسکے عوض ہم دیگر مضامین شایع کرین - مگر ہم اسکے بھی متحمل نہ ہو سکے اور ہم نے یہ کہکے دلگداز ہی بند کر دیا کہ جب سکینہ بنت حسینؑ کے مضمون کا مابقی حصہ شایع ہوگا تب ہی دلگداز بھی شایع ہوگا - اسکے بعد پورے ایک برس ہم حیدر آباد مین رہے اور دلگداز بند رہا - ۱۹۰۰ء مین ہمین نواب وقار الامرا بہادر نے اجازت دی کہ جب تک چاہین لکھنؤ مین رہ کے اُنکے خدمات بجا لائین - چنانچہ ہم لکھنؤ گئے - اور سب سے پہلے وہان پہونچ کے ۱۸۹۸ء کا بارھوان نمبر شایع کیا جسمین حضرت سکینہ بنت حسینؑ کی سوانح عمری کا باقیماندہ حصہ تھا - اور اسکے بعد جنوری ۱۹۰۰ء سے پھر اشاعت دلگداز کا سلسلہ لکھنؤ سے جاری ہو گیا -

اب پھر دلگداز اُسی آب و تاب سے نکلا - اور اُسکے مضامین پھر اُسی طرح پبلک مین زندہ دلی پیدا کرنے لگے - اب دلگداز کے تاریخی ناولون نے ملک مین تاریخ کا اس قدر زیادہ مذاق پیدا کر دیا تھا کہ دلگداز مین تاریخ کے سولہ صفحے بڑھانے کی ضرورت

پیش آئی۔ اور ۱۹۰۱ء سے حروب صلیبیہ کی تاریخ کے شایع کرنے کا نیا سلسلہ جاری کیا گیا۔ مگر اسکو چھ ہی مہینے گذرنے پائے تھے کہ ہمین حسب الحکم نواب وقار الامرا بہادر مرحوم حیدرآباد جانا پڑا۔ دلگداز کی اشاعت کا سلسلہ پھر رُک گیا۔ اور ۱۹۰۱ء مین صرف پانچ رسالے نکل کے ناتمام پڑے رہ گئے۔ اب حیدرآباد مین رہ کے لکھنؤ سے شایع کرنا ہمین بہت ہی دشوار اور غیر ممکن نظر آیا۔ ہمارے آنے کے تھوڑے دنون بعد حیدرآباد کی وزارت مین تغیر ہو گیا۔ یمین السلطنۃ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر ارکیہ ارلے مسندِ وزارت ہوے۔ اور ہم ۱۹۰۳ء کے اختتام تک یہین رہے۔ اُن دنون کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ دولت آصفیہ نظام سے ہمارے تعلقات ہی منقطع ہو گئے۔ ساتھ ہی ہم بھی حیدرآباد سے برخاستہ خاطر ہو گئے۔ اور قطعی ارادہ کر لیا کہ لکھنؤ مین جا کے اپنے پُرانے مشاغل کا سلسلہ شروع کر دین۔ اور اگرچہ نواب سلطان الملک بہادر اپنی پائگاہ سے ہماری کفالت کر رہے تھے اور آخر تک کفالت کرنے کو موجود تھے۔ اور یمین السلطنۃ مہاراجہ مدار المہام بہادر بھی اپنی کریم النفسی و فیاضی سے ہر طرح کا اطمینان دلا رہے تھے۔ مگر ہمین دلگداز کے شایع کرنے اور پھر چلکپ زندگی اختیار کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ کُل امیدون کو چھوڑ کے لکھنؤ کی راہ لی اور جون ۱۹۰۴ء سے دلگداز کو پھر جاری کر کے اُس سال کی ششماہی مین ۱۹۰۱ء کی ناتمام جلد دلگداز کو مکمل کر دیا۔ اسکے بعد ۱۹۰۵ء کے اگسٹ مین تاریخ حروب صلیبیہ مکمل ہو گئی۔ تب مین نے اپنی تالیف کی ہوئی تاریخ سندھ کو دلگداز کے ساتھ نکالنا شروع کیا۔ جس کی پہلی جلد دسمبر ۱۹۰۶ء مین پوری ہو گئی۔

۱۹۰۶ء کے ماہ فروری سے دلگداز مین مضامین و ناول و تاریخ کے علاوہ ایک سوانح عمری کے شایع کرنے کا بھی سلسلہ ڈالا گیا۔ آغائی صاحب کی لائف کے ۸ صفحے ہر پرچے کے ساتھ شایع ہونے لگے۔ اور پورے پرچے کا حجم ساڑھے تین جز یعنی ۵۶ صفحون کا ہو گیا۔ ۱۹۰۷ء مین ہم کو اپنی بیماری اور اپنے بعض خاندانی صدمات کے باعث ایسی مصیبتون مین مبتلا ہونا پڑا کہ دلگداز کی اشاعت مین پھر فرق آ گیا۔ اُن صدمات سے نجات ملی ہی تھی کہ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ کے عالمانہ مذاق نے مہاراجہ مدار المہام بہادر کو پھر میری یاد دلائی۔

اور محتشم الیہ کی قدر افزائی سے مین بحیثیت روزگار ناظم تعلیمات پھر حیدرآباد مین آیا - یہان آکے جب ذرا اطمینان سے بیٹھنا نصیب ہوا تو وہ اشاعت دلگداز کا ٹوٹا ہوا سلسلہ پھر جوڑا گیا - دلگداز نے آفاتِ زمانہ سے بچنے کے لیے دولتِ ابد مدت آصفیہ خلد ملکہا کے دامنِ عافیت مین پناہ لی - اور جولائی ۱۹۰۸ء سے دوبارہ جاری کرکے دلگداز کی جو جلد ماہ جون ۱۹۰۷ء مین ناتمام پڑی رہ گئی تھی اُسکے تکملہ کی کوشش کی گئی - اور الحمد للہ کہ اسی رسالے پر اُس جلد کا تکملہ ہوتا ہے - اور جلد مضامین ہی نہین پوری کردی گئی - بلکہ ناول بھی ختم ہوگیا - تاریخ سندھ کی دوسری جلد بھی مکمل ہوگئی - اور آغائی صاحب کی لائف بھی مختصر کرکے مکمل کردی گئی -

اب ہمین مختصراً یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ دلگداز نے باوجود اسکے کہ ڈگمگا ڈگمگا کے سنبھلا اور گر گر کے اُٹھا - اور اُسکی زندگی انقلابات عالم کی حسرتناک تصویر رہی مگر ان کامیابیون پر بھی اُس نے کتنے کام کیے ؟ اور اُردو کے خزانے مین کتنی دلچسپ اور قیمتی کتابین پیدا کردین - علاوہ جلد ہاے مضامین کے اُس نے ۱۸۸۸ء مین ناول ملک العزیز ورجنا مکمل کیا - ۱۸۸۹ء مین ناول حسن انجلینا مرتب ہوا - ۱۸۹۰ء مین ناول منصور موہنا - ۱۸۹۱ء مین ناول یوسف و زلیخہ پانچ جز شایع ہوکے ناتمام پڑا رہ گیا تھا وہ سولہ برس بعد جنوری ۱۹۰۶ء سے دوبارہ شایع ہوکے دسمبر ۱۹۰۷ء مین مکمل ہوا - ۱۸۹۳ء مین ناول فلورا فلورنڈا شایع ہوتے ہوتے رُک گیا تھا وہ ۱۸۹۹ء مین علیحدہ تمام و کمال چھاپ کے شایع کردیا گیا - جولائی ۱۹۰۳ء سے ناول شوقین ملکہ شایع ہونا شروع ہوا تھا وہ دسمبر ۱۹۰۷ء مین مکمل ہوگیا - جنوری ۱۹۰۷ء سے ناول قیس و لبنیٰ کی اشاعت کا سلسلہ ڈالا گیا تھا اور اب دسمبر ۱۹۰۸ء یعنی اسی پرچے کی اشاعت کے ساتھ تکمیل کو پہونچتا ہے - انکے علاوہ تاریخ حروب صلیبیہ اور تاریخ سندھ کی دو جلدین اور آغائی صاحب کی لائف اسی دلگداز کے ہاتھون اُردو لٹریچر کے دربار مین پیش کی گئین -

اگر انصاف کیجیے تو ان ناکامیون اور ایسی پریشان حالیون کے ساتھ دلگداز کی یہ لٹریری خدمتین تھوڑی نہین - اور باوجود مر مر کے جینے اور گر گر کے اُٹھنے کے دلگداز نے انشاپردازی کی دنیا مین ایسی یادگارین نہین چھوڑی ہین جو کبھی زمانے کو

بھول سکین اور اُردو زبان کے تمام رسالون مین سے صرف دلگداز ہی اس دعوے کا مجاز ہو سکتا ہے کہ ع "ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما" یہ دلگداز ہی کے لیے ہے کہ اُسکے ناولون کی ہر دلعزیزی و مقبولیت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اُنکی اشاعت مطابع کی ہوس اور پبلک کے ہجوم شوق کی بدولت ہمارے بس اور قابو مین نہ رہ سکی۔ ہمارا کچھ زور نہ چل سکا۔ اور دلگداز کے کارخانے کے موجود ہوتے ہر جگہ اور ہر شہر کے مطابع نے بلا لحاظ ہماری رضا و رغبت یا ہمارے جبر و اکراہ کے مذکورہ بالا ناولون مین سے اکثر کو چھاپنا شروع کر دیا۔ اور اسوقت تک اُسکے بیسون ایڈیشن شایع ہو چکے ہین۔ اور اب بھی باوجود روکنے اور منع کرنے کے لوگ ہر جگہ طرح طرح کی چالاکیان عمل مین لاکے اُنھین چھاپ ہی لیتے ہین۔ غرض یہ مقبولیت سوا دلگداز کے اور کسی اُردو رسالے کو نہین نصیب ہوئی۔

تاہم اگر غور سے دیکھا جائے تو دلگداز کی حالت بہت کچھ اصلاح طلب ہے۔ فی الحال ہندوستان مین متعدد رسالے بڑی آب و تاب سے شایع ہو رہے ہین۔ اُن مین ایڈیٹرون کو سوا تالیف کے اور مختلف مضمون نگارون کے مضامین جمع کر دینے کے اور کسی قسم کی زحمت نہین اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور دلگداز مین جو کچھ ہوتا ہے وہ ایک خاص لٹریچر ہوتا ہے۔ اور اول سے آخر تک (بہ استثنائے چند مضامین کے جو کبھی کبھی شایع ہو جاتے ہین) سب ایڈیٹر دلگداز کے دماغ و قلم کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ حالت ہو گئی ہے کہ دلگداز کے سال بھر کے پرچے مرتب ہو جانے کے بعد چاہے کتنے ہی پُر لطف ہون مگر ہر متفرق پرچہ بالکل بیکار اور بے مزہ نظر آتا ہے۔ کیونکہ تاریخ ناول۔ اور لائف تینون جزون کے اول و آخر کے اوراق جب تک موجود نہ ہون۔ درمیان کا ایک جُز کسی کام کا نہین ہوتا۔ رہا ابتدا کا ایک جز جس مین مضامین ہوا کرتے ہین وہ اس قدر محدود ہے کہ اُسپر اچھے اور مکمل مضامین نہین آ سکتے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی نمونے کا پرچہ طلب کرتا ہے تو ہمین درمیان سال کا کوئی نمبر بھیجتے شرم آتی ہے کہ جن صاحب کے ہاتھ مین جائیگا وہ سوا اسکے کہ ناک بھون چڑھا کے ہاتھ سے پھینکدین کسی قسم کا لٹریری لطف نہ اُٹھا سکین گے

الغرض یہی نقصانات ہمین مجبور کر رہے ہین کہ اب دلگداز کی وضع و حالت بالکل

بدل دی جائے - اور پرانے دلگداز کو خیال سے بھلا کے بالکل نیا دلگداز جاری کیا جائے
جو چھپائی کے اعتبار سے اچھے ہونے کے علاوہ اس قابل ہو کہ اُسکے ہر نمبر سے ناظرین
کو ایک جداگانہ لطف آئے اور لوگ اُسکو زیادہ شوق کے ہاتھون سے لیا کرین -

چنانچہ اب جنوری ۱۹۰۹ء سے دلگداز کی تقطیع بجائے ۱۰ + ۲۲ کے ۲۰ + ۲۶
کر دی گئی ہے - اور سطر جو کہ ان چھوٹے صفحات پر ۲۵ سطرون کا تھا آیندہ اسنے
بڑے صفحات پر ۲۱ سطر کا رہے گا تاکہ خوب واضح اور روشن رہے - تاریخ اور لائف کا
سلسلہ اب ختم کر دیا گیا - اور انکے صفحات بھی مضامین کے حصے مین شامل کر دیے گئے -
اس طریقے سے پورے چالیس صفحون پر مضامین رہین گے - اور کوشش کی گئی ہے
کہ ہندوستان کے مشہور و معروف انشا پردازون اور جادو نگار محققون اور فاضلون
کے مضامین کثرت سے شایع کیے جائین - انھین مین ملے ہوے ایڈیٹر دلگداز کے مضامین
بھی اسی مقدار مین رہین گے جتنے کہ اب ہوتے ہین - ان چالیس صفحون مین سے ۲۲
صفحون پر مضامین ہونگے اور آٹھ صفحون پر ہندوستان کے واقعات و حالات پر دلچسپ
ریمارک رہا کرین گے - اور ۴۰ صفحون کے بعد ۱۶ صفحون پر ایڈیٹر دلگداز کا ایک تاریخی
دلچسپ ناول رہے گا - اسلیے کہ قدردانان دلگداز کو بغیر ہمارے کسی ناول کے پورا
لطف نہ آئیگا - الغرض آیندہ سے مضامین و ناول ملا کے دلگداز کا حجم ۵۶ صفحون کا
رہیگا - کاغذ بھی آیندہ عمدہ ولایتی کر دیا گیا ہے اور چھپائی کے متعلق بھی مزید اہتمام
کی کوشش کی گئی ہے -

پیشتر جو تفریقین صرف ناول - صرف دلگداز - صرف تاریخ - یا ان مین سے دو
حصون یا مکمل پرچہ خریدنے کی تھین وہ ۱۹۰۹ء سے موقوف کی جاتی ہین - آیندہ
سے پورا مکمل پرچہ دیا جائیگا - اور اُسکی قیمت قلمرو برطانیہ مین تین روپئے (سے ہا کلدار
اور قلمرو دولت آصفیہ مین چار روپئے (للعہ) سکۂ محبوبیہ رہے گی - نہ کسی کو جداگانہ
ناول دیا جائیگا اور نہ کسی کو جداگانہ حصۂ مضامین -

الغرض اے ۱۹۰۹ء! ایسا دلگداز ہے جسے بہت کچھ ترمیم و اصلاح کرکے
اور سابق سے بہت زیادہ مکمل و دلچسپ بنا کے ہم تیرے آغوش مین ڈالتے ہین -
اور اُمید کرتے ہین کہ تو اسے اپنی یادگار تصور کرکے اسکے ساتھ اچھا سلوک کرے گا

اور تجھے رخصت کرتے وقت ہم اسے بہت ترقی و عروج کی حالت پر پائین گے۔

اسی موقع پر قدر افزایان دلگداز کی خدمت مین التماس ہے کہ اس اپنے آغوش شفقت اور دامن قدر کے پلے ہوے پرچے کو آپ محبت و شفقت کی نظر سے دیکھین گے اور خیال کرین گے کہ اسکی ترقیان آپ ہی کی سابقہ کرم فرمائیون کا نتیجہ ہین۔ اور اب یہ پہلے سے زیادہ آپ کے دست شفقت کا محتاج ہے۔

اے وہ بزرگان قوم جو دلگداز کو اپنا اور اپنے آغوش مکرمت کا پروردہ جانتے ہین! ایک اور معاملے مین بھی آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ پرچہ ہر سال پیشگی وی پی ایبل روانہ کردیا جاتا تھا۔ مگر ۱۹۰۷ء مین محض اس خیال سے کہ اشاعت مین بدنظمی رہی ہم نے کسی صاحب کی خدمت مین وی۔ پی نہین بھیجا۔ اب چونکہ بارہ پرچے آپ کی خدمت مین پہونچ چکے۔ اور ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء مین ملاکے ہم نے مضامین و تاریخ ولائت کی پوری جلدین مکمل کرکے آپ کی خدمت مین پہونچا دین۔ اسلیے اب ہم گذشتہ سال کی قیمت مانگنے کے بھی مستحق ہین اس گذشتہ قیمت کے لیے ہم پرچہ وی۔ پی تو نہین بھیجنا چاہتے مگر امیدوار ہین کہ آپ اپنی عنایت سے اس سنہ کا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماکے کارخانے کی مدد فرمائین گے۔ تاکہ ہمین اصلاح و ترقی مین مدد ملے۔ ۱۹۰۹ء کے دو پرچے وقت پر نکالنے کے بعد تیسرا پرچہ مارچ ۱۹۰۹ء کا دلگداز اسی ۱۹۰۹ء کی پیشگی قیمت پر البتہ وی پی روانہ کیا جائے گا۔ لیکن اس گذشتہ سال کی قیمت کے متعلق ہمین آپ کی عنایت و مہربانی و شفقت اور قدیم مربی گری سے اُمید ہے کہ ہمارے بلا طلب آپ ارسال فرماکے ہمین ہمیشہ کے لیے رہین منت فرمائین گے۔

اگر کوئی صاحب آیندہ خریداری کے متعلق متردد ہون تو جنوری ۱۹۰۹ء کا پرچہ دیکھ کے رائے قائم فرمائین۔

دلگداز

بڑے بڑے فلسفیون کو دعوی ہے کہ اعادہ معدوم محال ہے۔ ایسے ایسے مستند لوگون کا یہ قول ہے تو درست۔ مگر ہمین تو اسکے خلاف نظر آتا ہے۔ اسی دلگداز کو

دیکھیئے کہ یا تو ۱۸۸۸ء مین جب یہ پہلے پہل دنیا مین آیا ہے صرف ایک جُز کا ایک ننھا سا خوبصورت پرچہ تھا - اور ایسا دلچسپ و دلفریب کہ جسکی نظر پڑ گئی دل و جان سے خریدار ہو گیا - بے اختیار جی چاہنے لگا کہ اُٹھا کے کلیجے مین رکھ لے - گویا کسی کی نگاہ ناز تھا کہ جسپر پڑ گئی گھائل ہو گیا - اور جسے ایک نگاہ مستانہ سے دیکھ لیا اپنا بنا لیا - اس حالت کو ایک ہی سال گذرا تھا کہ ۱۸۸۹ کے شروع سے ایک جز تاول بڑھایا گیا - پہلا دور گویا بچپن کا دل لُبھانے والا عہد تھا اور اب عنفوان شباب تھا - پہلی دلربائی مین اگر ایک قسم کا کھلونا پن تھا جو اپنی سطحی نمایش سے دلون کو لُبھا لیا کرتا تھا تو اب اُس مین ایک پُر اثر متانت پیدا ہوئی جو سنجیدہ اور متین لوگون کو اپنا فریفتہ کر لیتی -

چند سال بعد ایک جُز تاریخ کا اور بڑھایا گیا جس نے اس مین پختہ مغزی کا جوہر پیدا کیا - اُسکے چند روز بعد اُس مین لائف کا ایک جُز اور اضافہ کیا گیا - اور اب یہ ساڑھے تین جُز یعنی ۵۶ صفحون کا ایک معقول و متین رسالہ تھا جس مین ہر مذاق کی باتین تھین اور ہر رنگ کی دلفریبیان -

پارسال جبکہ یہ سات آٹھ مہینون تک سرزمین دکن سے شایع ہو چکا تھا یہ خیال کرکے کہ اسوقت تک اسے جتنی ترقیان حاصل ہوئی ہین یا روحانی قسم کی تھین اور یا کثرت مضامین سے علاقہ رکھتی تھین اب اسے جسمانی ترقی بھی دی جائے - ارادہ کیا گیا کہ اس کا پیمانہ ۱۸ + ۲۲ سے بڑھا کے ۲۰ + ۲۶ کر دیا جائے - اور مسطر کھرے ذاق والے قدردانان سخن کے مطابق صرف ۲۱ سطر رکھا جائے - یہ ارادہ عمل مین آجاتا تو شاید اسکی کوئی اور ہی وضع و صورت ہوتی - مگر ایسا تغیر و تبدل خدا کو منظور نہ تھا - بمصداق اسکے کہ " ارادۃ اللہ غالبٌ علیٰ ارادۃ الناس " - ایسی ترقی کی نوبت نہ آئی اور ہم ایسے انکار و تردد مین رہے کہ ایک برس تک اس کی اشاعت ہی ملتوی پڑی رہی - یہان تک کہ خدا نے اُس انتظام کو بالکل پلٹ دیا -

اب ایسی مجبوریان پیش آئین کہ ہمین پھر اپنے اصلی مرکز لکھنؤ مین واپس آنا پڑا - اور قدرت نے اس معشوقۂ دلربا یا اس ہونہار بچے کو پھر اُسی گہوارے مین ڈالدیا جس مین اپنے عہد طفولیت مین پرورش پائی تھی جس کے جھونکون سے کبھی یہ ہنسی خوشی کے ساتھ کھیلتا اور کلکاریان مارتا نظر آتا تھا - اور کبھی بچپن کی میٹھی نیند مین غافل سو جاتا

گو اسی سرزمین مین وہ پہلے گر گر کے اُٹھا - چوٹین کھا کھا کے سنبھلا تھا - اور اسی مین کھیل کود کے بڑا ہو گیا تھا - ہمین اس سے بچپن کی مزیدار بیاختگیان ظاہر ہوئی تھین - اور ہمین اس نے جوانی کی شوریدگیون کا لطف اُٹھایا تھا مگر اب کی جو قدرت نے اسے اُسی گہوارے مین ڈالا ہے تو وہی پہلا سا بچہ بنا کے - تاکہ نئی زندگی کے مزے لے - اور سر نو پرورش پا کے بڑا ہو - اور دنیا کو پھر وہی آغاز عمر کے کرشمے دکھاوے جو پہلے دکھا چکا ہے - جن کا عالم جب کبھی لوگون کو یاد آجاتا ہے دل ہی دل مین مزہ لے لیا کرتے ہین اور بے اختیار زبان سے کہہ اُٹھتے ہین کہ اب کا دلگداز وہ نہین جو پہلے تھا - مگر آیئے دیکھیے اور نئے مزے لوٹیے - کہ پھر وہی پُرانا دلگداز آپ کے سامنے ہے وہی بچپن کی بیاختگیان پھر نمایان ہین - اور ۱۹۰۰ء کے آغاز مین آپ کو وہی لطف حاصل ہو رہا ہے جو ۱۸۸۷ء مین حاصل ہوا کرتا تھا -

یہ اعادۂ معدوم نہین تو کیا ہے ؟ جو چیز دامن فنا مین غائب ہو گئی تھی پھر نظر آئی یا نہین ؟ دلگداز کے قدردانون کی طرح خود دلگداز کے بھی ورد زبان یہ دعا تھی کہ ع "ہمچو زلیخا بشبابم رسان" خدا نے اُسے سُن لیا - اور یہ معجزۂ یوسفی اُسے نصیب ہو گیا کہ زلیخائے مصر کی طرح پھر عنفوان شباب ہے اور یوسف کا سا حُسن نظر فریب - ہُو بہ ہُو وہی دلگداز دیکھ لیجیے جو ۱۸۸۷ء یعنی اپنے عہد اوّلین مین نظر آتا تھا -

اس مین شک نہین کہ جن لوگون کے مشتاق کان اسکی دل لبھانے والی زبان سے ناول کے پیرائے مین رنگ رنگ کی سحر بیانیان اور تاریخ ولائف کے ذریعے سے طرح طرح کی سچی کہانیان سننے کے عادی ہو رہے ہین اُنکو شکایت ہو گی کہ اب اس سولہ صفحے کے پرچے مین سوا متفرق مضامین کے اور کیا رکھا ہے ؟ لیکن جب وہ یہ سنین گے کہ ان سولہ صفحون مین وہ لٹریری کرامتین اور ادبی معجز نمائیان ہین جنھون نے مدتون ظلمرو سخن مین اپنا سکہ چلایا تھا - رمز شناسان ادب و انشا اور قدردانان سخن جن کے دلدادہ تھے اور جن کا چٹخارا آج تک زبانون پر باقی ہے -

رہی ناول اور تاریخ کی اشاعت - اسکی نسبت مختلف تجربون اور آزمائشون کے بعد اور ہر قسم کی مصلحتون کو پیش نظر رکھ کے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ بجائے اسکے کہ دلگداز کے ساتھ متفرق طور پر ایک ایک جُز شائع ہوتا رہے آیندہ ختم سال سے پہلے دس بارہ

جزو کا ایک ناول اور اتنی ہی بڑی ایک تاریخی کتاب مکمل و مرتب کر کے قدردانون کے سامنے پیش کردی جایا کرے۔ موجودہ حالت مین اکثر احباب کو شکایت بھی ہے کہ درمیان کے کسی ایک جزو کے تلف ہو جانے سے پوری کتاب ناقص اور بیکار ہو جاتی ہے۔ قطع نظر اسکے ایک جزو کے پڑھ لینے سے مضمون تشنہ رہ جاتا ہے اور دل کو ایک قسم کی الجھن رہتی ہے۔ اس جدید انتظام اور قدامت کا رنگ از سر نو اختیار کر لینے سے یہ سب شکایتین رفع ہو جائینگی۔ اور ناظرین دلگداز کو ہماری جو کتاب ملیگی مکمل اور دلچسپ ہوگی اور پوری ہوگی۔

لہذا آیندہ سے دلگداز صرف ۱۸ + ۲۲ پیاجے کے ایک جزو پر نکلا کرے گا۔ اس مین صرف لٹریری یا تاریخی مضامین ہونگے۔ اور قیمت حسب سابق صرف ایک روپیہ (عہ) سالانہ مع محصول ڈاک ہوگی۔ دوران سال مین جو ناول یا تاریخی کتابین تیار ہونگی انکی قیمت مقرر کر کے بذریعہ دلگداز ناظرین کو فوراً اطلاع دی جائے گی۔ اور انکو اختیار ہوگا کہ قیمت ارسال فرما کے یا ویلیو پی ایبل بھیجنے کی اجازت دے کے طلب فرمالین۔ قدردانان دلگداز مین سے جو حضرات چاہتے ہون کہ اس قسم کی ہر کتاب بلا انتظار درخواست انکی خدمت مین تیار ہوتے ہی بھیجدی جایا کرے وہ اگر اس قسم کی عام اجازت دیدین گے تو اُن کا اسم گرامی ایک جداگانہ رجسٹر مین درج کر لیا جائیگا۔ اور ایک ہفتہ پیشتر ایک اطلاعی کارڈ روانہ کر کے کتاب اُنکی خدمت مین وی۔ پی بھیجدی جایا کریگی۔

زمانے کے انقلابات سے جدید سبق حاصل کرنے کے بعد ہم نے قطعی ارادہ کر لیا ہے کہ اب دلگداز برابر استقلال سے اور وقت پر نکلتا رہے۔ اور خدا سے امید ہے کہ ہمارے اس ارادے کو ضرور نباہے گا۔ لہذا قدردانان دلگداز توجہ فرمائین۔ اور اس عزیز ترین پرچے کی اشاعت بڑھانے مین مدد دین۔ اب قیمت کچھ نہین صرف (عہ) سالانہ ہے۔ جو کسی کو گران نہین گذر سکتی۔ ہم اپنے دوستون سے امید کرتے ہین کہ وہ دلگداز کی ترقی و اعانت مین کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھین گے۔

سنہ ۱۹۱۰ء سے رخصتی ملاقات

اوسال جانے والے اجائے اخدا حافظ اچھے آئے اور اچھے جاتے ہو۔

جس طرح عیسائیون مین خاص کرکر مس نئے نئے کھلونے لایا کرتے ہین تم ہمارے لیے نئی نئی اور مزے مزے کی تمنائین لائے تھے - اور اب تم جاتے ہو تو اسوقت بھی ہمارے سینے آرزوؤن اور اُمیدون سے مالا مال ہین - مگر جس ازلی دربار مین جاتے ہو وہان اتنی سفارش بھی کر دینا کہ یہ آرزوئین جو تم ہمارے دلون مین پیدا کر گئے چلے ہو دل کی دل ہی مین نہ رہین بلکہ پوری بھی ہون -

تم نے اپنے عہد کے درمیانی حصے مین ایک بڑا قیامت کا دھڑکا پیدا کر دیا - ایک ایسا عظیم الشان دُمدار ستارہ اس عظمت و جبروت اور ایسے زور و شور سے ہماری طرف بڑھتا چلا آتا تھا کہ ہمین کیا ساری دنیا کو خیریت نہین نظر آتی تھی - اہل ہیأت نے یہ کہہ کے دہلا دیا کہ اول تو یہ ایک ایسی زبردست ٹکر دے گا کہ وعدۂ قرآنی کے مطابق دنیا کا یہ سارا کارخانہ نسیاً منسیاً اور یہ بڑے بڑے سر بفلک پہاڑ کالعہن المنفوش (دُھنکی ہوئی روئی کے گالون کی طرح) منتشر اور پریشان ہو جائین گے - اور بالفرض اُسکی زد سے بچ بھی گئے تو اُسکی آتشین دم کے اثر سے بچنا دشوار ہے جس مین تمام اہل عالم جل بھن کے خاک ہو جائین گے - مگر خدا نے بڑی خیریت کی - بچے اور بال بال بچے - تاہم اسکا اثر ہویدا ہو کے قیامت ضرور برپا کر دی کہ ہمارے ہر دلعزیز اور صلح جو تاجدار کنگ ایڈورڈ ہفتم کو ہمیشہ کے لیے ہم سے چھین لیا - جو ایک ایسا سانحہ تھا کہ قیامت تک تمھارے نام کو ایک نحوست کے عنوان سے آشکارا کرتا رہے گا - اسلیے تم اگر ایک داغ دیکے جاتے ہو تو ایک داغ لیکے بھی جاتے ہو -

مگر باوجود ان سب باتون کے تم جس وقت چلے ہو دنیا کو اچھی چہل پہل اور رونق پر چھوڑ کے چلے ہو - شاہ ایڈورڈ کے بعد تم نے ہمارے سریر شہریاری پر ایک جوان ہمت و جوان بخت تاجدار کو جلوہ فرما کر کے ہمین ایک اچھا رحمدل اور عدالت گستر شہریار ہی نہین دیا بلکہ چلتے چلاتے ہمارے لیے ایک نئے نائب السلطنت لارڈ ہارڈنگ کو بھی لائے ہو - جو امید ہے کہ ہمارے حق مین نعم البدل ہونگے اور جن کی ذات سے ہماری ساری قومی و ملکی اُمیدین وابستہ ہین - یہی نہین بلکہ اس سے بڑھ کے تم نے اپنے خاتمے پر ہمین یہ مژدہ سنا دیا کہ جنوری ۱۹۱۲ء مین تاجپوشی کے موقع پر خود دولت حضور ملک معظم کنگ امپرر شاہ جارج پنجم رونق افروز ہند ہون گے جو

ہندوستان کے برٹش عہد کی تاریخ مین بالکل نیا اور ہندوستانیون کے حوصلے سے زیادہ مسرت و شادکامی کا واقعہ ہے۔ ہندوستان ایک خالص مشرقی ملک اور بادشاہ پرستون کی بستی ہے۔ یہان والے بادشاہ کے نام سے جیتے اور بادشاہ کے جمال جہان آرا کی زیارت کو عبادت تصور کرتے ہین۔ یہان کے بت پرست اپنے بادشاہ کو دیوتا اوتار۔ یا مظہر ایزدی۔ اور یہان کے موحد اُسے سایۂ الٰہی تصور کرتے ہین۔ ایسے لوگون کے حق مین اپنے بادشاہ کے قدمون سے دُور اور اپنے تاجدار کی حضوری سے محروم رہنا دراصل ایک قسم کا ظلم ہے جس کو اہل مغرب محسوس بھی نہین کر سکتے۔ لیکن الحمدللہ کہ اس تغافل کے جور کو خود حضور جارج پنجم نے پوری طرح محسوس فرمایا اور ہمارے اس درد دل کے علاج کے لیے آمادہ ہو گئے۔ اور ہندوستان جوش دل اور خلوص عقیدت سے کہہ رہا ہے کہ ع "بیا بیا و کرم کُن کہ خانۂ تست" ہندوستان کی آرزو تو یہ ہے کہ حضور شاہ جارج یہین رہ کے ہم پر حکومت کرین اور ملاحظہ فرمائین کہ ہماری اطاعت کیشی و فرمان برداری بڑھی ہوئی ہے یا اہل مغرب کی؟ اور بادشاہ پرستی مین کون ہے جو ہمارا مقابلہ کر سکے۔ تاہم جن لوگون کی یہی آرزو مین اور تمنائین ہون۔ اور جن کی آنکھین مدتون سے اپنے بادشاہ اور تاجدار کی صورت زیبا دیکھنے کو ترس گئی ہون۔ اُنھین یہ خوشخبری سُن کے کہ ہمارے بادشاہ فلک بارگاہ خاک ہند کو عزت اور ہمارے قدیم تاریخی دارالسلطنت شہر دہلی کو رونق بخشنے والے ہین جیسی اور جس قدر خوشی نہ ہو کم ہے۔ یہ اُس قسم کی خوشی ہے جس سے اہل ہند اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے محروم سمجھ چکے تھے۔ اور مایوس ہونے کے بعد جو آرزو پوری ہو اُس کی قدر جاننے والے بھی میرے خیال مین زیادہ تر شعرائے مشرق ہی ہین۔ بہرحال خدا رحمت کرے تجھ پر اے ۱۹۱۰ء کہ تو نے چلتے چلاتے ایک ایسا مژدہ سنا دیا کہ ع

برین مژدہ گر جان فشانم رواست ؎ تو نے اپنے زمانے مین چاہے کیسے ہی مظالم کیے ہوتے اور چاہے کتنی ہی تکلیفین پہونچائی ہوتین یہ تیرا ایک آخری مژدہ ایسا تھا جو سب پر بالا ہو کے سارے ہجوم آلام کو سامنے سے ہٹا دیتا اور ہمین ایسا نظر آتا کہ گویا کوئی رنج تھا ہی نہین۔

مگر اس مژدہ کے سُنانے سے پہلے تو نے ملک مین ہر طرف بڑی چہل پہل پیدا

کر رکھی تھی جو کسی عہد مین نہین ہوئی ہین اور جس سے ہندوستان کی تاریخ بالکل نا آشنا ہی تیرے اس مختصر عہد نے تاریخ پلٹ دی - جو ملک مشرقی بادشاہ پرستی اور بادشاہ کی زبان کو ملک کا قانون سمجھنے کا عادی ہو اُسی ملک مین رعایا کو حکومت مین حصہ مل جانا اور اُسکے نائبون کا وائسرائے سے لے کے وزیر ہند تک کی کونسلون مین شریک ہوجانا ایسی باتین ہین جو اے جانے والے سال تیرے نام کو قیامت تک روشن رکھین گی -

اے سنہ ۱۹۱۰ء تو نے ہمارے ساتھ ہر طرح کی بھلائی ہی کی - اور تیرے اتنے احسانات ہین کہ ہم سے بن نہین پڑتا کہ ع شکر کس کس مہربانی کا کرین تیری ادا؟ کاش ان سب باتون کے ساتھ اہل ہند کو اتنی سمجھ بھی ہوتی کہ ملکی نفع کو قومی نفع پر اور قومی نفع کو شخصی نفع پر ترجیح دین - اور ان ذلیل مخالفتون سے باز آئین جو اُنھین روز بروز زیادہ ذلیل کرتی جاتی ہین - مگر اسکو تو کیا کرے ؟ جس قوم اور جس گروہ کی قسمت ہی اُلٹی ہو - جسکے افراد شخصی اور ذاتی منافع پر سارے ملک کے قربان کردینے کو آمادہ ہون - اُسکے لیے کوئی تدبیر کارگر نہین ہوسکتی -

خیر ان بدنصیبون کو تو اُنکے حال پر چھوڑ - اور خوش جا - کیونکہ اپنے جانے کے وقت تو ہم سب کو بھی خوشی اور طرح طرح کی دلچسپیون مین مصروف و مشغول چھوڑ چلا ہے - ہر جگہ بڑے دن کی خوشیان منائی جا رہی ہین - آسمانی اُمیدون کا نیا پارسل آسمان سے اُترکے ہمارے قریب پہونچ چکا ہے اور نیو ایر ڈے یعنی سال نو کے پہلے دن انتظار نے ساری دنیا مین ایک ذوق و شوق پیدا کردیا ہے -

الہ آباد کی نمائش کھلی ہوئی ہے - جو دنیا کی ترقیون کے تمام نمونے اہل ہند کے سامنے پیش کرکرکے اُنکی آنکھین کھول رہی ہے - اُسکے پاس مشنل کانگرس مین وطن پرستان ہند اپنی آزادیون اور اپنی آتش بیانیون سے برٹش تاج کی برکتون اور کرامتون کا ثبوت دے رہے ہین - کہین مسلمان ایجوکیشنل کانفرنس مین شریک ہوکے اپنی علمی ترقیون کی تدابیر سوچ رہے ہین - اور کہین اُنھون نے مسلم لیگ کا جھنڈا بلند کرکے اپنے پالٹکس اور اپنے تمدن کے مسائل چھیڑے ہین - الغرض جدھر دیکھیے لطف و مسرت دلچسپیون اور گرمجوشیون ہی کے سامان نظر آرہے ہین - لہذا اے سنہ ۱۹۱۰ء تو ہمین متردد متفکر نہین بلکہ مسرور و شادکام اور خوشی کے جشن مناتے ہوئے چھوڑے جاتا ہے -

بڑی ناشکری ہوگی اگر اس موقع پر ہم تیرے اُن احسانات کو نہ ظاہر کرین جو خاص ہم پر اور ہمارے دلگداز پر ہوے ہین - دلگداز کے لیے سچ یہ ہے کہ تو تمام گذشتہ سنین سے اچھا اور خوش نصیبی کا سال تھا - دلگداز خدا سے یہ آرزو کرکے کہ

یوسف اقبال بہ خوابم رسان ہمچو زلیخا بہ شبابم رسان

اور از سر نو عالم طفولیت کی وضع اختیار کرکے تیرے گہوارے مین لیٹا تھا - جسے تو نے اچھے پینگ دیے - اور اپنے آغوش شفقت مین بڑی دردمندی سے پالا - سال بھر وہ برابر وقت پر شایع ہوتا رہا - ابتدائی ششماہی مین تو اُسی وضع و حالت پر تھا جو کہ شروع مین تھی مگر دوسری ششماہی کے شروع ہوتے ہی اُسکے اوراق بھی بڑھ گئے اور کاغذ - لکھائی - چھپائی اور ہر حیثیت سے اُس نے بے انتہا ترقی کی - پہلے پرچے مین دو ایک مضامین دیگر جادو نگارون کے بھی تھے مگر اسکے بعد ہی سے قدردانون کا اصرار دیکھکے پابندی کرلی گئی کہ اسکے صفحات پر سوا ایڈیٹر کے اور کسی کی کوئی تحریر نہ ہوا کرے - مضامین بھی اس سال دیگر سنین کے دیکھتے بہت اچھے ہے - دلگداز کا اس سال تاریخی ذخیرہ بہت نیا اور بہت زیادہ ہے - یون تو تاریخی مضامین بہت سے پرچون مین شایع ہوتے رہتے ہین لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو جیسے تازہ - نئے - اچھوتے اور ضروری واقعات تاریخی ان بارہ مہینون مین دلگداز نے پیش کیے ہین اور کوئی کم پیش کرسکا ہوگا - پھر اُسکے ساتھ دلگداز کی ادبی خصوصیت یعنی جیسی زبان - جیسے الفاظ - جیسے رنگ - اور جس مستند اور دلچسپ لٹریچر مین دلگداز نے اُن واقعات کو بیان کیا یہ اُسی کا کام تھا - اور اُسی پر ختم ہے - ہمارے اس سال مین خیالی مضامین جن کے ذریعے سے نثر مین کمال شاعری دکھایا جاتا ہے اگرچہ سابق کی بہ نسبت کم ہے - کیونکہ اپنے زمانہ خالص لفاظی اور ہوا مین خیال کے قلعے بنانے کو زیادہ پسند نہین کرتا لیکن جتنے تھے ایسے تھے کہ قدردانون نے اُنھین بہت پسند فرمایا -

اے سنہ ۱۹۱۰ء تیرے ہاتھون دلگداز کی جو کچھ اصلاح ہوئی ہر طرح قابل شکرگذاری ہے - اور اُس سے بھی زیادہ بڑھا ہوا تیرا یہ احسان ہے کہ تو نے ملک مین دلگداز کو زیادہ سرخ رُو کرایا - جس کا ثبوت اس سے بڑھ کے کیا

ہو سکتا ہے کہ جنوری ۱۹۱۰ء کے آخر مین جب پہلا نمبر نکلا ہے اُسوقت اسکی اشاعت ۴۰۰ سے زیادہ نہ تھی اور اب بفضلہ تعالیٰ ۱۲۰۰ سے زیادہ ہے۔

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ جب اسکی اشاعت ۱۲۰۰ سے بڑھے گی اُسے بجاے ایک جزو کے ڈیڑھ جزو کا کردین گے۔ چنانچہ وہ وعدہ پورا کیا گیا۔ اور اب کہتے ہین کہ جس دن اسکی اشاعت ۲۴۰۰ کو پہونچے گی اُس دن اسی قیمت مین اسے دو جز کا رسالہ بنادین گے جس اُمید کو یقین ہے کہ وہ قدردان وقدرافزا جن کے آغوش شوق مین اے ۱۹۱۰ء تو دلگداز کو چھوڑ چلا ہے ضرور پورا کردین گے۔

لوگون کو ناول نہ ہونے کی شکایت تھی۔ مگر ہمین یہی مناسب معلوم ہوا کہ بجاے متفرق اجزا شایع کرنے کے ناولون کو مکمل کرکے ناظرین کے ہاتھ مین دیدیا کرین۔ چنانچہ تاریخی ناول "فلپا نا" جسکے متعلق ہر طرف سے تحسین و مرحبا کی آوازین آرہی ہین شایع کردیا گیا۔ اور ایک نیا سوشل ناول "غیب دان دُلھن" آیندہ مہینے مین بلاقیمت اور ہدیۂ نذر ناظرین کیا جائے گا۔ صرف ایک روپئے مین ایسے مضامین۔ ایسا کاغذ۔ ایسی چھپائی اور پھر ایک ناول کا مفت نذر کیا جانا بہت زیادہ ہے۔ اور اپنے حوصلے سے بڑھی ہوئی جرأت ہے۔ مگر اے ۱۹۱۰ء یہ تیری ہی حوصلہ افزائیان ہین جو ہماری ہمت بندھا کے ہمین اپنے کرم فرماؤن اور مہربانون کی خدمت گذاری پر آمادہ کررہی ہین۔

لہذا جا! خوش خوش جا! اور خیر و خوبی سے جا۔ مگر جانے سے پہلے اتنی مہربانی اور کرتا جا کہ آنے والے ۱۹۱۱ء سے ہمین دو کلمۂ خیر کے ساتھ انٹروڈیوس کرادے اور اُس نئے زمانے کا چارج لینے والے سے سفارش کردے کہ تیری طرح اُس کا سلوک بھی ہمارے ساتھ اچھا ہی رہے۔ اور جیسا تو ہمارے حال پر مہربان تھا وہ بھی رہے۔

نیا سال

یہ تو سچ ہی ہے کہ "العالم متغیر" روز دیکھتے ہی رہتے ہین کہ ابھی کیا تھا اور ابھی کیا ہوگیا۔ دن کے بعد دن۔ مہینے کے بعد مہینہ۔ اور سال کے بعد سال گذرتے چلے جاتے ہین۔ اور مجال کیا کہ کوئی روک لے۔ زمانہ کیا ہے؟ ایک ہوا کا جھونکا ہے کہ ہم

ہزار ہاتھ پانون مارین اُس پر کچھ اثر نہین ہوتا - لاکھ روکنا چاہین نہین رُکتا - اور صبح کو رخصت ہونے والے پیارے مہمانان شب کی طرح دامن چھڑا کے چلا ہی جاتا ہے - مگر تحقیق طلب امر یہ ہے کہ ایسے انقلابات زمانہ پر ہمین خوش ہونا چاہیے یا افسوس کرنا چاہیے؟ غور سے دیکھو تو یہ بھی لوگون کی حالت اور اُنکے مذاق پر منحصر ہے - جن لوگون کو خدا نے کامیاب کیا ہے یا مراد و اقبالمند ہین - خوشیان مناتے اور ایک مسرت سے لطف اُٹھاتے کے بعد دوسری مسرت کے امیدوار ہوتے ہین - اور جن برگشتہ بختون کی قسمت مین ناکامی و نامرادی لکھی ہے اُنھین "کہ مبادا ازین بترگردد" کے دھڑکون سے اس بات کا غم ہوتا ہے کہ مصیبت نہین گئی تھی کہ دوسری آپہونچی - ناز و نعمت کے آغوش مین پلنے والون کی سال گرہون مین شادی اور خوشی کے چہچہے نظر آتے ہین - عنفوان شباب والون کو ہر نئے سال کی صبح نئی امیدون اور تازہ آرزوؤن کا باغ سبز دکھائی دیتی ہے - اور انکے مقابل سن انحطاط والون کو ہر انقلاب زمانہ پر افسوس ہوتا ہے کہ مرنے سے ایک سال اور قریب پہونچ گئے - صحبت عیش والون کے دل مین یہ جوش ہوتا ہے کہ سال گذشتہ جو حسرتین دل مین رہ گئی تھین اب کی برس نکلین گی - اور ایک حرمان نصیب فلک دوز کھینچ کے کہتا ہے ع ابکی بھی دن بہار کے یون ہی گذر گئے - اور غالباً اسی کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ انگریزون مین شروع سال پر خوشیان سنائی جاتی ہین اور ہمارے یہان ماتم کیا جاتا ہے -

لیکن یہ سب باتین اعتباری تھین - جن کا دارمدار حیثیت و حالت پر یا انگریزی اصطلاح مین یون کہا جائے کہ "پوائنٹ آف ویو" کے لحاظ سے تھا - ہمین یہ دیکھنا ہے کہ ان سب حیثیتون سے قطع نظر کرکے فی نفسہ انقلابات زمانہ کوئی خوشی کی چیز ہین یا غم کی؟

اگرچہ کفار کے بارے مین ہو مگر قرآن مین ہے کہ ہنسو کم اور روؤ بہت "فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً" غالباً اسی کی مناسبت سے ہمین آغاز سال ہجری پر ہمیشہ ایک مہینہ خصوصاً ابتدائی دس دن ایسے ملتے ہین جو رونے کے لیے ہین - جب سے مغربی تہذیب و تمدن کے ساتھ سنہ عیسوی کا رواج ہوا ہے ہمارا زیادہ تر خیال مسیحی سال کے تغیرات ہی پر رہا کرتا ہے - چنانچہ ہمارے اخبارات ختم سال اور شروع سال کے مضامین دسمبر اور جنوری مین

لکھا کرتے ہین - اور بہت کم ہین جنھین سنہ ہجری کے بدلتے وقت خیال بھی آتا ہو کہ سال بدل گیا - مگر اب کی خدا نے شاید ہمارے متنبہ کرنے ہی کے لیے ایسا کیا کہ عیسوی و ہجری سال ایک ساتھ ہی بدلے - سنہ عیسوی کے دو دن بعد سنہ ہجری بھی ختم ہو گیا - ۳ - جنوری ۱۹۱۱ء کو یکم محرم ۱۳۲۹ ہجری تھی - یعنی خدا نے دو دن کا موقع دے دیا کہ شروع سال پر خوشیون کی ہوس اگر دل مین ہو تو نکال لین - اور پھر آکے ہماری بزم ماتم مین شریک ہو جائین -

ہمارے سنہ ہجری کا اختتام ایک ایسے مہینے پر ہوتا ہے جو خدا کی درگاہ مین جانون کی قربانیان پیش کرنے اور جان کا خراج خالق جان کی نذر کرکے حق سجدار رسید کا حق ادا کرنے کے لیے مخصوص ہے - کہتے ہین کہ اگلے دنون دیوتاؤن پر یا خدا ہی کا تقرب حاصل کرنے کے لیے حق کی قربان گاہ پر لوگ انسان کی قربانیان بھی کیا کرتے تھے - اس ظالمانہ رسم کی بدولت اگلی پُر سطوت قومون نے بڑے بڑے ظلم و ستم کیے ہین - اور اُس حضرت رب العزت نے بھی چاہے کبھی امتحان و آزمایش کے لیے کسی کو ایسی قربانی پر آمادہ ہونے کا موقع ذرا دیدیا ہو مگر اسکی نوبت نہین آنے دی - حضرت ابراہیمؑ اپنے بڑے بیٹے اسمٰعیلؑ کی قربانی کے لیے تیار ہو گئے تھے - لیکن جب وقت آیا تو خدا نے چھری کُند کر دی - اسی طرح حضرت سرور کائناتؐ کے جد امجد عبدالمطلب اپنے فرزند ارجمند عبداللہ کی قربانی کرنے کو آمادہ ہو گئے تھے مگر آخر خدا نے اُن کے عوض اونٹون کا کفارہ قبول کر لیا - مگر اس سے یہ نہ سمجھو کہ انسان کی قربانی موقوف ہو گئی - اُسکی قربانی اسلام کے پیشتر بھی ہوئی بعد بھی ہوئی اور قیامت تک ہوتی رہے گی - اس کا سلسلہ البتہ موقوف ہو گیا کہ ایک انسان دوسرے کو پکڑ کے لٹائے اور "اللہ اکبر" کہہ کے اُسکے گلے پر چھری پھیر دے - مگر انسانی قربانی کا یہ سچے ایثار نفس و حق پژوہی کو ظاہر کرنیوالا شریفانہ طریقہ ہمیشہ دنیا کا سرمایۂ ناز رہے گا کہ انسان خود ہی کلمۂ توحید پڑھتا اور نعرۂ اللہ اکبر بلند کرتا ہوا بڑھے اور حق کی طرفداری مین جان دے دے -

خیال کرو کہ اس مبارک قربان گاہ پر کیسی کیسی قیمتی جانین چڑھی ہین - اسی پر سقراط کی قربانی ہوئی - اسی پر حضرت زکریاؑ اور عیسیٰؑ کے ایسے خدا رسیدہ پیغمبرون نے اپنی جانون

کی قربانیان چڑھائین۔ اسی پر حمزہؓ و جعفرؓ کی مبارک زندگیان قربان ہوئین۔ اسی قربان گاہ پر فاروق اعظمؓ۔ عثمانؓ ذی النورین۔ اور علی مرتضیٰؓ کی قربانیان چڑھین۔ اور اسی پر حضرت امام حسینؓ نے اپنے سارے خاندان کے ساتھ غریب الوطنی۔ مظلومی اور بیکسی کے عالم مین اپنی قربانی چڑھائی۔

مذکورۂ بالا واقعات مین سے آخری واقعہ ایسا حسرتناک و پُراندوہ تھا کہ اُسکی یاد نے سنہ ہجری کے پہلے مہینے کو ہمیشہ کے لیے غم والم اور نوحہ و ماتم کا مہینہ بنا دیا۔ گو اس مین بھی پوائنٹ آف ویو مختلف وضعین پیدا کرتا ہے۔ کسی کا خیال ادھر جاتا ہے کہ ہمارے شہدا کا استقلال اور کمال شجاعت و بے نفسی سے اُن کا جان دیدینا ہمارے لیے سرمایۂ ناز ہے اور ایک ایسا کفارہ ہے جسپر خوش ہونا اور خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ جیسے کہ عیسائیون مین باوجود اس اعتقاد کے کہ حضرت مسیحؑ نہایت ہی مظلومی و بے رحمی سے کمال ثبات و پائداری کے ساتھ مصلوب ہوگئے۔ اور باوجودیکہ اُن کا خون انسان کے گناہون کا کفارہ تصور کیا جاتا ہے مگر انکی مظلومی و مصلوبی پر کسی قسم کا رنج و غم نہین کیا جاتا۔ اور اُنکی ولادت پر جو خوشیان منائی جاتی ہین وہ ساری دنیا مین ایک چہل پہل پیدا کر دیتی ہین۔ اور کسی کا خیال اپنے شہیدون کی مظلومی و مصیبت پر افسوس کرنے۔ اُنکے غم مین خون کے آنسو بہانے اور اُنکو غم و الم مین مبتلا خیال کرکے سوگوار بننے اور اپنے اوپر ہر قسم کی لذتین حرام کر لینے کی طرف جاتا ہے اور وہ بجاے خوش ہونے کے صدائے نوحہ و بکا بلند کرتے۔ سر پیٹتے اور سینہ زنی کرتے ہین۔ جیسا کہ حضرت امام حسینؓ کے غم مین حضرات شیعہ کیا کرتے ہین۔ یہ دونون وضعین اپنی اپنی جگہ پر سچی ہین۔ لیکن ان سے اتنا ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایسے قومی کارنامون اور ایسی اعلیٰ درجے کی قربانیون کو یاد کرکے رونا یا خوش ہونا بھی محض اعتبار کی ہے۔ لہذا اب بھی پتہ نہ چلا کہ انقلاب زمانہ پر نیچر کا تقاضا کیا ہے؟ ہنسنا یا رونا؟ اور قرآن پاک مین جو بتا دیا گیا ہے کہ "ہنسو کم اور روؤ بہت" اسکا منشا کیا ہے؟

یہ راز صرف اس فلسفیانہ قول سے کھل سکتا ہے جو صوفیون اور فلسفۂ الٰہی والون کا پُرانا شعار ہے کہ "مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ" جس نے اپنے نفس کو پہچانا اپنے پروردگار کو بھی پہچان لیا۔ اس بات کا خیال کرو کہ سال گذشتہ مین ہمنے کیا کیا اور

ہمین کیا کرنا تھا؟ ہمارے فرائض کتنے تھے اور اُن مین سے کتنے ادا ہوے؟ سچ یہ ہے کہ سارا سال غفلت و بے پروائی اور نفس پروری و نفس پرستی مین بسر ہو جاتا ہے اور اس کا خیال بھی نہین گذرتا کہ وقت کس سرعت اور تیزی سے بھاگا جاتا ہے اور ہم اُسکے مقابل کس قدر سُست اور کاہل ہین - اور اپنے فرائض کے ادا کرنے اور اپنی ذمہ داریون کے بجا لانے مین کہان تک غافل و بے پروا ہین؟

خدا کا حکم تو بس اتنا ہی ہے کہ ہنسو کم - مگر ہماری حالت ایسی ہے کہ اگر ہم اُس کا اندازہ کرین تو شاید رونے کے سوا ہنسنے کے لیے وقت ہی نہ ملے گا - لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اپنی غفلتون پر ہمین تنبہ نہین ہوتا - اور جب دیکھیے ہنستے ہی رہتے ہین - اور شاید خدا نے ابکی سال ہمارے چونکانے ہی کے لیے عیسوی سال کے آغاز کے ساتھ ہی محرم کو بھی شروع کر دیا جو رونے ہی کے لیے ہے -

لیکن اسکا کیا علاج کہ ہمارے غم نے بھی صورت عیش اختیار کر لی ہے - بیشک بہت سے گھرون مین ماتم ہو رہا ہے - نوحہ خوانی کی آواز بلند ہے - اور مجالس عزا کا زور و شور ہے - لیکن اسکے ساتھ ہی ظاہری حالت کو دیکھو تو نظر آتا ہے کہ شہر مین جو چہل پہل آج ہے سال بھر مین کبھی نہ تھی - جابجا روشنی کے خاص اہتمام ہوتے ہین - امام باڑے آراستہ و پیراستہ ہین - اور دنیا بھر کے تکلفات اور سامان عیش اُن مین لا کے جمع کر دیے گئے ہین - اظہار غم کی ضرورت سے لباس کے لیے جو ماتمی رنگ اختیار کیا گیا ہے اُس مین بھی وضعداری اور شوقینی نے ایک تراش خراش پیدا کر دی ہے - سونے چاندی کا زیور بڑھانے کے بعد جس سادے زیور کو ترجیح دی گئی اُس نے حسن و جمال مین ایسا بانکپن پیدا کر دیا ہے کہ بہت سے لوگ چاہتے ہونگے کہ خدا کرے بارہون مہینے محرم ہی رہے - اس بانکپن اور تراش خراش کے ساتھ بہت سی گھرون کی بیٹھنے والیان زیارت کرنے کے لیے تارون کی چھان مین نکل کھڑی ہوتی ہین - جن کی حالت دیکھ کے شبہ ہوتا ہے کہ آیا زیارت کرنے کو نکلی ہین یا زیارت کرانے کو - دوسری طرف جن لوگون کو دید بازی کا لپکا ہے وہ کچھ ایسا بیتاب اور چلبلا دل گھر سے لیکے چلے ہین جو ہر قدم پر مچلتا اور ہر صورت پر لوٹ ہو جاتا ہے - ان سب باتون نے مل کے مجموعی طور پر ایسی چہل پہل اور رونق پیدا کر دی ہے کہ جس کے دیکھنے کو لوگ دُور دُور سے چلے آتے ہین -

بھلا یہ غم کی صورتین ہین؟ افسوس اظہار غم ہی کے جوش نے یہ رنگ پیدا کردیا ہے کہ دیکھنے والون کو شبہہ ہوتا ہے کہ ہم محرم مین یہ غم منا رہے ہین یا سامان مسرت فراہم کرکے ہر جگہ اور ہر شہر مین ایک زبردست میلا کر رہے ہین - ان باتون سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ دراصل نہ ہم کسی قسم کا غم کرتے ہین اور نہ ہمین غم کرنے کا سلیقہ ہے - اگرچہ جنت کے دروازے زیادہ نعیم کے ساتھ کھول دیے گئے ہین - اور رونے کی صورت بنانے مین بھی وعدۂ نجات کیا گیا ہے لیکن اسکا کیا علاج کہ ہمین رونے کی صورت بنانا بھی نہین آتا -

بہر تقدیر اس مین شک نہین کہ خواہ مذہبی طریقے سے یا اپنی حالت کے لحاظ سے شروع سال پر ہمین غم و افسوس ہی کرنا چاہیے - اگر اور کوئی بات نہین تو اسی پر سہی کہ ہمین غم کرنا چاہیے تھا اور افسوس کہ غم کرنا نہ آیا -

لیکن یہ جو کچھ ہے ہماری ذات کے لیے ہے - ناظرین دلگداز کو ہم نہایت ہی صدق دل سے مبارکباد دیتے ہین کہ سنہ گذشتہ کی سرحد سے قدم نکال کے انھون نے نئے برس کے پُر امید و آرزو میدان مین قدم رکھا -

سنہ ۱۹۱۱ء اور ہم

"رخصت ہونا ہو تو ہنسی خوشی سے رخصت ہونا چاہیے" اسکی آرزو تو سب کرتے ہین مگر ہو کسی سے نہین سکتا - چند روز کا ساتھ چھوٹتے وقت دل بھر ہی آتا ہے - مگر سنہ ۱۹۱۱ء حقیقت مین ہم سے ہنسی خوشی رخصت ہوا - اور یہ چلتے چلاتے ہمین مسرت و شادمانی اور کامیابی و کامرانی کی ایسی بہار دکھائے جاتا ہے کہ کبھی نہ بھولیگی - اور ہمین کیا ہمارے ہندوستان کو اپنی اس قدامت پر کبھی نہین نصیب ہوئی تھی - بلکہ ہندوستان کے وہم و گمان مین بھی نہ تھی - شہنشاہ جارج پنجم کا بہ نفس نفیس ہندوستان مین آکے دربار کرنا کوئی معمولی بات نہین ہے - یہ سکندر کا آنا نہین ہے جو اُلوالعزمی کی ہوس پوری کرنے اور جہان کی سلطنتون کو اُلٹنے آیا تھا - یہ محمود کا آنا نہین ہے جو فتحمندی کے جلوے دکھانے اور ملک مین ہلچل ڈالنے کیلیے حملے پر حملہ کر رہا تھا - یہ تیمور و بابر کا آنا نہین ہے جو خون کی ندیان بہاتے ہوے دہلی تک پہونچے تھے - یہ ایک ایسے امن دوست

شہنشاہ اور صلح و آشتی کے دیوتا کا نزول اجلال ہے جس کی مہربانیان ۱۹۱۱ء کو یاد دلا کے ہمین ہمیشہ مسرور کر دیا کرین گی۔

ہر بات ختم ہو جاتی ہے۔ ہر آنے والا جاتا ہے۔ اور ہر زمانہ گذر جایا کرتا ہے۔ مگر اے ۱۹۱۱ء تیرا جانا اور برسون کا سا جانا نہین۔ تو ہمین خوش کر کے جاتا ہے۔ ہمین عزت و افتخار بخش کے جاتا ہے۔ ہماری آرزوئین پوری کر کے جاتا ہے۔ ہمارے باغ امید مین موسم بہار کا جلوہ دکھا کے اور ہمارے دلون کی کلیان کھلا کے جاتا ہے۔ اس لیے ہم تجھے یاد کر کے ہمیشہ خوش ہوا کرین گے۔ اور تجھے ساری مدۃ العمر مین مبارک فالی کا سال تصور کرتے رہین گے۔

حضور جارج پنجم نے بھی ہمارے ساتھ شریک ہو کے تجھے ہندوستان ہی مین رخصت کیا۔ اسکے بعد وہ اگرچہ اپنے وطن مالوف کو واپس جائین گے مگر تیرے عہد کی یہ برکت ہمیشہ باقی رہے گی کہ دہلی پھر ہندوستان کا دار السلطنت بن گئی۔ اور شاہجہان آباد کے پہلو مین جارج آباد قائم ہوا جس کی نسبت ہماری دعا ہو گی کہ ابد الآباد تک قائم رہے سچ یہ ہے کہ شہر دہلی تخت و تاج کو ڈھونڈھ رہا تھا اور تخت و تاج شہریاری اس پرانے شہر کے مشتاق تھے۔ اے ۱۹۱۱ء تجھی نے ہمارے تاجدار جہان پناہ کو اس جانب متوجہ کیا کہ ان دونون شوقون کو پورا کر کے حق کو حقدار تک پہونچا دین۔

مگر افسوس اے ۱۹۱۱ء تو مسلمانون کے حق مین اچھا نہین ثابت ہوا۔ تو نے مراکو کی پرانی سلطنت کو پامال کیا۔ تو نے اٹلی کو ایک سیہ کارڈ اکو بنا کے طرابلس الغرب پر بھیجا اور ہماری بدقسمتی سے سارے یورپ کے ہاتھ پیرون مین نیوٹرلیٹی کی زنجیرین ڈالدین۔ اور چلتے چلاتے تو نے ایران پر روس سے چڑھائی کرادی۔ اور بہ اسباب ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دولت عجم چراغ سحر ہے۔ افسوس دولت قاچاری کے ساتھ شوکت کیانی و ساسانی۔ رستم و اسفندیار کی داستان کہن۔ سعدؓ بن ابی وقاص کی شجاعت دیلمیون اور صفیون کی حشمت و رفعت سب خاک مین ملنے والی ہین۔ فردوسی و نظامی اور سعدی و انوری کی شاعری اور پرانے پر لطف و پر شکوہ فارسی لٹریچر کے ساتھ ایران کی آزادی کی تاریخ چند ہی ساعت کی مہمان ہے۔ یورپ نہین چاہتا کہ کوئی اسلامی سلطنت باقی رہے۔ کسی مشرقی سلطنت مین دم نہین۔ اور جس مین دم ہے اُسے

کوئی علاقہ نہین - لیکن خوب یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانون ہی تک ایشیا بھی ہے - اور جب دن اسلامی سلطنتین نہ ہونگی ایشیا بھی نہ ہوگا - ہم مٹین گے مگر ایشیا کو مٹا کے مٹین گے -

ہندوستان مین اِن دنون خوشی کے شادیانے بج رہے تھے - شہرون شہرون اور گانوؤن گانوؤن مین ورود شاہی پر خوشیان منائی جاتی اور روشنیان کی جاتی تھین - سب محو عیش تھے - اور ہر شخص عیش و عشرت مین مصروف تھا - مگر یہان بھی زمانہ مسلمانون کو آزار پہونچانے سے باز نہین رہا - حضور شہنشاہ جارج پنجم نے ملک کی جو نئی تقسیم فرمائی اُسکی رُو سے بنگالے کا پُرانا پارٹیشن منسوخ کیا گیا اور نیا پارٹیشن عمل مین آیا - اگرچہ بنگالیون کو بھی کچھ نہین ملا - مگر انھین کہنے کو ہوگیا کہ آج ہم ہی جیتے - گو دوسرے پہلوؤن سے اُس سے زیادہ ضرر پہونچ گیا ہو - مگر مشرقی بنگالے کی کثیر التعداد مسلمان آبادی کو سخت صدمہ پہونچا - اور وہی لوگ جو گورنمنٹ کی حمایت مین پُرجوش معترضون سے لڑ رہے تھے ایک سناٹے مین آگئے کہ یہ کیا ہوا -

یہ فعل حضور جارج پنجم کا ذاتی فعل ہرگز نہین ہو سکتا - کیونکہ جب تک پارلیمنٹ اور ہندوستان کی کیبنیٹ نے اسکو منظور نہ کرلیا ہوگا ہمارے شہنشاہ نے ایسا یکطرفہ حکم ہرگز نہ جاری کیا ہوگا - لہذا اسکی ساری ذمہ داری خود برٹش گورنمنٹ کی اعلیٰ جماعت حکمرانی پر ہے - لیکن شاید برٹش گورنمنٹ سے اپنی ساری تاریخی زندگی مین کبھی کوئی ایسا ناعاقبت اندیشی کا فعل نہ سرزد ہوا ہوگا جیسا کہ یہ ہے - ہر کام کا کوئی مقصد اور اُسکی کوئی غرض ہوا کرتی ہے - اگر یہ مقصد تھا کہ بنگالیون کی شورش رد کی جائے اور اُنکی آرزو پوری کی جائے تو پھر چاہیے تھا کہ بنگالے کو ویسا ہی بنگالہ بنایا جاتا جیسا کہ وہ پہلے تھا - اسکے کیا معنی ہین کہ ایک طرف تو جو اضلاع بنگالے سے چھینے گئے تھے پھر اُسکو پھیر دیے گئے - اور دوسری طرف اُس سے زیادہ یا صرف اُتنا ہی رقبہ اُس سے الگ کر لیا گیا - اگرچہ بنگالیون نے سردست خموشی اختیار کرلی اور اوپری دل سے فقط دکھانے کے لیے خوش ہوگئے کہ ہماری ضد پوری ہوگئی لیکن اُنھین کیا خاک اطمینان ہو سکتا ہے جب دیکھتے ہین کہ جتنا ملک دیا گیا اُتنا ہی دوسری جانب سے لیلیا گیا - اور اُسپر طرہ یہ کہ بنگالے سے دارالسلطنت بھی چھین لیا گیا - اس سے زیادہ غلط کیا کارروائی ہو سکتی ہے کہ جن لوگون کو خوش کرنا تھا اُنکی خاطر جمعی نہ ہوئی اور نہ حقیقت مین وہ خوش ہوے - اور جو اسوقت تک

خوش تھے وہ گورنمنٹ کا تلوّن دیکھ کے بدظن اور ناراض ہو گئے۔ خلاصہ یہ کہ ہندو پوری طرح خوش نہین ہوے اور مسلمان جو خوش تھے وہ چاہے زبان سے کچھ نہ کہین مگر ناراض کر دیے گئے۔ ہم نہین سمجھ سکتے کہ رسکو کون شخص سیاست مدن کا اچھا فیصلہ تسلیم کر سکے گا۔ بہرتقدیر سنہ ۱۹۱۱ء کی اس مضرت سے جو مسلمانون تک محدود تھی مسلمانان ہند بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

اور جب اسلامی سلطنتون کے لیے یہ سال اچھا نہ تھا تو پھر بھلا اُسکے تیر ستم سے دلگداز کیونکر بچ سکتا تھا؟ جو اسلامی لٹریچر سے خصوصیت رکھتا ہے۔ دلگداز پر اس سال اول سے آخر تک آفتین نازل ہوتی رہین۔ سب سے پہلی مصیبت یہ تھی کہ محمد فاروق جن کے ہاتھ مین سارا انتظامی کام تھا ایسے بیمار پڑے کہ آج تک صاحب فراش ہین۔ اور اس قابل نہین کہ ذرا سا بھی کام کر سکین۔ اُنکی اصلی شکایت اور بیماری جو اسی سال کے آغاز مین شروع ہوئی یہ ہے کہ پیٹ مین ایک بیتاب کرنے والا درد کھانا کھانے کے پانچ چھ گھنٹے کے بعد عین ناف کے مقام پر ہوتا ہے۔ جو رہ رہ کے اُٹھتا ہے اور گھنٹون قائم رہتا ہے۔ جتنا درد بڑھتا جاتا ہے سارے پیٹ کی سختی بھی بڑھتی جاتی ہے۔ اس کا علاج یونانی ڈاکٹری سب ہی طرح کا ہوا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اسی سلسلے مین ایک ڈاکٹر صاحب کی دوا سے بخار اور کھانسی پیدا ہو گئی۔ جس نے لزوم اختیار کر لیا اور یہ حالت ہو گئی کہ ہر گھڑی بخار رہتا جو ۱۰۳ درجے سے کم نہ ہوتا اور بڑھ کے ۱۰۴ یا ۱۰۵ درجے تک پہونچ جاتا۔ اطبا اور احباب کو سل و دق کا یقین ہو گیا۔ اور ضعف اور دُبلاپن بڑھتا جاتا تھا۔ اور غذا ترک ہو گئی تھی۔ یہان تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اب دو تین دن سے زیادہ کے مہمان نہین ہین۔ اسی حالت مین محض اسی خیال سے کہ شاید کچھ بھوک کھلے اُنھین "کپلرز مالٹ آف کاڈ لیور آئل" کا استعمال شروع کرا دیا گیا جسے حیدرآباد کے ایک ڈاکٹر صاحب نے اُنکے لیے مرض سے پہلے تجویز کیا تھا۔ اُسکے استعمال سے فوراً وہی نتیجہ ظاہر ہوا جو مین چاہتا تھا۔ یعنی بھوک کھلی۔ غذا ہونے لگی۔ اور قوت آنے کے ساتھ ذرا دُبلاپن بھی کم ہوا۔ بہرحال یہ دوا اُنکے حق مین اکسیر ثابت ہوئی جس کے استعمال کے ساتھ ہی علاج مطلقاً ترک کر دیا گیا۔ اور صرف اُسی کی پابندی کی گئی۔ اُسنے اتنا سنبھال دیا کہ آج تک زندہ ہین۔ مگر اصلی درد کسی طرح نہین جاتا۔ یون تو روز ہی ہر غذا کے پانچ چھ گھنٹے بعد درد شروع ہو کے دو چار گھنٹے تک قائم رہتا ہے مگر پندرہ

بیس روز بعد اُس کا ایک دورہ سا پڑتا ہے جس مین درد زیادہ شدید ہوتا ہے - بہت دیر تک رہتا ہے اور اُسکا سلسلہ کئی دن تک قائم رہتا ہے - مین نے فاروق سلمہٗ کی بیماری کی کیفیت اسلیے زیادہ وضاحت سے عرض کردی کہ اکثر احباب خطوط مین کیفیت پوچھا کرتے ہین اور مجھے اتنی فرصت نہین کہ سب صاحبون کو جدا جدا تفصیل سے لکھا کرون اور اس بیان کر دینے مین یہ بھی غرض ہے کہ اگر کسی صاحب کو اس مرض کا کوئی مجرب علاج معلوم ہو تو اُس سے مجھے مطلع فرمائین -

بہرحال فاروق سلمہٗ کی بیماری دراصل دلگداز کی بیماری تھی - مجھے بہت سا وقت اُنکی تیمارداری مین بھی صرف کرنا پڑا - اور دل و دماغ اس قابل نہین رہے کہ پبلک کی پوری پوری خدمت کر سکون - اُدھر آخر سال مین مجھے بے وقت اور بیموقع اپنے بڑے لڑکے صدیق سلمہٗ اور اپنی ایک لڑکی کی شادیان کرنی پڑین - جن سے آخر ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ مین مجھے نجات ملی - یہی اسباب ہین جن کی وجہ سے دلگداز کی اشاعت مین بدنظمی رہی -

دلگداز کی زندگی کا آیندہ سال امید ہے کہ بہت اچھا ہوگا - مگر ہم کو اپنے کرم فرما قدر افزاؤن کی محبت اور بیحد عنایتون سے اکثر ایسی چھٹیان لینے کا موقع مل جاتا ہے - سچ یہ ہے کہ ع کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ ٭ آپ ایسے مہربان نہ ہوتے تو ہم ایسے بے پروا بھی نہ ہوتے - اب دلگداز مین تاریخی مضامین زیادہ ہوتے ہین جن کی ضرورت بھی ہے - اور یہی مذاق ہے جسکی طرف ابنائے عصر اور ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانون کو زمانہ متوجہ کر رہا ہے - تاریخ ہی کے مذاق سے اس سال "حسن کی کرشمہ سازیون" کا ایک دلچسپ سلسلہ جاری ہوا - اور آخر تک کچھ نہ کچھ چلتا ہی رہا - بعض وقت خیال آتا ہے کہ ایک ہی عنوان کو پڑھتے پڑھتے لوگ اُکتا جائین گے - مگر یہ سلسلہ ہے ایسا پُر لطف اور دلچسپ کہ چھوڑے نہین چھوٹتا - اس سلسلے کے ذریعے سے ہم نے دنیا کی بڑی بڑی خاتونون کے حالات اُردو داں پبلک کے سامنے پیش کر دیے ہین جن سے ملک کے زن و مرد بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہین - اور اگر اسی طرح بہت سی لائفین جدا جدا مرتب ہو جائین تو ہمین یقین ہے کہ اُردو مین بہت اچھا اور دلچسپ تاریخی ذخیرہ فراہم ہو جائیگا -

جو حضرات شروع ۱۹۱۱ء سے خریدار ہین اُنکی خدمت مین اس سال ایک نیا

ناول ہدیۃً پیش کیا جائیگا - ابکی ہم نے تاریخی ناول لکھا ہے - اور اُس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانون کے دونون فرقون سُنّی اور شیعہ کے باہمی اختلاف کے بُرے نتائج اُنکی آنکھون کے سامنے پیش کر دیے جائین - یہ ایسا نازک مسئلہ ہے جسپر قلم اُٹھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی کیونکہ کوئی ایسا مشورۂ صلح دنیا جس سے کوئی ایک فریق راضی ہو جائے دشوار معلوم ہوتا ہے اور ہر قدم پر دھڑکا لگا رہتا ہے کہ شیعہ یا سُنّی خفا نہ ہو جائین - مگر مین نے ان سب اندیشون کو دل سے دُور کرکے یہ ناول مرتب کر دیا - جو غالباً مارچ یا اپریل سنہ ۱۲ء مین چندۂ دلگداز اور اپنے محصول عہ یا عہ پر وی پی جاضر ہوگا -

سنہ ۱۹۱۲ء اور سنہ ۱۳۳۰ھ

دو نئے مہمان ہین اور دونون ایک ہی ساتھ چند روز کے فصل سے آگے پیچھے آئے ہین - پہلے کا آغاز حسب معمول اور مغربی اقوام کے رواج کے مطابق سالِ نو کی خوشیون اور مبارک بادیون سے ہوا - اور دوسرے کا ایران و ہند کے رواج قدیم کے مطابق رنج والم اور غم و ہم سے - سنہ عیسوی کے شروع ہونے پر اگرچہ مسیحی دنیا مین عموماً مسرت و شادمانی کا اظہار کیا جاتا ہے لیکن اس مرتبہ سچ پوچھیے تو یہ مسیحی برس بھی ہمارے لیے بعوض خوشی کے کسی قدر اندوہ و ملال ہی کا برس تھا - کیونکہ مرحوم سنہ ۱۹۱۱ء اپنے خاتمے پر ہمارے قیصر معظم شہنشاہ جارج پنجم کو یہان لے آیا تھا - جن کی رونق افروزی کی خوشی مین ہم سارے افکار و آلام کو بھول گئے تھے - ہر جگہ خوشی کے چہچہے اور جوش شادمانی کے ولولے تھے - مگر سنہ ۱۹۱۲ء کے آتے ہی ہمین اپنے عزیز شہنشاہ کو (ہنسی خوشی سے سہی مگر) رخصت کرنا پڑا -

مرور ایام کوئی خوشی کی چیز نہین - ہر برس بتاتا جاتا ہے کہ زندگی کا ایک سال کم ہوا - بچے بیشک خوش ہوتے ہین کہ ہم بڑون سے زیادہ قریب ہوگئے - مگر تغیر زمانہ کے ان یادگار موقعون پر سوا اسکے کہ ہم موت سے زیادہ قریب ہوتے جاتے ہین اور کوئی خیال نہین آسکتا - لہذا سن رسیدہ لوگون اور سمجھ والون کا ایسی نازک اور عبرت دلانے والی گھڑیون پر خوش ہونا طفلانہ مزاجی سے زیادہ وقعت نہین رکھتا -

زمانہ وعدون کی دلچسپ اور پُر اُمید دنیا ہے - کسی کو خوشی ہے کہ فراق کی راتین

مصیبت کی گھڑیان کاٹ کاٹ کے کٹین اور اب کسی کے آنے کا وقت ہے - کوئی بیمار خوش ہو رہا ہے کہ حکیم صاحب نے اتنے دنون مین اچھے ہو جانے کا وعدہ کیا تھا اور اب اُس مدت کے پورے ہونے کو دو ہی چار دن باقی رہے ہین - کسی ستم زدہ ماں نے دن گن گن کے اتنی مدت بسر کی اور اب کہہ رہی ہے کہ میرے بچے نے اتنے دنون کے بعد سفر سے واپس آنے کا وعدہ کیا تھا وہ زمانہ خدا خدا کرکے ختم ہو گیا اور اب وہ آتا ہی ہوگا - اُدھر غریب الوطن دل مین خوش ہو رہا ہے کہ چند ہی روز رہ گئے ہین کہ مین اپنی غربت کی مدت ختم کرکے گھر چلون - عزیزون اور دوستون سے ملون - اور اپنے اُن پیارون کو دیکھون جو میرے لیے حیران تھے - اور جن کی یاد مین مجھے کبھی کسی مسرت مین لطف نہ آتا تھا - اسی طرح دنیا کے جس شخص کے دل کو ٹٹولیے - چاہے وہ کوئی ہو چھوٹا ہو یا بڑا - بوڑھا ہو یا بچہ - امیر ہو یا غریب - ادنیٰ ہو یا اعلیٰ اسی قسم کی آرزوؤن سے دل بہلاتا نظر آئے گا - مگر آہ! ان مین سے کتنے وعدے ہین جو پورے ہوے؟ اکثر تو دل کے دل ہی مین رہے اور وعدہ آکے برابر ہو گیا -

اے ہمارے نئے مہمانو! اور اے قضا و قدر کے احکام و مقاصد کے حاملو! تم آئے اور زمانے کے دستور کے مطابق ہم تم سے مل کے خوش بھی ہو گئے - تم پر کیا موقوف ہے جو کوئی نیا شخص آتا ہے اُسکا خیر مقدم اظہار مسرت کے ساتھ کرنا ہی پڑتا ہے - اسی طرح ہم نے بھی تمھارا خیر مقدم کر لیا - تمھارے ورود کے مروجہ رسوم بھی ادا کر لیے - نئے عیسوی سال کے پہلے دن خوشی منائی - اور نئے ہجری برس کے آغاز مین برابر دس دن تک مصائب شہید کربلا پر آنسو بہاتے رہے - الغرض ہمین جو کچھ کرنا چاہیے تھا کر لیا - مگر اے دونون ناخواندہ مہمانو! تم بھی تو بتاؤ کہ ہمارے لیے کیا کیا لائے ہو؟ ہماری کون کون سی آرزوئین تم نے پوری کین؟ تمھین بھی خیال ہے کہ ہماری کون کون سی اُمیدین اور کیسی کیسی تمنائین تمھارے ساتھ وابستہ تھین؟ افسوس تم تو آگئے مگر وہ وعدہ فراموش ظالم نہ آیا جس نے تمھارے ساتھ ہی آنے کا وعدہ کیا تھا؟ کمبخت نجومی نے کہدیا تھا کہ تمھارے آغاز کے ساتھ ہی ہماری مصیبت کٹ جائیگی اور کامیابی و خوشحالی کے دن شروع ہون گے - کیا بتائین کہ کیسی کڑی جھیل کے تمھارا انتظار کیا - اب تو تم آدھمکے مگر بتاؤ کہ ہماری اس خوشحالی اور قبالمزاجی

تو کہان چھوڑ دیا۔ جس کا اُس ظالم ستارہ شناس نے وعدہ کیا تھا؟ وہی پریشانی وہی تباہی وہی فکرین اور وہی تردداتِ جو پہلے تھے آج بھی ہین۔

ہم ہی پر منحصر نہین۔ ساری دنیا تمھین اُمید و آرزو کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔ اہل عالم کی قسمتون کی زنبیل تمھاری بغل مین ہے۔ اُسپر کس کی نگاہ نہین لگی ہوئی ہے؟ سب کی آنکھین تمھاری طرف ہین۔ مگر تم ایسے خاموش ہو کہ گویا ہمارے لیے کچھ لائے ہی نہین اور بالکل خالی ہاتھ آئے ہو۔

ہمارے یہان تو معمول ہے کہ جب کوئی نیا شخص آتا ہے تو لوگون کے لیے حسب حیثیت و مرتبہ سوغاتین لایا کرتا ہے۔ ہم بھی کہین دُور کے سفر پر جاتے ہین تو واپسی پر اپنے ملنے جُلنے والون اور احباب کے لیے جو کچھ بنتا ہے لے آتے ہین۔ مگر تم کو اسکا خیال نہین! ایک عالم تم سے آرزوئین رکھتا ہے اور تم کو پروا نہین۔ ساری دنیا تم سے اپنی مرادین مانگتی ہے اور تم کچھ نہین دیتے۔ تم سے اپنی آنکھون پر یہ بیمروتی کی ٹھیکری کیونکر رکھی گئی؟ تم پر تو اسکا اثر نہین ہوتا مگر سچ یہ ہے کہ تمھاری یہ حالت دیکھ دیکھ کے ہماری آنکھین جھکی جاتی ہین۔

اچھا مانا کہ تم ایک ایسے بیمروتی و بے تعلقی کے عالم سے آئے ہو جہان سے جو کوئی آتا ہے خالی ہاتھ ہی آتا ہے۔ دنیا مین جتنے آئے خالی ہاتھ آئے۔ لیکن تم تغیرات و انقلابات اور دنیوی حالت کے بنانے بگاڑنے کا چارج لے کے آئے ہو کچھ تو بتاؤ کہ تم یہان کیا کروگے؟ تمھاری پالیسی کیا ہے؟ اور ہمارے ساتھ کیسا سلوک ہوگا؟ مگر نہین۔ تم کچھ کہتے نہین صرف کرتے ہو۔ خدا نے تمھین ہاتھ دیے ہین مُنہ نہین دیا۔ تمھارے تیور اور تمھارے چشم و ابرو کو دیکھ کے نجومیون نے پیشین گوئیان کردی ہین مگر خدا جانے وہ پوری بھی ہونگی یا نہین۔ ظاہر مین تو ہمین تم سے کسی فلاح و بہبود کی اُمید نہین۔ کیونکہ بجاے سکوت و خاموشی اور سکون و قرار کے تم دنیا مین ہل چل ڈالتے ہوے آئے ہو۔ اور ہم جدھر دیکھتے ہین بیحد ہنگامہ مچا ہوا ہے۔

مشرق مین جدھر سے تمھاری پہلی صبح کا طلوع ہوا تھا یعنی ممالک چین مین جنھین ہم مشرق اقصیٰ کہتے ہین بغاوت و خون ریزی کا بازار گرم ہے۔ سلطنت کی بنیاد مین لرزہ پڑا ہوا ہے۔ اور ساری خلقت پریشان ہے۔ اسکے بعد ہمارا درجہ ہے۔ ہمین

اگرچہ شہنشاہ جارج پنجم کے اقبال نے تباہی سے بچا لیا مگر پھر بھی طاعون کی دستبرد سے موت کا بازار گرم ہے۔ ہمارے بعد ایران ہے وہاں کہرام مچا ہوا ہے۔ قدیم سلطنت اور ہزارہا سال کی آزادی خاک مین ملی جاتی ہے۔ منتخب روزگار علما و مجتہدین۔ سچے جان نثاران ملک فدائی قتل ہو رہے ہین۔ اور ظالم و ناخدا ترس روسی سارے ملک کو تباہ کیے ڈالتے ہین۔ اور آگے بڑھیے تو دولت عثمانیۂ روم ہے۔ وہان اٹلی کی قزاقانہ دست برد نے ساری ترکی دنیا مین برہمی پیدا کردی ہے۔ طرابلس مین تو خونریزی ہو رہی ہے مگر سارا مشرق جوش و خروش کی وجہ سے بیقرار ہو رہا ہے۔ اور آگے قدم بڑھا کے مراکو مین جا کے دیکھیے تو اسپین کے ہاتھون سے وہ تباہ ہو رہا ہے۔ خون کے دریا بہ رہے ہین۔ اور بنی نوع انسان ملک گیری کی ہوس اور اپنی آزادی بچانے کے شریفانہ جوش پر قربان ہو رہی ہے۔

ان تمام آثار کے دیکھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ ہمارے نو وارد مہمان کیسے ہین؟ کس منش کے ہین؟ اور کیا کرنا چاہتے ہین؟

اے انیسوین صدی کے نئے برسو! اگلی صدیون مین بیشک اس سے زیادہ خرابیان پیدا ہو چکی ہین۔ کبھی ایک ایسا برس بھی آیا تھا جس نے ساری دنیا کو غرقاب اور نذر طوفان کر دیا۔ ایسے برس بھی گذر چکے ہین جن مین کسی ایک وبا نے آناً فاناً مین لاکھون آدمیون کو ہلاک کر ڈالا۔ اور ایسے برس بھی جن کے ہاتھون پوری قومین کی قومین قتل و غارت اور فنا ہو گئین۔ مگر وہ گذری باتین ہین جو موجودہ عہد مین بدتمیزی اور بدتہذیبی کی جانب منسوب کی جاتی ہین۔ آج کل کی مہذب دنیا اُن باتون کو یاد کرکے غصہ کرتی اور اپنے آپ کو اُس قدیم دور کے واقعات سے بہت دُور تصور کرتی ہے۔ مگر کیا یہ حیرت کی بات نہین ہے کہ اس تہذیب و شائستگی اور اس تعلیم و ترقی کے دور مین بھی دنیا کی وہ قومین جو مہذب ہونے کی دعویدار ہین ہوس ملک گیری اور دوسری قومون کے مغلوب اور تابع فرمان بنانے کے شوق مین ویسی ہی ظالمانہ کارروائیان کرین؟ ویسی ہی خون کی ندیان بہائین؟ اور اسی قسم کی خودغرضیان ظاہر کرین؟ اور نوع انسان کے حق مین وہ بھی ویسی ہی سنگدل ہو جائین جیسی کہ وہ اگلی وحشی قومین تھین۔ تاتاری وحشی درندے تھے۔

اور خونریزی کے سوا اُنھین کسی بات مین لطف نہ آتا تھا۔ بربر والے جنگل کے بھیڑیے یا بالو کے دریا کے نہنگ تھے اور اپنے زمانے مین اُنھون نے بڑے بڑے مظالم کیے۔ مگر اس صدی کے مہذب لوگون کو کیا ہو گیا ہے کہ تعلیم و تہذیب کے بعد بھی ویسے ہی مردم خوار بھیڑیے اور اُسی طرح کے انسان کش درندے بنے ہوے ہین۔

نہین۔ ہرگز نہین۔ اے اس مدعی تہذیب دَور کے تازہ وارد مہمانو! ہم ہرگز نہ مانین گے کہ یہ دُنیا مہذب ہو گئی ہے یا تم اگلے برسون کے خلاف کوئی تہذیب کا کام کرنے کو آئے ہو۔ یا تم سے دنیا کو کچھ فائدہ پہونچے گا۔ دنیا مین وہی ہو گا جو ہوتا رہا ہے۔ اور تم بھی وہی کروگے جو اگلے برسون نے کیا۔

لہذا اے نئے برسو! اسوقت ہم اور ہمارے ساتھ ساری دنیا والے جو تمھین گھیرے ہوے ہین اور تم سے اپنی مرادین اور آرزوئین مانگ رہے ہین اُن سے پیچھا چھڑانے کے لیے تم بھی وہی تدبیر کرو جو تم سے پہلے برس کرتے رہے ہین۔ سب دنیا تم آیندہ پر ٹال دو۔ اور ایک برس کا پھر وعدہ کر دو۔ وعدہ وفائی کا جب ہر وقت آئے گا اُسوقت تم نہ ہوگے کوئی دوسرا ہو گا۔ وہ اہل عالم کے تقاضون کا حالت مناسب معلوم ہو گا کرے گا۔ تم اس جھگڑے سے چھوٹ جاؤ گے۔

ختم سال اور ہم

ہمین اُمید تھی اور اس کوشش مین لگے ہوے تھے کہ اب دلگداز کی اشاعت مین کسی قسم کی بدنظمی نہ ہونے پائے۔ مگر افسوس ہمارا کچھ زور نہ چلا۔ بدنظمی ہوئی اور ہوئی اور سارے انتظامات درہم و برہم ہو گئے۔ ایک صاحب نے ہمارے چند خیالات پر برانگیختہ ہو کے مسلم گزٹ کے صفحون پر ہماری تنبیہ و تادیب فرمائی تھی۔ اُسی کے سلسلے مین گو بے محل ہو مگر اشاعت دلگداز کی ابتری کے متعلق یہ خیال ظاہر فرمایا تھا کہ "بہت سے تین تین پرچے ایک ساتھ آتے ہین۔ کیا عجب کہ آیندہ سال کے بارہون پرچے ایک ساتھ آجایا کرین" خدا جانے کس گھڑی اُنکے قلم سے یہ خیال ظاہر ہوا تھا کہ پورا ہی ہو کے رہا۔ چنانچہ آج چھ سات مہینے بعد ہمین اپنے احباب سے ملنا نصیب ہوا ہے۔ اور سات مہینون کے پرچے ایک ساتھ حاضر ہوتے ہین۔ اور وہ حضرت ہمارا قصور معاف

ہم نہین کے نہ رہین گے۔

کرنے سے اخبار ہمدرد کی چیف ایڈیٹری قبول کرلی تھی اور دہلی سے گئے تھے۔ دفتر دلگداز منشی حکیم سراج الحق صاحب منیجر دلگداز کے ہاتھ مین چھوڑ دیا گیا تھا۔ مگر ہمارے جانے کے دس ہی پندرہ روز بعد سراج الحق صاحب کے والد یکایک ایسے بیمار ہوے کہ اُنھین مجبوراً اُنکی تیمارداری کے لیے چلا جانا پڑا۔ آخر اُنکے پدر بزرگوار نے مسلسل دو مہینے بیمار رہ کے سفر آخرت کیا۔ اور سراج الحق کے چلے جانے سے دفتر دلگداز مین کوئی اتنا بھی نہ رہا کہ معمولی خطون کا جواب دے سکے۔

ادھر ہم جو دہلی مین گئے تو آفات و حوادث زمانہ کے ایسے شکار بنے کہ خدا یاد آگیا۔ بندہ زادہ محمد صدیق حسن سلمہٗ جو علیگڈھ کالج مین پڑھتا تھا یکایک بیمار ہوکے ہمارے پاس دہلی مین آیا اور ایسا بیمار ہوا کہ اگر ڈاکٹر انصاری صاحب جو مسلمانان ہند کی طرف سے ایک طبی مشن لے کے قسطنطنیہ تشریف لے گئے ہین اُنکا سا حاذق طبیب اور بے نظیر سرجن نہ مل جاتا تو بہ اسباب ظاہر اُسکے جانبر ہونے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ ڈاکٹر انصاری نے اُسپر ایک نہایت ہی اعلیٰ درجے کا اور بہت نازک اپریشن کیا جس مین داہنی جانب ناف کے نیچے سات آٹھ پردون اور طبقون کو چاک کرکے اور آنتون کو درمیان سے ہٹا کے اُنکے پیچھے سے تقریباً آدھ سیر مواد نکالا۔ یہ اپریشن معجزنما طریقے سے کامیاب ہوا۔ کیونکہ اسکے ساتھ ہی تمام شکایتین جاتی رہین۔ اور جو کچھ شکایت باقی تھی صرف زخم کے اندمال کی تھی۔ جس مین ڈیڑھ مہینے کے قریب زمانہ صرف ہوا۔ لیکن خدا نے ہم پر بڑا فضل کیا اور ڈھائی مہینے کے بعد ہم صدیق کو لے کے گھر آئے۔

الحاصل ہمین دہلی مین چین سے بیٹھنا نہ نصیب ہوا۔ اور جتنے دنون رہے مایوسیون اور طرح طرح کی آفتون مین مبتلا رہے۔ ادھر ہمدرد اخبار جسکے لیے ہم گئے تھے وہ بھی بیروت سے ٹائپ کے غیر مکمل آنے اور مہینون تک اُس کا تکملہ نہ ہوسکنے کے باعث جاری نہ ہوسکا۔ مسٹر محمد علی نے کوئی کوشش اور کسی قسم کی تگ و دو اُٹھا نہین رکھی لیکن معاملہ ایسا تھا کہ کسی قسم کا زور نہ چل سکتا تھا اور کوئی تدبیر بنائے نہ بنتی تھی۔ آخر یہ دیکھ کے کہ وہان ہماری موجودگی سے کوئی کام نہین نکلتا اور دلگداز کا کام

بگڑتا چلا جاتا ہے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۲ء کو ہم صدیق سلمہٗ کے ساتھ لکھنؤ مین واپس آئے۔ اور بعض ایسی باتین پیش آئین کہ ہم نے دہلی جانے کا ارادہ ہی فسخ کر دیا۔ گو کہ اب حکیم سراج الحق صاحب بھی اپنے والد کے مرض موت مین حق سعادتمندی ادا کرکے واپس آگئے اور دلگداز کا کام کر رہے ہین۔ اُنکے علاوہ صدیق حسن سلمہٗ نے بھی اب یہ ارادہ کر لیا ہے کہ لکھنؤ ہی مین ٹھہر کے جس طرح بنے دلگداز کو پورے انتظام سے چلائین۔ چنانچہ عام نگرانی و مراسلت کا کام اُنھون نے اپنے ہاتھ مین لے لیا ہے۔ باوجود اسکے ہم نے بھی ارادہ کر لیا ہے کہ لکھنؤ ہی مین رہین۔ اور آیندہ سوا تصنیف و تالیف کے کوئی کام اپنے ہاتھ مین نہ رکھین۔

اس طریقے سے اُمید ہے کہ ہم بہت جلد جلد عمدہ کتابین اپنے احباب اور اپنے معزز قدرافزاؤن کے ملاحظے مین پیش کر سکین گے۔ دلگداز کی تلافی مافات کی اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ ۱۹۱۲ء کے چھٹون نمبر ایک ٹائٹل مین اور اُنکے ساتھ ہی جنوری ۱۹۱۳ء کا دلگداز علیحدہ ٹائٹل مین مکمل کرکے ایک ساتھ قدردانان دلگداز کی خدمت مین روانہ کر دیے جائین۔ اور بعد سے اشاعت کا سلسلہ برابر قائم رہے۔ چنانچہ دلگداز کے ساتوین نمبر پبلک کے پُرشوق ہاتھون مین دیے جاتے ہین۔ اور اُمید ہے کہ اسکے بعد انشاء اللہ سلسلۂ اشاعت قائم رکھا جائیگا۔

۱۹۱۳ء مین جو ناول دلگداز کے خریداران ۱۹۱۲ء کی نذر کیا جائیگا وہ بھی چھپنا شروع ہو گیا ہے اور امید ہے کہ فروری کے پرچے کے بعد مارچ ۱۹۱۳ء مین وی۔ پی حاضر کیا جا سکے گا۔ اب کی جو ناول ہم اپنے کرم فرماؤن کی نذر کرین گے وہ تاریخی نہین ہے بلکہ اس کو زیادہ تر زمانۂ موجودہ کی حالت سے تعلق ہے۔ اس مین آج کل کے نالائق رئیسون اور والیان ملک کا شرمناک کیریکٹر دکھایا گیا ہے جس سے زیادہ عبرتناک تصویر ہمارے ناعاقبت اندیش اور ناخداترس رئیسون کے کیریکٹر کی نہین ہو سکتی۔

۱۹۱۳ء کا آغاز

دوستو! ۱۹۱۲ء گذر گیا اور ہم زندہ ہین۔ فاروق مرحوم جن کی زندگی سے ہمین

کو نہین دلگداز کو بڑی بڑی امیدین تھین سال مذکور کے ماہ فروری مین دنیا سے رخصت ہوگئے مگر ہم اُنکی مفارقت کا صدمہ برداشت کرنے کے لیے عالم مین موجود ہین اور ۱۹۱۳ء کا خیر مقدم ادا کر رہے ہین مرنا جینا کوئی غیر معمولی چیز نہین - سب ہی کے لیے ہے - دنیا کا کارخانہ ہی یہ ہے کہ ہستی کے ساتھ موت اور موت کے ساتھ ہستی ہے " تولج الحی من المیت و تولج المیت من الحی " مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ہم دنیا کی اور تمام چیزون کی طرح بحس کیون نہین ہین - سارا غم و الم اسی ظالم حس کی وجہ سے ہے - نہ ہمین رنج و غم کی حس ہوتی نہ حرفِ شکایت زبان پر آتا - نہ چوٹ سے دکھ معلوم ہوتا اور نہ فریاد بیتابانہ ہوتی - شجر و حجر اور دنیا کی لاکھون کرورون چیزین محض ایک بحسی کی برکت سے کس لطف اور آرام اور کیسی بیفکری کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہین ؟ آفات و حوادث سے اُنھین بھی سابقہ پڑتا ہے - فنا و بقا اُنکے لیے بھی ہین - زمانہ اُنھین بھی پیستا اور مٹاتا ہے - بجلیان اُنپر بھی گرتی ہین - پتھر اُن پر بھی پڑتے ہین - باد مخالف اُنھین بھی اُٹھا اُٹھا کے پھینکتی ہے - اور سیل حوادث اُنھین بھی بہا لیجاتی ہے - غرض کون آفت ہے جو اُنکے سر پر نہین آتی ؟ اور کون سی مصیبت ہے جس سے اُنھین سابقہ نہین پڑتا ؟ مگر بحسی ایک ایسی نعمت عظمیٰ مل گئی ہے جس کے باعث اُنھین خبر بھی نہین ہوتی کہ دنیا مین کیا ہو رہا ہے اور کوئی ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے - یہان سے اُٹھا کے وہان پھینکدو اُنھین خبر بھی نہین - پاؤن سے ٹھوکر مارو اُنھین پروا نہین - خدا بھلا کرے بحسی کا کہ یہ تمام آفتین جھیل جاتی ہین اور زبان سے آہ نہین نکلتی - اور ایک ہم ہین کہ کمبخت حسکی بدولت ادنےٰ ادنیٰ چوٹ پر روتے اور ذرا ذرا سی تکلیفون پر واویلا و وا مصیبتا کا شور مچا دیتے ہین - خداوندا ! اگر غم ہی دینا ہے تو بحس بنا - اگر قسمت مین یہی لکھ دیا ہے کہ ستائے جائین تو پتھر کا دل بھی دے جسپر کسی بات کا اثر ہی نہ ہو - کیا فائدہ کہ تو نے اپنی کسی مصلحت سے ہمین مبتلائے آلام کیا اور ہماری زبان سے شکایت نکل گئی - ایذا پہونچی اور ہم صبر نہ کر سکے ؟

مگر نہین - یہ حس جسکا ہم دُکھڑا رو رہے ہین بالکل بُری ہی نہین - دل صد چاک پر جو سخت سے سخت چوٹین کھائین ہین اُن سے متاثر ہوکے ہم شکایت کرنے لگے

ورنہ یہی ایک بڑی بھاری رحمت و نعمت بھی ہے۔ اس حس سے جس طرح تکلیفیں پہونچتی ہیں اُسی طرح اس سے راحت میں مزہ بھی آتا ہے۔ کیسی کیسی لذتوں سے ہم بہرہ یاب ہوتے ہیں؟ اور عالم کی دلچسپیوں سے کیسے کیسے لطف اُٹھاتے ہیں؟ مانا کہ بعض غم ایسے ہوتے ہیں جو ساری لذتوں اور مسرتوں کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ مگر اُن کے مقابل بعض مسرتیں بھی ایسی ہیں جو سارے الموں کو دم بھر میں نسیاً منسیاً کر دیا کرتی ہیں۔

بیشک ہم فاروق مرحوم کے غم میں مبتلا ہو کے ایسے مغموم ہوئے کہ اپنے فرائض کو بھول گئے۔ یہاں تک کہ دلگداز کو بھی نہ سنبھال سکے۔ اُنکی بیماری و صحت کی فکر اور تگ و دو سے جو بدنظمی دلگداز کی اشاعت میں پیدا ہوئی تھی اُنکی وفات سے اور بڑھ گئی۔ چند پرچے نہایت مُردہ دلی سے ستم زدہ دل کو اُبھار اُبھار کے نکالے بھی تو بیمزہ تھے۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۲ء کے چھ نمبر نکلنے کے بعد دلگداز کی اشاعت کا سلسلہ ایسا رُکا کہ زمانے کو خیال ہوا کہ شاید دلگداز نے بھی اُن مرحوم کا ساتھ دیا۔ اور وہ بھی وہیں گیا جہاں وہ گئے ہیں۔

لیکن نہیں۔ دلگداز اُنکی زندگی کے ساتھ نہ تھا ہماری زندگی کے ساتھ ہے بلکہ امید ہے کہ ہمارے بعد بھی باقی رہے۔ ہماری قسمت میں تھا کہ وہ ہمارے لیے سامانِ غم فراہم کرے۔ اور اُن تمام آلام و حوادث اور آفات و مصائب کے بعد ہمارے لیے اُن سچے دوستوں اور عزیز ترین احباب سے دوبارہ ملنے کا ذریعہ بنے جنسے ملنا سچ یہ ہے کہ ہمیں اپنے اُس مرحوم لختِ جگر کی زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔ اور جن سے مصحبت ہونے اور بذریعۂ تحریر ملاقات کرنے کی مسرت ہماری تمام کلفتوں کو دُور کر کے ہمیں بہت ہی مسرور کر دیتی ہے۔

لہذا اے ہماری حس۔ اے اعلیٰ ترین نعمتِ ربانی۔ ہم تیرے شاکی نہیں بلکہ نہایت شکر گزار ہیں۔ تیری وجہ سے ہمیں کیسے کیسے مزے ملتے ہیں!! اور کیسی کیسی شادکامیوں کی دولت نصیب ہوتی ہے؟ تو نہ ہوتی تو یہ پُرانے احباب سے ملنے کی مسرت اور سخن سنج قدردانوں کی عنایتوں سے بہرہ اندوز ہونے کی نعمت کیونکر حاصل ہوتی؟ اور ان رحمتوں سے ہم کیونکر لطف اُٹھا سکتے؟ یہ ہماری پیاری اور ہماری مایۂ ناز زندگی

حس ہی کا فیض ہے کہ آج ختم سال پر ہمین گذشتہ کے غم والم اور منحوس ۱۹۱۲ء کے مصائب وافکار بھول گئے۔ اُسی سینے کو جو کل تک آتش الم کا تنور بنا ہوا تھا آج ٹٹولتے ہین تو حسرت کا کہین نام ونشان نہین۔ اور اُن گذشتہ افکار وآلام کی جگہ نئے ولولے اور حوصلے آکے بسے ہین۔ اور اُمید نے اپنا چراغ روشن کر دیا ہے اُنھین مزیدار اور پُر لطف اُمیدون کے ہجوم سے جوش مین آکے ہم اپنے تمام احباب تمام قدردانون اور سارے خریداران دلگداز کو سال نو کی مبارک باد دے رہے ہین اور وہ نہایت ہی ذوق وشوق سے ہمین مبارک باد دیتے ہین۔ پیاری حس۔ تو نہ ہوتی تو بھلا یہ مبارکبادیان ہوتین؟ اور ان حوصلون اور ولولون مین مزہ آتا؟

جن کی زندگیان عیش وتنعم اور آرزومندی وبامرادی مین گذرتی ہین اُنھین بیشک انقلاب سال کے موقع پر غم کرنا چاہیے۔ اسلیے کہ افسوس راحت وآرام کا ایک سال گذرگیا اور شادکامی کی زندگی کا ایک برس کم ہوا۔ جن کا شباب جوش جوانی کے مزے دکھا رہا ہے۔ اُنھین صدمہ ہونا چاہیے کہ جوانی کے محدود قیمتی برسون مین سے ایک گیا اور پھر نہ آئے گا۔ جن کی راتین اس سال کسی وفاکیش ناز آفرین کے پہلو مین جام پیتے گذرین وہ خوف زدہ ہوسکتے ہین کہ دیکھیے آیندہ سال بھی ایسی ہی لطف ومسرت کی راتین نصیب ہوتی ہین یا نہین۔

مگر جنھین سارا برس غم ہی مین گذرگیا۔ جو سال گذشتہ کو اپنی زندگی کا منحوس ترین برس خیال کرتے ہون اُنھین غم کس بات کا؟ اُنھین تو خوش ہونا چاہیے کہ بڑے موذی سے پیچھا چھوٹا۔ اور یہ نیا سال شاید ہمارے حق مین مبارک ہو لیکن یہ خیال کیون اور کس وجہ سے ہے؟ صرف حس کے صدقے مین۔ حس ہی ہے جسکے آغوش مین یہ امید وآرزو کی خوشیان اور حوصلہ مندی کی مسرتین پلتی اور نشوونما پاتی ہین۔

لہذا ناظرین! اس امیدون کی گھڑی اور نئے دور ارضی کے آغاز مین ہم اپنے آنسو پونچھ کے اور غم ایام پر خاک ڈال کے آپ سے خوشی خوشی ملتے ہین۔ اور آپ کی محبت وعنایت کے سہارے پر پھر ویسے ہی تازہ دم اور مستعد ہوکے لٹریری دلچسپیون کا سلسلہ چھیڑتے ہین۔ مانا کہ جوانی وشباب کے دل ودماغ رخصت ہوگئے اور جس قدر

وہ چوروں کی طرح دبے پاؤں آیا اور عجب معشوقانہ شوخی کے ساتھ ہمیں چھو کے نکل گیا۔ اور ہنوز خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ہم سے دُور اور گذشتہ کی لپیٹ میں آچکا تھا۔

لیکن خدا کی قدرت کا تماشا جیسا اس مختصر "اب" کی معجز نمائیوں میں نظر آتا ہے کسی چیز میں نہیں نظر آسکتا۔ باوجود اس اختصار موہومیت بلکہ کالعدمیت کے دنیا میں جو کچھ ہوا ہے اسی "اب" میں ہوا ہے۔ اور ہمیں اور ساری دنیا بلکہ سارے عالم مخلوقات کو جو کچھ ملا ہے "اب" ہی کی معرفت ملا ہے۔ غور سے دیکھو تو تخلیق کا نقش طلسمی اور عالم ہستی کی کنجی یہی "اب" ہے۔ جو کچھ ہے "اب" ہے۔ اور جو "اب" نہیں وہ دراصل نہیں ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی چیز ہو اور "اب" نہ ہو۔ اے سراپا اعجاز "اب"! تو ہی تو خدا کا وہ کلمۂ "کن" نہیں جسنے سارے عالم ہستی کو پیدا کیا ہے؟

آہ! "اب"! اُمید کو یاس اور یاس کو اُمید بنانے والی مہیب و دلچسپ "اب" تجھ میں بُری بھلی سب طرح کی باتیں ہیں۔ تو ہی مراد بر لاتی ہے۔ تو ہی نامراد کرتی ہے۔ تو ہی خوشی دیتی ہے۔ تو ہی رنج دیتی ہے۔ تو ہی ہنساتی ہے اور تو ہی رُلاتی ہے۔ کاش تجھے قیام ہوتا۔ کبھی تیرا دامن ہمارے ہاتھ میں آجاتا۔ اور ہم ایک گھڑی کے لیے روک کے دیکھ لیتے کہ تیری صورت کیسی ہے؟ تیرے طلسمی چہرے میں کیا بات ہے کہ اُسپر کسی کی نظر نہیں ٹھہرتی؟ اور تجھ میں کون سا جادو کوٹ کوٹ کے بھر دیا گیا ہے کہ تیری نیرنگیاں سارے عالم تخلیق کو حیران کیے ہوئے ہیں۔ تو ہمیں شاہد آرزو سے ہمکنار کراتی ہے مگر مدتوں تک سناتا کے اور ڈھکا ڈھکا کے۔ تو ہمیں ہموم و غموم میں مبتلا کرتی ہے مگر برسوں تک اُمید کے بھیارے دیدیکے اور خوشی کے خواب دکھا دکھا کے۔

لیکن "اب" میں جب رنج و راحت کے یہ دونوں متساوی اور متضاد پہلو موجود ہیں تو پھر یہ ہمیں اچھی اور دلچسپ کیوں معلوم ہوتی ہے؟ ہمارے دل میں اسکا اشتیاق کیوں ہے؟ اسکے شوق میں آیندہ کے تیرہ و تار عالم ظلمات کی طرف ہماری نظر کیوں لگی رہتی ہے؟ اور جب یہ آنکھ بچا کے گذر جاتی ہے تو اسکے پالنے یا کم سے کم چھو لینے کی دھن میں ہم کمال از خود رفتگی کے ساتھ گذشتہ کی قلمرو کی طرف

کیون رُخ کرکے کھڑے ہو جاتے ہین؟ جدھر اگر ذرا بھی قدم بڑھایا تو کارخانۂ قدرت کے پہرے والے ڈپٹ کے کہتے ہین "تاڈب!" اگرچہ یہ شوخ اور چلبلی "اب" ایک معشوقۂ طرار کی طرح سامنے سے نکل گئی ہے مگر اصل مین یہ کوئی محبوبہ شیرین ادا نہین کہ عشاق دلدادہ کی طرح ہمین اُسکے وصال کا انتظار ہو۔ یا شاعرون کے مثل اپنا ہاتھ سے کھویا ہوا دل اُسکی زلف سے چھڑانے کے لیے ہم اُسکے پیچھے دوڑین؟ پھر آخر ہم اُسکے لیے کیون بیقرار ہین؟ کیونکہ مستقبل کے پھاٹک کے سامنے اُسکے شوق مین آغوش کھولے کھولے کھڑے ہین اور کیون اسکے گذرتے ہی ماضی کے دروازے کی طرف حسرت سے دیکھکے اور ہاتھ ملکے رہجاتے ہین۔ صرف اسلیے کہ امید" "اب" کے آغوش مین پلتی اور "اب" ہی کے ہاتھ سے ہمین ملتی ہے۔ وہ اُمید کہ جس کی نسبت لوگ کہتے ہین کہ "دنیا بامید قائم" مگر ہم کہتے ہین کہ "ہماری دنیا ہی اُمید ہے"۔ بس یہی شوق ہے جو ہر حال مین اور ہر طرح کی مصیبتین جھیلنے پر بھی اس بے وفا "اب" کی طرف سے بدظن نہین ہوتے دیتا۔ یہ "اب" ہمارے ساتھ جو چاہے کرے ہم اُسکے شیدا ہی بنے رہتے ہین اور نہین چاہتے کہ اسکے ایسے پُرامید رفیق سے ہمارا ساتھ چھوٹے۔

اسی قدر نہین۔ ہمین نظر آرہا ہے کہ ہماری زندگی اور ہستی بھی "اب" ہی کے ساتھ ہے۔ ہم اُسی وقت تک ہین جب تک "اب" ہے۔ اور جب "اب" نہ ہوگی ہم بھی نہ ہون گے۔ اگرچہ یہ معمہ نہین سمجھ مین آتا کہ "اب" کے اس عجلت کے ساتھ گذر جانے کے بعد ہم زندہ کیون ہین؟ لیکن بے سمجھے بھی اگر اپنی زندگی کو "اب" سے اس قدر وابستہ دیکھکے ہم اس بات کی کوشش کرین کہ "اب" کو روک کے اپنی عمر بڑھائین۔ اور اُسکے تنگ اور نہایت محدود دامن سے اپنی آرزوؤن کو زبردستی چھین لین تو ہمین معذور خیال کرنا چاہیے۔ گو کہ غیر ممکن تھا کہ بے وفا "اب" کو وفاداری و قیام کا سبق دیا جا سکے لیکن ہماری ہوس نے یہ خیال پیدا کرلیا۔ اگرچہ "اب" کا دامن فی الحقیقت وسیع نہ ہو سکے گا مگر ہمین تو اُس مین اپنے مذاق و مقاصد کے مطابق وسعت نظر آجائیگی۔

اسی پہلو کو پیش نظر رکھکے ہم نے زمانے کو دنون۔ ہفتون۔ مہینون۔ برسون۔ اور صدیون پر تقسیم کرلیا۔ اور اُن مین سے ہر ایک کو جس مین "اب" کی موہوم گھڑی

واقع ہو کر موجودہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں - غور سے دیکھو تو آج ہمیں ایک نہایت ہی مختصر سی موجودہ گھڑی نظر آتی ہے - باقی جو کچھ ہے گذشتہ اور آئندہ کی لپیٹ میں آیا ہوا ہے - مگر چونکہ وہ مبارک گھڑی انکے آغوش میں ہے اور انکے سبب سے ہمیں "اب" کا پُر امید دامن زیادہ وسیع اور پھیلا ہوا نظر آتا ہے اس لیے ہم ان سب کو موجودہ کے لفظ سے تعبیر کرکے اپنا دل خوش کرلیا کرتے ہیں -

رخصت ہونے والا ۱۹۱۳ء بھی انھیں برسوں میں سے ہے جنھیں انکے گذرنے کے زمانے تک ہم "موجودہ برس" یا "اب کا سال" کہتے رہے - اور انکے ذریعے سے اپنی بے ثبات زندگی کو بارہ مہینوں تک کی وسعت دے لی - یا یوں کہیے کہ اپنے دل کے بہلانے کو اسے ایک دھوکے کی ٹٹی بنا لیا - مگر افسوس زمانے کو ہماری اتنی تسلی بھی منظور نہیں - اور یہ ۱۹۱۳ء کی ٹٹی بھی ہم سے چھینی جاتی ہے -

ہم نے کیا - خود دنیا نے اپنی ساری زندگی میں کوئی ایسا سال نہ دیکھا ہوگا جو صرف بُرا یا صرف بھلا ہو - ہر برس اپنے ساتھ خوشیاں بھی لاتا ہے اور رنج بھی لاتا ہے - اور اُسکے دور میں ہماری حالت ہر روز نئی ہوتی ہے - کبھی نہایت ہی مسرور و شادکام ہوتے ہیں اور کبھی بہت ہی مغموم و مبتلائے آلام - ختم سال پر پہونچ کے پیچھے کی طرف دیکھنے اور یاد کرنے سے اس بات کا البتہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ابکی سال ہمیں صدمے زیادہ پہونچے یا خوشیاں زیادہ نصیب ہوئیں - اور اسی پر برسوں کے اچھے یا بُرے ہونے کا دارومدار سمجھا جاتا ہے -

اسی اصول کے مطابق اگر ہم اس وقت توجہ سے دیکھ کے اس قریب الختم ۱۹۱۳ء کے حالات پر غور کریں تو ماننا پڑے گا کہ بعض شکایات کی وجہ سے ہمارا جوش و خروش اس سال چاہے ہمیشہ سے بڑھ گیا ہو مگر قریب ہی کے گذرے ہوئے ماقبل برسوں کے دیکھتے یہ سال اچھا تھا - ۱۹۱۳ء جب شروع ہوا ہے مشرق و مغرب کی زمینیں ہنگاموں سے بھری ہوئی تھیں اور دنیا نہایت ہی خطرناک حالت میں نظر آتی تھی - مشرق اقصیٰ میں چین بلاوتوں اور ہنگاموں کا مرکز بنا ہوا تھا - اور مغرب میں دولت عثمانیہ کی انتہا سے زیادہ نازک حالت تھی - ۱۹۱۲ء ٹرکی کو اس طرح ذبح کرکے گیا تھا کہ اس اسلامی بسمل کے جانبر ہونے کی کوئی اُمید نہ نظر

آتی تھی۔ جسکے غم مین مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ساری اسلامی دنیا سوگوار تھی۔ اور سچ یہ ہے کہ مسلمانون کی نظر مین دنیا تیرہ و تار اور زندگی دشوار تھی۔ ڈر رہے تھے کہ دیکھیے یہ نیا سال کونسی آفتین اور مصیبتین اپنے ساتھ لاتا ہے۔

مگر تجربے سے معلوم ہوگیا کہ ہمارے حکمران وائسرائون اور گورنرون کی طرح قضا و قدر کے دربار سے برس بھی کبھی گرم بھیجے جاتے ہین اور کبھی سرد۔ چنانچہ اسی ۱۹۱۳ء نے تجربہ کرادیا کہ ۱۲ء جو فساد و ہنگامے پیدا کرگیا تھا اُنکو ۱۳ء نے بہت کچھ رفع کیا۔ اس صدی کے اندر قسمت کے ہاتھ سے نفع اُٹھانا تو ٹرکی کیا معنی شاید کسی ایشیائی مملکت کی قسمت مین نہین ہے۔ اور اس تغیر مین جبکہ آفتاب تہذیب و علم و فضل ہی کا کیون نہ ہو مغرب سے طلوع کیا اور اہل مشرق کیلیے دروازہ بھی بند ہوچکا تھا۔ ایشیا والون کو کسی فلاح کی اُمید رکھنا بالکل بے سود ہے۔ مگر گر پڑ کے سنبھل جانا اور دست بُرد زمانہ سے بچ جانا بھی موجودہ حالات کے دیکھتے ہم اہل مشرق کے حق مین نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اور یہی نعمت اس سال کی برکتون سے ٹرکی کو نصیب ہوئی۔ یا تو اندیشہ تھا کہ قسطنطنیہ بھی علم توحید کے نیچے سے جاتا ہے۔ اور سینٹ صوفیا کے گنبد پر پھر تثلیث کی صلیب نصب ہوا چاہتی ہے۔ ایشیائی مقبوضات کی آزادی مین بھی فرق پڑ جانے کا اندیشہ ہے اور حرمین کی آزادی کا بچنا بھی دشوار ہے۔ کیونکہ کامل پاشا کی وزارت ذلت کے ساتھ سلطنت کو ہاتھ سے دے رہی تھی۔ اور ایڈریانوپل کو اگرچہ ساری دنیا کے مسلمان نہین دنیا چاہتے تھے مگر خود ترکی کیبنٹ دینے کو تیار تھی۔ یا تو یہ ایسا نہ حالت تھی یا یکایک چند بہادر حامیان وطن نے اُٹھ کے ایک دم مین کچھ سے کچھ کردیا۔ نہ وہ ذلیل وزارت عثمانی تھی اور نہ وہ پستی و حقارت۔ اگرچہ بگڑی ہوئی حالت کا سنبھالنا دشوار نہ تھا مگر یہ بھی کم نہین کہ چند نوخیز بہادرون نے قومی تاریخ کی آبرو رکھ لی اور دولت عثمانیہ اُس سخت ذلت کی صلح سے بچ گئی۔ ابتداءً اگرچہ ایڈریانوپل کو حریف کے حملون سے نہ بچا سکے۔ مگر اُسپر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ اور گو ملک کا بہت بڑا حصہ نکل گیا مگر ایڈریانوپل کے بچانے سے ایک بات رہ گئی۔

بیشک جزیرہ نمائے بلقان مین اس سال سال گذشتہ سے زیادہ خونریزی ہوئی اور لاکھون بندگان خدا قتل ہوگئے۔ مگر سچ پوچھیے تو یہ ۱۲ء کی کارستانیون کا

نتیجہ تھا۔ سنہ حال نے اول ہی سے اصلاح کی بنیاد ڈالنا شروع کی۔ اور اُس
مین اس قدر کامیاب ہوا کہ جاتے وقت دولت عثمانیہ کو نہایت ہی امن و خوشی
کی حالت مین چھوڑے جاتا ہے۔ وہین نہین۔ آج چین مین بھی امن ہے۔ اور
اُن دونون مشرقی و مغربی دول ایشیا کو سنہ ۱۹۱۳ع موقع دیے جاتا ہے کہ اگر
اگر سچے قومی جوش اور حقیقی ایثار نفس سے کوشش کرین تو اپنے آپ کو سنبھال لیجائین۔
ٹرکی پر سب سے بڑا احسان اس سال کا یہ ہے کہ کامل پاشا کے ایسے ملک و ملت
فروش کو اپنے ساتھ لیے جاتا ہے۔ جس سے بڑا خطرناک دشمن ٹرکی کے لیے کوئی نہ
ہو سکتا تھا۔ کامل پاشا کی موت پر ٹرکی کو سنہ ۱۹۱۳ع کا نہایت ہی شکر گزار ہونا چاہیے
مگر اصلی شکر گزاری یہ ہے کہ ترکان آل عثمان مین پھر ایسے قومی نمک حرام نہ پیدا ہون۔
ٹرکی مین ہمین جو چیز سب سے زیادہ خطرناک نظر آتی ہے وہ یہی ہے کہ اُن مین اور
اُنھین پر موقوف نہین سارے ایشیا مین ایسے ایسے بہت سے کامل پاشا پیدا
ہو سکتے ہین۔

مسلمانان ہند کو سنہ ۱۹۱۳ع مین کانپور کی مسجد کا ایک نہایت ہی ناگوار واقعہ
پیش آگیا تھا۔ جس نے اُنھین ایک مدت تک انتہا سے زیادہ مشتعل رکھا۔ مگر اسی سال
نے اس جھگڑے کو نہایت ہی کامیابی و خوش اسلوبی کے ساتھ رفع دفع بھی کر دیا اور
اب جاتے وقت ہمین ہر طرف سے نہایت ہی مطمئن چھوڑے جاتا ہے۔

دلگداز کے ساتھ بھی اس کا سلوک قابل شکر گزاری رہا۔ جس کی انتظامی حالت
اب بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ اور امید ہے کہ آیندہ سال مین وہ بہت نمایان ترقی کریگا۔
ناول "حسن کا ڈاکو" جو سنہ ۱۹۱۲ع کے خریدارون کی نذر کیا گیا تھا اُسکا دوسرا حصہ بھی
خریداران کی خدمات مین پہونچ گیا۔ اور پسند کیا گیا۔ چونکہ اس ناول سے اکثر بے حمیت
والیان ملک کی اچھی تادیب ہوئی ہے اس لیے اکثر حضرات مُصر ہین کہ اس ناول کا
سلسلہ "اسرار دربار حرام پور" کے نام سے جاری رکھا جائے۔ مگر سردست ایسے
بے حمیت ذمہ داران بنی نوع انسان کے لیے اسی قدر سزا کافی ہے۔ تاہم اپنے احباب
کے اصرار سے ہم نے اُن عدیدہ واقعات کو جو مختلف مقامات سے روز پڑھائے جاتے
ہین اور ہمارے پاس کثرت سے پہونچ رہے ہین ترتیب سے جمع کرنا شروع کر دیا ہے

اگر ضرورت پیش آئی اور مناسب معلوم ہوا تو انھین زیادہ خوبی و تفصیل کے ساتھ آیندہ شایع کرتے رہین گے - مگر دلگداز کے خریدارون کو آیندہ اس ناول کا کوئی جز نہ دیا جائیگا - بلکہ علیحدہ شایع ہوگا -

۱۹۱۳ء کے خریدارون کے لیے ایک نیا اور بہت اہم تاریخی ناول جس کا نام "رومۃ الکبریٰ" ہے زیر طبع ہے - اس مین تاریخ روم کے ساتھ رومیون کی معاشرت اور انکی وہ زوال پذیری کی حالت نہایت دلچسپی کے ساتھ دکھائی گئی ہے - جب رومیون نے پرانا مذہب بت پرستی چھوڑ کے دین مسیحی اختیار کیا تھا - اور قوم "گوتھ" کے فرمانروا "الاریق" نے رومۃ الکبریٰ کو تباہ کیا تھا - تاریخ روم کے شایق اس ناول مین رومی عہد کی جیتی جاگتی تصویرین دیکھ لین گے - اور چودہ پندرہ صدی پیشتر کا رومۃ الکبریٰ انکی متحیر آنکھون کے سامنے پیش ہو جائیگا -

اس ناول کے متعلق کوشش ہو رہی ہے کہ جنوری ۱۹۱۴ء ہی مین تیار کر لیا جائے اگر نہ ہو سکا تو فروری کے آخر تک اسکے فی عہد یا عہد کے وی پی جن کے ذریعے سے ۱۹۱۴ء کی قیمت وصول کی جائیگی قدردانان و حوصلہ افزا ناظرین دلگداز کی خدمات مین حاضر ہو جائین گے -

نیا سال اور نیا خیال

دوستو! اب ہم ۱۹۱۴ء مین ہین - اور ۱۹۱۳ء اُسی عدم آباد مین پہونچ گیا جہان اُسکے سے ہزارہا سنین ماضیہ جا چکے ہین - ۱۹۱۳ء کے خاتمے سے ذرا پہلے ہم نے آپ کو متنبہ بھی کر دیا تھا کہ یہ برس رخصت ہوا چاہتا ہے - اپنی منازل دوازدہ گانہ پورے کر چکا اور اب جانے ہی کو ہے - لیکن اس تبادینے پر بھی جس وقت یہ راتون رات منہ چھپا کے ہماری دنیا سے بھاگا ہے شاید آپ کو خبر نہ ہوئی ہوگی -

آپ نے دیکھ لیا کہ یہ کس طرح خاموشی و سہولت سے اور ہم سب کی آنکھ بچا کے چورون کی طرح بھاگا ہے - اور کیسے دبے پانون گیا ہے کہ ۳۱ - دسمبر کی رات کو آپ آرام اور بیفکری سے سوئے اور یکم جنوری کی صبح کو اُٹھے تو معلوم ہوا کہ ۱۹۱۳ء گیا اور ہم ۱۹۱۴ء کے آغوش مین ہین -

برس آتے تو خوشیون اور اُمید و آرزو کے ساتھ ہین گر جاتے اس طرح چھپ کے ہین کہ انھین رخصت کرتے وقت دو آنسو بہانے کا بھی موقع نہین ملتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم سال کے پہلے دن خوشیان مناتے مسرت و شادمانی پر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہین۔ مگر جانے والے سنین کو گرمجوشی سے الوداع کہنے کا ارادہ ہی کرتے رہ جاتے ہین اسکی نوبت نہین آتی۔ اور اسی اندیشے سے ہم نے رخصت کی گھڑی آنے سے پہلے ہی اُسے رخصت کر دیا۔ اور چند کلمات حسرت زبان سے ادا کرکے دل کی حسرت نکال لی۔

یہ اُس کامیابی ہی کی برکت ہے کہ اب فارغ البالی کے ساتھ ہم اپنے نئے دوست ۱۹۱۴ء سے معانقہ کرتے ہین۔ یہ نیا سال اپنے آغاز ہی مین ہمارے شہر کے لیے ایک غیر معمولی خوشی و خوش نصیبی لایا ہے۔ وہ یہ کہ حضور وائسرائے لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل بہادر اوائل جنوری مین ہمارے شہر مین رونق افروز اور ہمارے مہمان ہوے۔ اور قبل اسکے کہ ہمین کسی فکر و تردد یا کسی رنج و الم سے سابقہ پڑے سب کے پہلے ہم نے اپنے مہربان وائسرائے کے ورود مسعود پر جشن طرب منائے۔ سچ یہ ہے کہ ہماری اس سال کی زندگی کی بنیاد اچھی پڑ گئی۔ اور ۱۹۱۴ء کے واقعات کا مسرت و کامرانی سے آغاز ہو گیا۔ جس پر لکھنؤ جس قدر فخر کرے بجا ہے۔

لہذا جس طرح دُکاندار صبح صبح کوئی اچھا سودا ہو جانے پر خوش ہو کے کہتا ہے "بہنی اچھی ہوئی ہے دن بھی اچھا کٹے گا" ویسے ہی ہم بھی آغاز سال کی اس اعلیٰ مسرت پر مارے خوشی کے جامے سے باہر ہو کے کہتے ہین کہ ۱۹۱۴ء کا آغاز لطف و مسرت سے ہوا ہے تو بارہون مہینے انشاء اللہ شادکامی و لطف مین گذرین گے۔

نیک فالی کے اس سے زیادہ نمایان کیا آثار ہون گے کہ پالیٹکس کے افق سے قتل و خونریزی اور تاخت و تاراج کا ابر چھنٹ گیا اور مطلع صاف نظر آ رہا ہے جتنے فتنے فساد تھے اور جو کچھ شور و شر تھا سنہ گذشتہ کے ساتھ گیا۔ اور سنہ حال کی پہلی صبح صبح اقبال اور امن و امان کی سحر بنکے نمودار ہوئی ہے۔

بس۔ اب کچھ اور کہنے کی ضرورت نہین۔ کیا ضرور ہے کہ اس عیش کو افکار زمانہ سے مکدّر اور اس لطف کو کل کی فکرون سے منغص کرکے ہم خود بھی پریشان ہون

اور اپنے احباب اور قدر افزایان دلگداز کے اطمینان مین بھی خلل ڈالین - لہذا اس مسرت و شادکامی کے موقع پر ہم خوشی خوشی اپنے احباب سے بغلگیر ہوتے اور نہایت ہی گرمجوشی سے ہاتھ ملاتے ہین - خدا ہمین بھی مبارک کرے اور ہمارے سارے دوستون کو بھی -

رخصت پارسائیل

ناظرین متحیر ہونگے کہ یہ پارسائیل کون بزرگ ہین ؟ جی یہ بہت بڑے بزرگ اور بڑے ذات شریف ہین - نام تو پارساؤن کا سا ہے مگر مزاج ایسا فتنہ جو پایا ہے کہ خدا بچائے - یہ بہ روایت نامی جنتری ۱۹۱۴ء ہمارے رخصت ہونیوالے مہربان میان ۱۹۱۴ء ہین - آپ کی مہذب آمد اور آپ کے پارسایانہ نام سے ہمین بھی دھوکا ہوا - اور ایسا دھوکا کہ آپ کی آمد کے وقت ہم نے جنوری ۱۹۱۴ء کے دلگداز مین آپ کی نسبت لکھا تھا "۱۹۱۴ء کا آغاز لطف و مسرت سے ہوا ہے تو بارہون مہینے انشاء اللہ شادکامی و لطف مین گذرین گے - نیک فالی کے اس سے زیادہ نمایان آثار کیا ہونگے کہ پالیٹکس کے افق سے قتل و خونریزی اور تاخت و تاراج کا ابر ہٹ گیا - اور مطلع صاف نظر آرہا ہے - جتنے فساد تھے اور جو کچھ شور و شر تھا سنہ گذشتہ کے ساتھ گیا اور سنہ حال کی پہلی صبح صبح اقبال اور امن و امان کی سحر بن کے نمودار ہوئی ہے"

اور دھوکا کیون نہ ہوتا ؟ مآل اندیش سلف سعدیؒ شیرازی نے ہمین سبق پڑھا رکھا تھا کہ

ہر کرا جامہ پارسا بینی پارسا دان و نیک مرد انگار

یہ کیا خبر تھی کہ حضرت پارسائیل کی فقط صورت پارساؤن کی سی ہے -

آپ ابتدا مین نہایت خاموشی کے ساتھ تشریف لائے - چونکہ ہر جگہ فتنہ و فساد کا بازار سرد پڑ گیا تھا اس لیے گمان ہوا کہ یہ آپ ہی کی نیک نفسی کی برکت ہے جس کا گہرا نقش ہمارے دلون پر بٹھانے کے لیے اول ششماہی بھر آپ خاموش رہے اور ہر طرف آپ کی واہ واہ ہو رہی تھی کہ بھئی کیسے پاک طینت نیک نفس

بزرگ ہین کہ جھگڑے فساد کو جانتے ہی نہین - مگر دوسری شہنشاہی شروع ہوتے ہی آپ نے پیٹ سے پاؤن نکالنا شروع کیے - چپکے سے اور بہت ہی چھپا کے ایک ننھی سی چنگی مملکت آسٹریا مین ڈالی - اور آسٹریا و سرویا مین تناتنی ہونے لگی جسکو دنیا ایک معمولی بات سمجھی اور کسی نے اُدھر کا خیال بھی نہ کیا - مگر وہ چنگی یک بیک بھڑکی - آگ چارون طرف پھیلنا شروع ہوئی - اور آپ نے دھونکنے پھونکنے کے اُسے شمال و مغرب کی طرف بڑھایا - جہان بڑے بڑے دم و خم کے لوگ رہتے ہین اور قوت و شوکت کے ساتھ امن پسندی کے مدعی ہین - اور پھر ایسے روشن خیال اور دانائی و فطرت مین عدیم المثال واقع ہوے ہین کہ ساری دنیا کو یقین تھا نہ وہ اپنے ہی گھر مین آگ لگنے دین گے اور نہ دنیا مین کہین اور - لوگ کہتے تھے کہ جہنم سے بھی آگ لاکے ڈالی جائے تو ان حلیم الطبع بزرگان مغرب کی متانت و سلامت روی کا پانی اور انکی امن پسندی کی پالیسی کی برف باری اُسے بجھا ہی کے رہے گی - کیونکہ انکو بے لڑے بھڑے کامیابی حاصل کر لینے کے ایسے اچھے اچھے مجرب و آزمودہ تیر بہدف نسخے معلوم تھے کہ اگر کوئی وحشی قوم لڑنے کا ارادہ بھی کرتی تو اُسپر بجاے آگ برسانے کے یہ ایسی خوبی سے صلح جوئی کی برف باری شروع کر دیتے کہ دم بھر مین اُسکے ہاتھ پانؤن ٹھٹھر کے رہ جاتے اور یہ کمال آسانی کے ساتھ اُسے رسیون مین جکڑ کے بٹھا دیتے اور وہ ایسا مفلوج و ازکار رفتہ ہو جاتا کہ زندگی بھر سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوتی -

مگر ہمارے کرم فرما حضرت پارسائیل کی گرمجوشیون نے اُس مغربی برف کو گھلا کے پانی کر دیا - آپ کے بہت سے اخوان الشیاطین اس سے پہلے بھی بارہا دنیا مین آگ لگا دینے کی کوشش کر چکے تھے - مگر کسی کی نہ چلی تھی اور سب ہمت ہار کے ناکام واپس گئے تھے - مگر آپ نے چند روز کی خاموشی کے بعد اس قیامت کی آگ لگائی کہ کسی کے بجھائے نہ بجھی - آناً فاناً مین ایک معمولی چنگی سے انگارا - انگارے سے شعلہ ہو گئی - اور دیکھتے ہی دیکھتے اس قدر بھڑکی اور پھیلی کہ بلقان سے آسٹریا - آسٹریا سے روس - روس سے جرمنی - جرمنی سے فرانس مین جا پہونچی - اور ساری مغربی دنیا مین جہان دیکھیے شعلے بلند تھے - اسی اثنا مین دو شیرون کی لڑائی

جس طرح ایک لومڑی کا پھر کس نکل گیا تھا ویسے ہی بلجیم جرمنی و فرانس کے بیچ مین پڑکے بے موت مارا گیا - دنیا کے انتہائی مغربی پھاٹک پر صلح جو انگلستان پمپ کا دہانہ ہاتھ مین لیے کھڑا تھا کہ دنیا بھر مین کہین آگ لگے اور وہ اپنے سمندر کا سیلاب بہا کے بجھا دے - اور گویا دنیا مین اسی لیے ہے کہ ہر جگہ سکون و اعتدال کو قائم رکھے اور کسی کو کسی کے گھر مین آگ نہ لگانے دے - سمندر کے بیچ مین ہونے کی وجہ سے پانی کی کمی تھی نہین - اُس نے جو بلجیم مین یہ آگ لگتے دیکھی تو پمپ کا رخ اُسی طرف کر دیا - مگر ہمارے مہربان بزرگ حضرت پارسائیل کی عنایت سے وہ پانی بھی شعلے بن گیا - اور بلجیم مین بجائے آگ بجھنے کے اور زیادہ شعلے بلند ہوے - ان شعلون نے بڑھ کے اپنی شرر انگیزیون سے خود سمندر مین آگ لگا دی - اور مغربی سمندر کی لہرون سے چنگاریان اُڑ اُڑ کے خاص انگلستان مین بھی گرنا شروع ہوئین -

مگر وہ جو مثل مشہور ہے کہ " اعوذ باللہ من غضب الحلیم " (بُردبار کے غصہ سے خدا کی پناہ) انگلستان نے اپنے حرم کدۂ امن مین آگ برستے دیکھی تو پھر اُسے کہان تاب تھی ؟ اُسکی شعلہ بار آنکھون سے بھی چنگاریان نکلنے لگین - جنھون نے ہفت اقلیم اور ساتون سمندرون مین آگ لگا دی - اور سارا کرۂ ارض کرۂ نار بن گیا - آخر کار اس عالمگیر آگ کے شعلے ساری دنیا کو مشتعل کرتے ہوے ترکی تک پہونچے اور آخر آخر مین وہان بھی شعلے بھڑکنے لگے - غرض حضرت پارسائیل کی لگائی ہوئی آگ نے جو جزیرہ نماے بلقان سے شروع ہوئی تھی ساری دنیا مین آگ لگا کے پھر بلقان ہی مین آکے دَم لیا -

اور اب ختم سال پر جبکہ حضرت پارسائیل ہم سے رخصت ہو رہے ہین آپ کی گرمی محبت سے سارا صفحۂ زمین مشتعل ہے - اور جدھر دیکھیے بازار قتل گرم ہے عمرون کے سلسلے منقطع ہو رہے ہین - اور دنیا کی آبادی گھٹتی جاتی ہے - کاش آپ کو اُتنا ہی ترس آتا کہ جو آگ لگائی ہے اُسے بجھا کے جاتے - مگر نہین اس کار خیر کو اپنے سر سے ٹال کے آپ اپنے قائم مقام سال آیندہ پر چھوڑے جاتے ہین - دیکھیے اُس نئے مہمان کا جس نے دنیا مین آتے ہی جلتے توے پر قدم رکھا ہے کچھ زور بھی چلتا ہے یا نہین -

اس بارے میں بہت غور ہو رہا ہے کہ یہ آگ کب تک لگی رہے گی۔ کوئی کہتا ہے ایک سال۔ کوئی دو سال بتاتا ہے۔ کسی کی رائے میں یہ فتنہ تین سال میں بھی ختم ہو جانے کا آج ختم ہوا۔ سچ یہ ہے کہ آگ لگانے اور بجھانے والوں کی دونوں قوتیں اتنی زبردست ہیں کہ کوئی شخص قطعی رائے نہیں قائم کر سکتا۔ آتش حرب جس شدت اور جیسے زور و شور سے بھڑک رہی ہے اُسکے لحاظ سے ایسی آگ کا چند مہینے بھی قائم رہنا دنیا کی آبادی کو اُدھیا دے گا۔ مگر جن زبردست پہاڑوں کے ٹکرانے سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں وہ بھی ایسے سخت اور ہیبتناک ہیں کہ اُنکی نسبت کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُن میں سے کوئی اتنی جلد یا تھوڑے زمانے میں ٹوٹ کے ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ آتش حرب کی شدت اس آگ کے جلد بجھنے کا یقین دلاتی ہے۔ اور آگ برسانے والوں کی عظمت کہہ رہی ہے کہ یہ شعلہ یا ریان مدت تک قائم رہیں گی۔ ان دونوں پہلوؤں کو نظر کے سامنے رکھکے غالباً یہ رائے دی جا سکے کہ لڑائی کا زور تو جلدی ٹوٹ جائے گا مگر لڑنے والے برسوں تک لڑتے اور حضرت پارسائیل کی خوفناک پارسائی کو یاد کرتے رہیں گے۔

اس لیے اپنے سال بھر کے فتنہ جو مہمان پارسائیل کے جاتے وقت کہنے کو تو ہم کہہ رہے ہیں کہ خدا تمھیں لیجائے اور پھر کبھی ایسی ذات بابرکات سے سابقہ نہ پڑے مگر دل کو اطمینان نہیں ہوتا۔ کیونکہ اطمینان تو جب ہوتا کہ جب آپ کے جانے سے امن و امان قائم ہونے کی امید ہوتی۔

سال حال

سنہ ۱۹۱۵ء صاحب آ گئے۔ اور اس شان سے آئے کہ کرسمس کیک اور کرسمس پڈنگ کا یہ سال تہوار کا خرچ ہے۔ غالباً اسی رعایت سے آپ کا اسم گرامی منشی رحمت اللہ صاحب رحمۃ کی جنتری میں "فوش فائیل" بتایا گیا ہے۔ آپ نے دنیا میں آتے ہی [illegible] کہا کہ کسی کو پارسائیل حضرت پارسائیل (سنہ ۱۹۱۴) سے کچھ کہنے سننے کا موقع ملا [illegible] آپ کا خیر مقدم ادا کرنے کا۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی [illegible] نے ایک مسرت کے لہجے میں "صورت جہان عالم ہو" کہا اور کیال سے جگری

سے اپنا لہو پیش کرنے مین مشغول ہو گئی۔

یا حضرت "نوش فائیل" آپ نے عجب معنی شیرینی دوسرے الفاظ مین یون کہو جائے کہ دور خاتم پایا ہے۔ اگر نوش کے معنی شیرینی کے ہین تو چاہیے کہ آپ کا زمانہ عیش و طرب کا عہد ہو۔ اور آپ کی صلح جوئی و برکت سے سب لوگ جام عیش نوش فرمائین۔ مگر زمانے کا رنگ دیکھتے یہ معنی بعید ہی بعید از قیاس معلوم ہوتے ہین۔ کیونکہ آپ کے پارسا منش بزرگ ایسا معمولی [illegible] کہ آسانی سے دور ہو سکے۔ مجبوراً خیال آپ کے اسم گرامی کے دوسرے خطرناک معنی پر قائم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ آپ خون کے جام نوش فرماتے آتے ہین۔ لیکن اس صورت مین گستاخی معاف آپ کا اسم شریف "نوش فرمائیل" ہونا چاہیے تھا۔ خیر ہی سہی۔ شوق سے اپنا شوق پورا کیجیے اور اپنی پیاس بجھائیے۔ کیونکہ ساری دنیا جانین دینے اور اپنا خون بہانے پر تلی ہوئی ہے۔ سنتے ہین کہ آپ کا لباس زرد ہے اور چہرۂ زعفرانی سر پر باندھ کے آتے ہین۔ یہ رنگ بھی چوکھا رہے گا۔ اور آتش حرب کے شعلون مین حدت پیدا کرے گا۔ مگر خدا کرے آپ کو اپنی پیاس بھر خون کے جام مل جائین۔

کرسمس ڈے کے عیش و طرب کو آپ کے دوست "پارسائیل" وہ مہیب ہولی ثابت کر گئے۔ جس مین خون کی پچکاریان چل رہی تھین۔ اس مہیب ہولی کی خونناک انشائی سے دنیا کا کوئی حصہ نہین بچا ہوا تھا۔ اور بجائے گھر مین بیٹھ کے "بوں بوں" کے پٹاخے چھوڑنے کے لوگ توپین اور بندوقین داغ رہے تھے۔ اب نیو ایرس ڈے (سال کے روز اولین) کے موقع پر آپ اور آپ کے ہم مشرب احباب لہو کے جام درکنار خون کے خم لنڈھا رہے ہین۔ بہتر ہے۔ پیجیے اور پلائیے۔ مگر ہمین بھی خدا کے لیے کوئی جام مدہوشی پلا کے ایسا بدمست بنا دیجیے کہ قیامت تک اپنی جگہ سے نہ ہل سکین۔

اگر "نوش فائیل" کے یہی معنی ہین۔ آپ اپنا اور اپنے احباب کا جام لہو سے بھرنا چاہتے ہین اور آپ کا یہی مذاق واقع ہوا ہے تو ہمین اندیشہ ہے کہ دیکھیے آخر تک ہم آپ کی ضیافت کبھی سکتے ہین یا نہین۔ اول تو قحط نے ہماری رگون مین اتنا خون

ہی نہین باقی رکھا ہے۔ گو برٹش تاج کی وفاداری کا جوش اُسے ہیجان مین لاکر کے
چھوڑتا ہے اور ہم مین سے ہر ایک تنفس کے جسم مین جتنا خون ہے اُس سے زیادہ ہم
گھونسے خنجر سے بہانے کو تیار ہین۔ اور جیسی زوردار پچکاریون یا اُبلنے والی بوتلون
کا کام ہمارے گلے دے رہے ہین اورون کے گلے نہ دین گے۔ مگر آخر کب تک؟ اور
کہان تک؟ آپ کی محفل عیش پورے بارہ مہینے گرم رہا چاہے اور یہان گو ہم نے
ظاہر نہین ہونے دیا مگر خون ابھی سے کمی کر رہا ہے۔ ہمین نظر آرہا ہے کہ جس بیدردی
اور جس دریا دلی سے اِن چند روزون کے اندر خون کے جام لنڈھائے گئے ہین اگر
یہی رنگ آخر تک قائم رہ گیا تو بارہ مہینے درکنار ہم چھ مہینے بھی آپ کی ضیافت
کو نہ نباہ سکین گے۔

خدا کے لیے ان جامون کو ذرا رُک رُک کے نوش فرمائیے۔ اور یاران ہم شربت
کی مدارات جس سیر چشمی سے ہو رہی ہے اُس مین ذرا کفایت شعاری اور عاقبت اندیشی
کا بھی لحاظ رہے۔ ع تھم تھم کے چھڑی پھیریے رُک رُک کے جفا ہو۔ آپ کے احباب
اور آپ ہمارے خون کے جام شوق سے پئین اس مین ہمین عذر نہین۔ مگر کچھ تو مزہ لے
کے پیجیے کہ ہمین بھی مزہ آئے اور آپ کو بھی۔ اور یون ایک ہی سانس مین سارا خُم
چڑھا جانے مین تو میخانہ خالی ہو جائیگا اور لطف کسی کو نہ آئیگا۔ اور اگر بالفرض آپ
کو اس دریا نوشی ہی مین مزہ آتا ہے تو چند روز بعد کیا کیجیے گا جب یہ جانداز میخانہ خالی
ہو جائیگا؟ خم و سبو اوندھے اور ٹوٹے پڑے ہونگے۔ آپ کو نصیب دشمنان شدت
عطش سے کانٹا لگنے کا اندیشہ ہوگا۔ اور جس طرح ہم آج غلّے کو ترس رہے ہین آپ
ایک قطرۂ خون کو ترسنے لگین گے۔

آہ یہ خون کس قدر قیمتی ہے! اس کا ایک ایک قطرہ کروڑ کروڑ روپے کا مول
رکھتا ہے۔ بلکہ جو خون اپنے تاج اور اپنے وطن کی حمایت مین بہایا جائے انمول ہے۔
ہمارا جوش وفاداری چاہے ہمین اُس کی قدر نہ کرنے دے مگر آپ کو تو ہماری عالمگیر سلطنت
کے ساتھ نباہنا ہے۔ آپ تو قدر کیجیے۔ یہ خون پُرانے تعلقات کو قطع کرکے۔ گلی محبتون
کی بندشین توڑ کے۔ مذہبی جذبات و خواہشات کو قربان کرکے۔ اور قدیم دوستون
اور [illegible] کی طرف سے لہو سفید کرکے آپ کے جام مین بھرا گیا ہے۔ آپ ہی

اس کی قدر نہ کرین گے تو کون کرے گا؟

لیکن ہمین اسکی بھی چندان پروا نہین - ہم نے اپنا خون جانے مین موقعہ زمانہ کا حق ادا کر دیا - اور اپنے حق سے سبکدوش ہو گئے - قدر کرنا یا نہ کرنا آپ کا کام ہے - مرنے والون کو ایسی چیزون کی خواہش ہی کیا؟ فتح کی مبارکباد وہ سنین گے جو بچ رہین گے - اور انعام و اکرام سے وہ سرفراز ہون گے جو اس سر فروشی کے میدان سے اپنا خون بچا لائین گے - ہمین کیا؟ ہماری طرح جنھون نے اپنا خون حضرت نوش فرمائیل کے جام مین بھر دیا اُنکے دلون مین کوئی ہوس نہین باقی رہ سکتی - اور دم واپسین کے وقت اُنکی زبان پر اسکے سوا کچھ نہین ہو سکتا کہ ع "بعد از سر من کُن فیکون شد شدہ باشد" ہان آپ اپنی ضرورتون اور اپنی مجبوریون کا البتہ خیال کیجیے - آپ کو یہ خون باری کی ہولی ابھی مدتون کھیلنا ہے آپ کے تیورون سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی فتنہ جو فطرت اتنے ہی پر بس نہ کریگی بلکہ آتش قتال کے شعلون کو آپ اور بھڑکائین گے - کوئی تعجب نہین کہ اُن گھرون مین بھی آگ لگ جائے جو ابھی تک بچے رہے ہین - خدانخواستہ اگر شعلے اس سے زیادہ بھڑکے اور اس آگ کی گرمی نے زیادہ شدت پکڑی تو آپ کی پیاس بھی زور پکڑے گی - پھر اُسوقت اگر ہم سے سرکیف وفادارون کا خون کمی کر گیا تو کیا کیجیے گا؟ کہان سے لائیے گا؟ اپنا خالی گلاس ہاتھ مین لیے کن کن ملکون کی خاک چھانیے گا؟ اور کن کن دروازون پر جا کے دستک دیجیے گا؟

ہم ہر سال سے امن و امان کے طالب ہوتے آئے ہین - گذشتہ سال تک باوجودیکہ [illegible] نے بے انتہا جوش و خروش پیدا کر رکھا تھا - مگر ہم نے خوشامد و لجاجت سے یہی درخواست کی کہ اب جھگڑا ختم کیجیے اور دنیا والون کو ذرا امن و امان سے جینے دیجیے - مگر ابکی برس اے حضرت نوش فرمائیل! آپ کی گرم مزاجیان دیکھ کے ہم کچھ نہین کہتے - بلکہ ہم مین جوش وفاداری کا ایسا ہیجان پیدا ہو گیا ہے کہ آپ کا جام لبریز کرنے کے لیے ہمارا خون رگون سے خود ہی اُبلنے لگا ہے اور جسمون سے چھلکا پڑتا ہے - لہذا ہمارے اس جوش کے ساتھ آپ نے جام خالی کرنے مین بھی بے احتیاطی کی تو انجام مین ہمین سخت اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو

ہم نہ ہون اور آپ کو خون آشامی کی پیاس ستائے۔

اور اب چونکہ آپ کی عنایت سے فردائے قیامت آج کے حدود مین آگئی ہے اس لیے ہم آیندہ کے بارے مین اسکے سوا اور کچھ کہنا بھی نہین چاہتے۔ ہمین یہ بھی نہین معلوم کہ آیندہ بارہ مہینون مین کیا ہوگا؟ کون ہوگا اور کون نہ ہوگا؟ اور آپ کی مقررہ زندگی پورے ہونے کے وقت ہم آپ کو رخصت کرین گے یا آپ ہمین اُس سے پہلے ہی رخصت کر چکین گے؟

سنہ ۱۹۱۵ء کا چل چلاؤ

لوگو! جان طلب سال حال دنیا سے رخصت ہو رہا ہے اور اُس عدم آباد کو جا رہا ہے جہان سے جاکے کبھی کوئی واپس نہین آیا۔ ہم مسلمان ہمیشہ سے عادی ہین کہ ہر سال اپنے ۳۶۵ دن یا بارہ مہینے کے اُنیس صحبت کو رو دھو کے اور آنسو بہا کے رخصت کیا کرین۔ ماہ مبارک رمضان کو ہر برس ہم جس سوز و گداز سے "الوداع" کہا کرتے ہین کوئی کسی مہینے کو رخصت نہین کرتا۔ ختم سال کے بعد ہم ہر سال ماہ محرم مین غم حسینؑ ہی کے بہانے سہی خوب جی کھول کے رو لیا کرتے ہین۔ مگر اس سال مین یہ خاص بات ہے کہ اسکے جانے کے وقت ہر قوم اور ہر شخص کا دل بھرا آتا ہے۔

کیا یہ اس لیے ہے کہ یہ سال اپنی چند روزہ زندگی مین جان بازان وطن اور دلدادگان وفا کو جو جام مرگ اور شربت شہادت پلاتا رہا تھا آج خود پینے کو ہے؟ بیشک یہی معلوم ہوتا ہے۔ جو سرفروشان وطن اور حامیان دولت اس گذشتہ مدت مین اسکے ہاتھ سے زخمی اور نذر اجل ہوے تھے اُنکی آہون کے تیر سے آج یہ خود زخمی ہوا اور جن شہیدان وفا کو یہ سال مسلسل بارہ ماہ تک آغوش فنا مین سُلاتا رہا تھا اُنھین کے پاس لیٹ کے یہ خود اُس ابدی آغوش کا مزہ لینے والا ہے۔

سنہ ۱۹۱۵ء کے خیر مقدم اور کہتے وقت ہم نے کہا تھا کہ یہ سال انسانی خون کے جام نوش کرتا ہوا آیا ہے۔ اور اسے سمجھا تھا کہ بظاہر اسباب آپ بہت پیاسے معلوم ہوتے ہین۔ اور خرابی یہ ہے کہ جتنی پیاس آپ کو ہے اُتنا لہو ہماری رگون مین نہین اس لیے ذرا رُک رُک کے پیجیے اور مستسقی کی طرح خُم کے خُم نہ لنڈھاتے چلے جائیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ

اور عیش پکارتے رہ جائین اور ہم اپنا خون پیش کرنے مین حق مہمانداری نہ ادا کر سکین مگر افسوس اس دریا نوش نے ایک نہ سُنی اور خونخواری کی پیاس بجھانے مین بے اعتدالی ہی کرتا رہا۔

خیر۔ ہم نے تو جس طرح بنا نباہ دی۔ کبھی اس کی نوبت نہ آنے پائی کہ اس نے لہو کا جام مانگا ہو اور ہماری طرف سے کمی ہوئی ہو۔ جوش اطاعت و وفاداری مین اور حق مہمانداری ادا کرنے کی دُھن مین ہماری سوکھی رگون سے خون اُبلنے لگا اور ہم نے اس طرح جی کھول کے پلایا کہ چاہے یہ زبان سے نہ قبول کرے مگر اسکے معدے مین گنجایش نہین باقی رہی تھی۔ اُسپر بھی یہ برابر پیتا چلا گیا۔ اور انجام یہ ہوا کہ خود جان دی۔ بہر تقدیر آج ہم مسرت و اطمینان سے کہہ سکتے ہین کہ ہم سے اپنا خون پیش کرنے مین ایسی خلافِ اُمید بے جگری ظاہر ہوئی کہ ہم جام خون پیش کرتے مین نہ تھکے اور اسکی خون آشامی کی ہوس نے جواب دیدیا۔

۱۹۱۵ء کے ان مظالم۔ اس خون آشامی۔ اس بے رحمی۔ اور اس بدسلوکی کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ بہت بُری موت مرتا ہے۔ مگر افسوس اسکے خونین کارنامے بھولنے والے نہین ہین۔ دنیا کو یہ سال ہمیشہ یاد رہیگا۔ اور ابتدائے تخلیق عالم سے اس وقت تک شاید کوئی برس ایسا نہ گذرا ہوگا جو خونریزی مین اس کا مقابلہ کر سکے۔

دنیا مین بڑی بڑی لڑائیان ہوئی ہین۔ وحشی سے وحشی قومون نے متمدن ملکون پر یورشین کی ہین۔ اور انتہا درجے کی سنگدلی و بے رحمی سے اُنھین لُوٹا مارا ہے۔ مگر جیسا سیلاب خون اب آیا ہے کبھی نہ آیا تھا۔ ۱۹۱۴ء نے چل چلاؤ کے وقت دنیا مین یہ آگ لگائی تھی جسے اپنے سامنے ہی ٹرکی تک پہونچا دیا۔ ۱۹۱۵ء نے آکے اس خوفناک آگ کو اور بھڑکایا۔ تمام ریاست ہاے بلقان کی خموشی کی وجہ سے مشرقی یورپ تباہی سے بچا ہوا تھا۔ مگر اس سال نے بلغاریہ والون کو بہکا کے مہذب اتحادیین کی مخالفت پر آمادہ کر دیا۔ اور جو آگ مغربی یورپ مین لگی تھی جزیرہ نماے بلقان کے قلب مین مشتعل ہو گئی۔ یونان کی بیوفائی سے ہمین کچھ کرتے دھرتے نہ بنی۔ اور سرویا کو شمال سے جرمن اور مشرق سے بلغاریہ اور ترکون نے اس طرح کچلا کہ اگر ۱۴ء کی شہید کی ہوئی سلطنت بلجیم تھی تو ۱۵ء

کے ہاتھ کی شہید ستم سر دیا ہے - اور جیسے سال گذشتہ نے شاہ ایجیم کو شاہ بے مملکت بنایا تھا - اس سال نے سر دیا کو بنا دیا -

اس سال کے آغاز مین جرمن کی تحت البحر کشتیون نے بہت کچھ اُدھم مچا رکھا تھا مگر انگلستان کی سمندری قوت آخر غالب آئی - برتش تحت البحر کشتیان بالٹک یعنی خاص جرمن کے سمندر مین جا پہونچین اور اُس فتنہ جو سلطنت کی تجارت کو کلیۃً مسدود کرکے دنیا اُس پر تنگ کردی - اور اُمید تھی کہ بہت جلد وہ پناہ مانگنے لگے گا - مگر بلغاریہ و یونان کی بیوفائی اور ترکون کی بے مروتی نے اُسکے لیے خشکی ہی مین سے تجارت کا راستہ کھول دیا - اور مشرق کے ایک ایسے میدان مین پہونچا دیا جہان اُس کی تجارت ہی کو کافی فروغ نہ ہوگا بلکہ بہت سی جنگجو قومین بھی اُسکے جھنڈے کے نیچے لڑنے کو مل جائینگی - افسوس اتحادیین کی اس ناکامی نے اس خون بار لڑائی کی عمر بڑھا دی - اور مشکل سے اُمید کی جا سکتی ہے کہ آنے والے برس کو اس آگ کے بجھانے کا موقع ملے -

بہر حال ۱۹۱۵ء بھی سب سے بڑا جنگ پسند - فتنہ خیز - اور امن و امان کا دشمن تھا - ہم مشرق کے ایک ایسے کاشانۂ امن مین بیٹھے ہوے ہین کہ سوا لڑائی کے کارنامے سُن لینے یا بعض تجارت کی دشواریون مین مبتلا ہو جانے کے اور کسی مصیبت سے ہمین سابقہ نہین پڑا ہے - اگر ہمین فکر ہے تو اتنی کہ اپنی پرشکوہ سلطنت اور اپنی جہانگیر دولت برطانیہ کے ساتھ ہمدردی کرین - اور روپیہ اور سپاہیون سے اُسے مدد دین - اسکے سوا اور کوئی اندیشہ ہمارے لیے نہین ہے - مگر اس سال نے ہماری تشویش بھی بڑھا دی - لڑائی کی آگ روز بروز ہم سے قریب ہوتی جاتی ہے - اور گو ہمین امیر کابل کی وفاداری پر پورا بھروسا ہے مگر اس دار و گیر کے وسیع ہونے کا یہ رنگ ہے کہ جو آگ اگست ۱۹۱۴ء مین فرانس اور جرمن کی سرحد تک محدود تھی سنہ مذکور کے دسمبر مین قسطنطنیہ تک پہونچ گئی - ۱۹۱۵ء کے آغاز ہی مین مملکت عراق مین مشتعل ہوئی بعض سواحل عرب مین اُس کی چنگاریان نظر آئین - چند روز بعد ایران و ٹرکی کی سرحد پر اسکے لُوکے دکھائی دیئے - اور جس کوہ سینا پر کبھی حضرت موسیٰؑ کو تجلی الٰہی نظر آئی تھی اُسے تازہ جنگ نے ایک سخت کوہ آتش فشان بنا دیا - لیکن اب

اس سال کے خاتمے پر ہم ایران کی حالت بھی بھی نہیں دیکھتے - وہاں کی سلطنت بیشک ہمارے ساتھ ہے مگر رعایا کو عثمانی و جرمنی اثر نے ایسا برافروختہ کر دیا ہے کہ ساسانیوں کا یہ قدیم ملک بجائے اسکے کہ ہماری طرح خاموشی سے بیٹھ کے امن و امان کی لذت سے آشنا ہو خود ہی بدامنی مول لے لیتا ہے -

اسکے ساتھ بدنصیبی سے ہندوستان مین ایک ایسا شامت زدہ گروہ پیدا ہو گیا ہے جو چاہے کچھ بھی نہ کر سکے مگر دنیا بھر مین ہندوستان کو بدنام کر رہا ہے - لاہور اور بنارس کے مقدمات سازش کاش آج کل نہ ابھارے جاتے کہ دشمنون کو ہندوستان کے بدنام کرنے کا موقع ملتا - مگر ضرورت اور مجبوری نے گورنمنٹ کو آمادہ کر دیا - اور وہ مقدمات اگرچہ باقاعدہ سول عدالتون کے سامنے پیش کیے گئے - مگر ہمارے دشمنون کو کہنے کو ہو گیا کہ ہندوستان مین بھی بغاوت کی چنگاری خاک کے نیچے دبی ہوئی ہے -

اے بے رحم ۱۹۱۵ء تو اور جو چاہتا کرتا مگر ہم سے خاموش صلح جو ایران کو تو بدنام نہ کرتا ؟ افسوس تو نے ہماری وفاداری مین بھی داغ لگا دیا - اگرچہ ہماری عدالت پناہ سلطنت ہم سے اچھی طرح مطمئن ہے - جانتی ہے کہ ہمارے لاکھون ابنائے وطن برٹش علم کے سائے مین جانین دے رہے ہین - ہمارے والیان ملک تاج کی حمایت مین جان و مال قربان کرنے کو تیار رہین - مگر پھر بھی یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ ہندوستان کی خاک کا ایک پتلا بھی اپنی سلطنت سے بیوفائی کرے -

آ! ۱۹۱۶ء آ!

مغرب والو! جو برس کے پہلے دن خوشیان مناتے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے رہے ہو ذرا نگاہ اٹھا کے دیکھو اور کان لگا کے سنو کہ زمانہ زبان حال سے کہہ رہا ہے "آ نئے سال آ" اور ایک نیا مہمان اپنی مہیب صورت کو شگفتہ بنا کے ایک زہر خند کے ساتھ نعرے لگا رہا ہے کہ "میرا آنا مبارک!" جانتا ہے کہ ۱۹۱۵ء کے سنائے ہوؤن مین سے کسی میں بھی خیر مقدم ادا کرنے کا دم نہین ہے - اسلیے آپ ہی اپنا مدح خوان ہے - خود ہی مرحبا کہے لیتا ہے - اور آغاز سال پر جنوری کی پہلی صبح کو آیا ہے کہ تمھین مبارک باد دے - لڑائی کی طرف سے منہ پھیر کے خوب پہچان لو کہ یہ کون ہے؟ یہ ۱۹۱۶ء ہے - لڑنے کو

تو عمر پڑی ہے۔ لڑتا اور لڑتے رہنا۔ لیکن آج تو ذرا اس خونریزی سے ہاتھ روک کے اس سردی کے موسم مین صحبت عیش کو گرما دو۔

یہ تو بغیر تمھارے کہے ہم جانتے ہین کہ تمھین لڑنے سے فرصت نہین۔ اور فرصت بھی ہو تو آجکل تم ہزارون فکرون اور سیکڑون آلمون مین مبتلا ہو۔ خدا جانے کیسے کیسے محبوب عزیز اور کس کس درجے کے پیارے دوست رخصت ہوگئے۔ اور تم اُنکے سوگ مین ہو۔ ہم تو ہر سال ہی اپنے برس کے آغاز مین غمگین ہوتے ہین ابکی تم بھی رنج و الم مین مبتلا ہو۔ مگر دنیا مین رنج کے ساتھ ملی جلی خوشیان بھی چلی جاتی ہین۔ لوگ ہنستے ہنستے روتے اور روتے روتے ہنس پڑتے ہین۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم اپنی ہمیشہ کی عادت بدل کے آج کی خوشیون کو ملتوی رکھو؟ نہین! اس برس کے دن صبح سے شام تک نہین تو دو ہی گھڑی کو خوشی منا لو۔ خون بھرے ہاتھون کو دھوؤ۔ اور اپنے اُن پیارون اور دوستون کی یاد مین جو تمھین گھرون مین بیٹھے یاد کر رہے ہین ایک جام صحت پی لو۔ اور اتنی بھی فرصت نہین تو اپنے اس نئے مہمان سے ذرا ہاتھ ملا کے پوچھ لو کہ "کیا ارادہ ہے؟ زمانے کی اب کیا پالسی ہے؟ خون کی ندیان بہتی ہی رہین گی یا جی بھر گیا؟"

مگر آہ! یہ ہمارے اسٹیٹسمینون اور پالٹیشنون سے زیادہ گہرا اور خاموش ہے۔ قدرت کا سنسر ہمارے سنسر سے بھی سخت اور بیمروت ہے۔ دنیا چاہے ادھر سے اُدھر ہو جائے مگر مجال کیا کہ اسکی زبان سے کوئی لفظ نکلے۔ نہ اپنے دل کی کہتا ہے اور نہ سچی بات بتاتا ہے۔ تاہم اے جانبازان مغرب! یہ نہین بتاتا تو اسکے تیور ہی دیکھ کے پہچانو۔ ہم تو اُس زمین کے رہنے والے ہین جہان ہزارہا سال پہلے چاہے کیسے ہی عقلمند اور دقیقہ رس پیدا ہوے ہون اب تو فقط بے عقل نیم وحشی جاہل بستے ہین۔ جن کو نہ عقل ہے نہ تمیز۔ نہ اُنکی رائے رائے ہے اور نہ اُنکا کہنا سننے کے قابل ہے۔ قدرت نے ساری عقل ہر طرف اور ہر ملک سے سمیٹ کے تمھاری ہی سرزمین پر اکٹھا کر دی ہے۔ اسلیے تمھارے سوا زمانے کے تیور اور کون پہچان سکتا ہے؟

قطع نظر اسکے جرمنی و آسٹریا کے مال کی طرح آج کل بھروسے کی قابل وثوق خبرون کا بھی کال ہو گیا ہے۔ تم پھر بھی موقع واردات سے قریب ہو یا عرصۂ کارزار کے

کسی حصے پر ڈٹے ہوئے ہو۔ کچھ نہ کچھ سن گن پا ہی جاتے ہوگے۔ ہم تک تو سچی خبریں کو ایسی ہفتوں کا راستہ طے کرنا پڑتا ہے کہ نہ جانے کیا کیا قسم کا کیل جھاں بھی معلوم ہو سکے اور ہم اس قابل ہوں کہ کسی امر میں رائے قائم کر سکیں۔

اس لیے تم ہی اپنے تازہ مہمان سے مل کے اُسکے تیور پہچانو۔ جس انجام کے لیے ساری دنیا بیقرار ہے اُس کا کچھ پتہ لگاؤ۔ اور صاف بتاؤ کہ جس نئے زمانے سے سابقہ پڑنا ہے کیسا ہے اور کیا کرنے والا ہے۔

تم نے نہ بتایا تو پھر ہم ہی غلط سلط رائے قائم کر لیں گے اور وہ ہمیں ڈر ہے کہ اچھی نہ ہوگی۔ لڑائی جسے خونریز ۱۹۱۴ء نے چھیڑا اور جان ستان ۱۹۱۵ء نے بڑھایا تھا۔ مغرب میں شروع ہوئی اور مشرق کی طرف بڑھتی چلی آتی ہے۔ پہلے ہمیں یہ اطمینان تھا کہ درمیان میں بیسیوں ملک اور خدا جانے کتنی سلطنتیں ہیں۔ جن کو طے کر کے کوئی ہم تک پہونچ ہی نہیں سکتا۔ مگر اُس اطمینان کو ۱۹۱۵ء نے خاک میں ملا دیا۔ اُس کی فتنہ انگیزی سے جو تلوار بلجیم اور فرانس۔ یا روس اور سرویا کی سرحد تک محدود تھی اُس نے پہلے تو اٹلی کے شمالی پہاڑوں میں چمک کے اپنا درمیانی سلسلہ ملا لیا۔ مصر میں بھی یہ چنگاری اوائل سال میں چمکی تھی مگر دولت برطانیہ کی عظمت نے ہمارے اطمینان کے لیے اُسپر خاک ڈال دی۔

اُس آگ کے دبتے ہی جزیرہ نمائے بلقان میں خونریزی و آتش باری ہونے لگی۔ اور جرمنی و آسٹریا کی فوجیں جو جو مشرق کی طرف بڑھتی آتی ہیں ہمارا خون خشک ہوتا جاتا ہے۔ رومانیہ اور یونان کا اعتبار نہیں رہا۔ اُنکی بدعہدی و بیوفائی نے خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔ اور برلن و قسطنطنیہ کے درمیان سڑک کھل جانے کے یہ معنی ہیں کہ مشرق میں عراق و بغداد تک اور جنوب میں بحر ہند تک اِن خون آشام فتنہ انگیزوں کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔ عساکر برطانیہ دریا کنارے کنارے بغداد تک بڑھتے چلے گئے ہیں۔ مگر درمیان کے صحرا خطرناک ہیں۔ اور اندیشہ ہوتا ہے کہ گیسیان عرب سے کوئی دشمن فوج ناگہان نمودار ہو کے ہمارا واپسی کا راستہ نہ روک دے۔ جس کا امید ہے کہ ہمارے حملہ آوروں نے کافی انتظام کر لیا ہوگا۔

مگر ہمیں تو اس سے بھی زیادہ اندیشے نظر آتے ہیں۔ اور ہر ہفتے کی ولایتی ڈاک

ایک نیا خطرہ ہمارے سہمے ہوئے دل کے سامنے پیش کر دیتی ہے کبھی یہ سنتے ہین کہ ملک شام عظیم الشان فوجکشی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ جہان سے بڑی بڑی زبردست جرمنی توپین بے اندازہ سامان جنگ اور لاکھون سپاہی مصر کی طرف گذرتے چلے جاتے ہین کبھی یہ بتایا جاتا ہے کہ ایران پر جرمنی اور ترکون نے اپنا پورا پورا اثر ڈال دیا ہے۔ وہان کے وحشی قبائل ہمارے حسن سلوک کو بھول کے فتنہ پردازون کے کہنے مین آگئے ہین اور ساری قلمرو ایران مین ہنگامہ مچا ہوا ہے۔

یہ واقعات خوف دلا رہے ہین کہ لڑائی سارے مرحلے طے کرکے ہماری سرحد کے پاس آپہونچی۔ اور اس کے ساتھ جب یہ سن لیتے ہین کہ جرمنی کی سازش خاص ہندوستان کے اندر بھی اپنا کام کر رہی ہے تو ہمارے حواس جاتے رہتے ہین۔ آخر یہ ہونا کیا ہے؟ اور اے خاموش و مکار سنہ ۱۹۱۶ء تو کیا کرنے والا ہے؟ ہمین بھی چین سے بیٹھنے دے گا یا نہین؟ بیشک تیرے تیور اچھے نہین ہین۔ یہ ہمین یقین ہے کہ تو نہ ہماری عالمگیر سلطنت برطانیہ کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ ہمارے ملک کی عام وفاداری و اطاعت مین خلل ڈال سکتا ہے۔

لیکن یہ ممکن ہے کہ تو ہمارے آرام و اطمینان مین فرق ڈال دے۔ بس اسی دھڑکے سے ہمارا لہو خشک [illegible]

ان دنون صلح کی گفتگو چھڑی تھی اور موہوم سی امید پیدا ہونے لگی [illegible] سنہ ۱۹۱۵ء اپنے جانے سے پہلے ہی اس ہنگامے کو موقوف کرا دے گا۔ اور [illegible] جو مطلع صاف ہوگا تو دنیا کو صدیون تک کے لیے خونریزی سے فراغت مل جائیگی۔ مگر افسوس کچھ نہ ہوا اور عرصۂ جنگ اُسی طرح گرم ہے۔ یہ نیا سال چونکہ اُس تحریک صلح کو مٹاتا ہوا آیا ہے اس سے کھلتا ہے کہ یہ بھی شورش پسند ہے اور نہین چاہتا کہ دنیا والون کو چین سے بیٹھنا نصیب ہو۔

یہ تو دنیا کی عام حالت تھی۔ مگر اسکے بعد تخصیص بعد از تعمیم یہ ہے کہ ہم خاص دلگدازی کے متعلق کچھ عرض کرین اور خود اپنی سرگذشت سنائین۔ مطابع اور اخبارون کے لیے یہ گذشتہ چند سال نہایت ہی منحوس اور خطرناک تھے۔ جن مین یہ بات کرنے پر لوگون کی زبان پکڑی جاتی تھی۔ اور خفیف سے خفیف لغزش کا بھی انجام نہایت سخت ہوتا

تھا۔ دلگداز اگرچہ ایک ادبی اور تاریخی پرچہ ہے مگر پھر بھی موجودہ حالات زمانہ پر کچھ کہنا ہی پڑتا ہے۔ الحمد للہ کہ ہم سے کوئی ایسی لغزش نہیں ہوئی جو کوئی مضر نتیجہ پیدا کرے

دلگداز میں اب تاریخی مضامین بڑھتے جاتے ہیں جن کی نسبت اہل الرائے حضرات اپنی عنایت سے اکثر اچھی ہی رائے قائم کیا کرتے ہیں۔ "ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ" کے عنوان سے جو تمدن لکھنؤ کی تاریخ کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے اسے دو سال ہوگئے۔ دو چار حضرات اس سلسلے سے اُکتا بھی گئے ہیں مگر عام رائے اسکی مؤید ہے۔ یہاں تک کہ بعض تعلیم یافتہ و شایستہ صائب الرائے بزرگوں نے اس قدر حوصلہ افزائی فرمائی کہ لکھتے ہیں "مضامین ایک جداگانہ کتاب کی حیثیت سے مرتب کرکے شایع کیے جائیں" اور بہت سے احباب اُسکی بہت سی جلدیں خریدنے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا مگر پہلے یہ سلسلہ پورا تو ہولے۔ اسکو شروع ہوے دو سال ہوگئے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ تکمیل کے لیے دو ہی سال اور چاہیے اس لیے کہ سوسائٹی کی اہم ترقیوں کا تذکرہ ابھی بہت زیادہ باقی ہے۔ اور جب یہ سلسلہ پورا ہو جائے گا تو اُمید ہے کہ معلومات کا ایک بہت اچھا اور یاد رکھنے کے قابل ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔

"محسن کی کرشمہ سازیوں" کا سلسلہ بھی کچھ نہ کچھ چلے ہی جاتا ہے۔ اس سلسلے کے ذریعہ سے دلگداز نے نامور خاتونان سلف کے حالات کا ایسا اچھا سرمایہ فراہم کر دیا ہے جو اور کہیں کم نظر آئے گا۔ اس میں شک نہیں کہ "تذکرۃ النسا" اور "تذکرۃ الخواتین" کے نام سے کئی کتابیں فارسی و اُردو میں موجود ہیں۔ مگر جس تفصیل و توضیح سے عورتوں کے حالات دلگداز کے صفحوں پر بیان کیے گئے ہیں کسی کتاب میں نہیں نظر آسکتے۔

دلگداز کی خصوصیت ہے کہ اُس میں جو کچھ ہوتا ہے خاص ایڈیٹر کے دماغ و قلم کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اِس میں اور کسی کے مضامین نہیں ہوتے۔ یہ شرط بجاے خود سخت ہی بہت آسان تھا کہ ایک دس پانچ جُز کا رسالہ نکال دیا جاتا جس میں ملک کے بہت سے انشا پردازوں کے مضامین جمع کر دیے جاتے۔ لیکن دلگداز کو اپنی اس یکرنگی ہی پر ناز ہے۔ اور دست بہ دعا ہے کہ خدا اسکو آخر تک نباہ دے۔ لیکن ناظرین سے اُمید ہے کہ اگر کبھی اسکے کسی مضمون کو اپنے مذاق میں پھیکا پائیں تو اُس سخت

ذمہ داری کا خیال کرکے جو دلگداز نے اپنے سر لی ہے حمایت فرمادیں۔

بلحاظ انتظام دلگداز نے اس سال بہت ترقی کی۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ماہانہ پرچون کی اشاعت مین تاخیر نہین ہوئی۔ لیکن غالباً یہ بھی غلط نہ ہوگا کہ نسبت سنین گذشتہ کے بہت تھوڑی تاخیر سے پرچے شایع ہوا کیے۔ ہر ماہ کا پرچہ دوسرے مہینے مین ضرور شایع ہو جایا کیا۔ اور چونکہ تاریخ اشاعت آخر ماہ ہے اس لیے اُسے زیادہ تاخیر نہ کہنا چاہیے۔ لیکن ہمین اُمید ہے کہ اس سال اتنی بھی تاخیر نہ ہوگی۔ اور اب وہ صاحب اپنی ہمدردی و سعی خیر پوری کرنے کے لیے تیار ہو جائین جو فرمایا کرتے ہین کہ اگر پرچہ ٹھیک وقت پر نکلا کرے تو ہم ہزارون خریدار پیدا کردین"۔

ناولون کے نذر کرنے کا سلسلہ جب سے شروع ہوا اب تک جاری ہے۔ "غسب ان دولھن۔ زوال بغداد۔ حسن کا ڈاکو حصہ اول۔ رومۃ الکبریٰ۔ خوفناک محبت۔ اور الفانسو کل چھ ناول خریدارون کی نذر ہو چکے ہین۔ سال گذشتہ تک نذرانے کے ناولون کی تیاری مین دیر ہو جاتی تھی اور بعض مرتبہ آخر سال تک نوبت پہونچگئی لیکن اب ہم نے اس کا انتظام بھی درست کر لیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۵ء کے خریدارون کو ناول الفانسو جنوری ۱۹۱۶ء کے آغاز ہی مین نذر کر دیا گیا۔ جو بہت کچھ اطمینان بخش اور ہمارے قدرافزاؤن کو خوش کرنے والا ہے۔

پبلک مین ناولون کا شوق اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ اس پر بھی بہت سے احباب تقاضا کیا کرتے تھے کہ دلگداز مین کسی ناول کا سلسلہ جاری کیا جائے۔ اور ہر پرچے کے ساتھ اُسکا ایک جز شایع ہوا کرے۔ اُنکی یہ خواہش تو ہم اسلیے نہین پوری کر سکے کہ اب ہم دلگداز کی قیمت بڑھانا نہین چاہتے۔ یہ ایک روپیہ سال کا ڈیڑھ روپیہ جو کر دیا گیا یہ بھی ہم نے بڑی مجبوری سے کیا ہے۔ لیکن اُن کا شوق پورا کرنے کے لیے ہم نے **دل افروز** نام ایک رسالہ اپریل ۱۵ء یعنی آغاز ۱۳۳۴ھ محمدی سے جاری کر دیا۔ جس کا سالانہ چندہ دو روپیہ ہے۔ اور اس کا حساب اپریل سے شروع ہوا کرتا ہے۔ اس مین دو ناول ہوتے ہین۔ جو مارچ ۱۶ء مین پوری جلدون مین مرتب ہو جایا کرین گے۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ دل افروز جب سے نکلا برابر ماہ بماہ ٹھیک وقت پر شایع ہوتا رہا۔ اور اُسکے ناول پسند کیے گئے۔

بہر حال ہمین پوری اُمید ہے کہ سنہ ۱۹۱۶ء مین ہمارے دونون رسالے وقت پر اور پابندی سے نکلتے رہین گے - مگر خریدارون کو اتنا خیال رکھنا چاہیے کہ دلگداز یا دل افروز دونون ہمیشہ اپنے سال کے آغاز ہی سے جاری کیے جاتے ہین - اور خریدار چاہے جس مہینے اور سال کے جس حصے مین آئے پرچے شروع سال ہی سے بھیجے جائین گے - یہ نہین ہو سکتا کہ سال کے کسی درمیانی مہینے سے حساب شروع کیا جائے دلگداز کا سال جنوری سے شروع ہوتا ہے - اور دل افروز کا اپریل سے - اور جس طرح خریداران دلگداز کی خدمت مین ناول نذرانہ سالانہ چندے پر وی - پی بھیجدیا جاتا ہے اُسی طرح اپریل کا دل افروز اُسکے تمام قدردانون کی خدمت مین وی پی جایا کرتا ہے -

سنہ ۱۹۱۶ء کا کوچ

او ظالم جانے والے ! اوسال بھر تک جامِ خونین پینے پلانے والے !! اس قدر ہنگامے مچاکے - ایسی عظیم الشان خونریزی کراکے - لاکھون نوجوانون کو آغوش مرگ مین سُلاکے - لاکھون عورتون کو بیوہ اور لاکھون بچون کو یتیم کراکے - اور لاکھون بیگناہون زمین کو انسانی خون سے سیراب کرکے تو یون چپ چپاتے چلا جاتا ہے کہ گویا تو نے کچھ کیا ہی نہین ؟

اے بزم ماتم والو ! اور اے اسکے ستاتے ہوئو - دیکھو یہ ساری دنیا کو ستاکے اور بڑی بڑی سلطنتون کو زیروزبر کرکے چپکے سے بھاگا جاتا ہے - آہ نہ پوچھو کہ یہ کمبخت کیا کرکے اور دنیا کو کس جنجال مین پھنسا ہوا چھوڑکے جاتا ہے ؟ یہ دنیا والون کو لڑاتا اور خون کی چھینٹین اُڑاتا آیا تھا اور سب کو اُسی طرح لڑاتا اور ایک دوسرے کے خون مین ہاتھ رنگتا چھوڑے جاتا ہے -

اگرچہ اس سے پہلا سال سنہ ۱۹۱۵ء بھی ایسا ہی ظالم اور اتنا ہی متفنی و فتنہ انگیز تھا مگر اس نے تو اور بھی زیادہ قیامت ڈھادی - سچ یہ ہے کہ جتنی خون کی ندیان اس نے بہائین - اور جس قدر خونریزی اس نے کی ابتدائے تخلیق عالم سے آج تک شاید کوئی برس نہ کر سکا ہوگا -

قرون وسطیٰ کی وحشی و ظالم قوموں کے ہاتھوں کبھی کبھی اسطرح برس نہ اٹھنی جاتی نہ ہوں گی - جنگی اسی تاریخ یا ۱۹۱۴ء سے تہذیب و شائستہ لوگوں اور مہذب تہذیب قوموں کے ہاتھوں سے ہیں - موجودہ تہذیب نے ایک وقت سے دنیا میں امن و امان قائم کرکے لوگوں کو فارغ البالی کے ساتھ ترقی کرنے کا موقع دیدیا تھا - انقلاب پسند طبیعتوں اور جنگ و پیکار کا مذاق رکھنے والوں کو شکایت پیدا ہوگئی تھی کہ اب سپہ گری بالکل بیکار چیز ہے - اور مہذب ممالک ان فکروں میں تھے کہ کوئی ایسی تدبیر کریں کہ دنیا کو ہمیشہ کے لیے لڑنے بھڑنے سے فرصت مل جائے -

اسی خیال میں دولت برطانیہ عظمیٰ نے جو امن و امان کی سب سے بڑی حامی ہے فوجی ضرورت کو غیر ضروری تصور کرکے اپنے ملک میں بجائے جبری تعلیم جنگ کے تطوع (والینٹری) کا طریقہ اختیار کیا - اور ہم سے وفاداروں سے ہتھیار رکھوا لیے - اس لیے کہ کبھی ہمیں لڑنے بھڑنے کا بڑا شوق تھا - اور ذرا سی شورش میں ہم اول درجے کے شورہ پشت بن جایا کرتے تھے - مگر ۱۹۱۴ء نے چلتے چلاتے اُس عجیب و غریب آتشبازی میں جو جسمانی کثرتوں کے عوض یورپ میں بڑے بڑے صناعوں اور چابکدست آتشبازوں کے ہاتھوں سے تیار ہو ہو کے جمع ہوتی جاتی تھی آگ بتا دی - پھر کیا تھا ؟ وہ آتشبازی زور و شور سے چھوٹنا شروع ہوئی اور ایسی چھوٹی کہ شعلے دُور دور تک پہونچے - اور دھواں ساری دنیا میں پھیل گیا - بجھانے میں جب اور کوئی تدبیر کامیاب نہ ہوئی تو نظر آیا کہ سوا آب شمشیر کے اور کوئی پانی اس آگ کو نہیں بجھا سکتا - لیکن اس پانی کو لا لا کے ڈالنے والے بھشتی سوا سپاہیوں کے اور کون ہو سکتے تھے ؟ اور ان کو ہم نے غلطی سے غیر ضروری سمجھ رکھا تھا -

افسوس بھشتیوں کی کمی کے باعث یہ آگ ہمارے بجھائے نہیں بجھ سکتی - اگر اس ضرورت کا پہلے سے خیال ہوتا تو اکیلا ہندوستان لاکھوں نہیں کروڑوں بھشتی مہیا کر دیتا جو دم بھر میں اس جہان سوز آگ کو بجھا کے رکھ دیتے - لیکن نہیں - ہمیں پھر بھی دولت برطانیہ کی بیدار مغزی اور مستعدی کی تعریف کرنا چاہیے - کہ جس قدر جلد ہو سکا آتشگیر حصۂ زمین میں اتنے جفاکش و جان باز بھشتی پہونچا دیے جو آگ کو جہاں تھی وہیں روکے ہوئے ہیں آگے نہیں بڑھنے دیتے -

لیکن اس روک تھام کے تو ہم قائل ہیں اور اپنے وطن کے امن و امان کی وجہ سے بخوبی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن یہ ساری دنیا کو نظر آگیا کہ گذشتہ صدی کے مسلسل امن و امان سے جتنی جانیں بچائی گئی تھیں اُن سے بدرجہا زیادہ اس ایک قیامت زا آتش فساد کی نذر ہوگئیں۔ اور ثابت ہوگیا کہ دنیا والے چاہے کتنے ہی شائستہ ہو جائیں۔ لکھ پڑھ کے فرشتے بن جائیں مگر اس قابل ہرگز نہیں ہیں کہ انھیں امن و امان کے ساتھ خاموش بیٹھنے دیا جائے۔

یہ لڑائے جانے ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ آزادی و تہذیب کا انھیں چاہے کیسا ہی دعویٰ ہو مگر اصل حقیقت میں مہتمان قضا و قدر نے انھیں اپنی دلچسپی کے لیے گلے ڈی اے ٹر بنا کے تیار کیا ہے۔ قدیم دولتمندان روم کا دلچسپ مشغلہ یہ تھا کہ غیر قوموں کے لوگوں کو غلام بنا کے اس لیے تیار کرتے کہ اُنکی تفریح کے اکھاڑوں میں اُتر کے ایک دوسرے کو قتل کریں۔ یعنی جس طرح کوئی مرغ لڑاتا ہے۔ بٹیر لڑاتا ہے۔ مینڈھے لڑاتا ہے۔ اُسی طرح رومی آدمیوں کو لڑا کے اُنکی باہمی خونریزی کا تماشا دیکھا کرتے۔ جو پٹھے اس خونین اکھاڑے میں اُترنے کے لیے تیار کیے جاتے وہ "گلے ڈی اے ٹر" کہلاتے مورخ کہتے ہیں کہ بعد کی تہذیب نے اس جانستانی کے ظالمانہ مذاق کو موقوف کر دیا۔ لیکن اصل یہ ہے کہ وہ مذاق بعینہ ویسا ہی بلکہ اُس سے بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا خود کارکنان قضا و قدر کا ہے جنھوں نے سارے آدمیوں کو "گلے ڈی اے ٹر" بنا دیا ہے۔ اور اُن خونین پٹھوں کا صرف مشغلہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کر کے اپنے ناظرین کو خوش کریں۔

لیکن ان قدرت کے تیار کیے ہوئے گلے ڈی اے ٹروں نے کبھی ایسا اچھا اور اس قدر سخت تماشا نہیں دکھایا تھا جیسا ان آخری دو برسوں میں دکھایا۔ اور اپنے فعل سے ثابت کر دیا کہ انکے لڑانے کی بہ نسبت ان کا خاموش بیٹھنا زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ ہمیشہ لڑتے بھڑتے رہنے سے اُن کا غصہ فرو ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جس طرح شکاری کُتوں کو باندھ رکھنے سے اُنکی جھلاہٹ بڑھتی ہے اُسی طرح ان کو بٹھا رکھا جائے تو چند روز بعد یہ بھی ایسے جوش سے لڑتے ہیں کہ چند روز کے سکون و خاموشی کا نہایت ہی خونخوار انجام ظاہر ہوتا ہے۔

مگر اس اصول کے پیش کرنے سے یہ خطرناک نتیجہ نکلتا ہے کہ گورنمنٹ نے ہم سے اسلحہ لے کے کوئی اچھا کام نہین کیا۔ کیونکہ لڑائی سے رُکے ہوئے ہندوستانی جب کبھی موقع پا جائین گے ایسی سخت لڑائی لڑین گے جو یورپ کی موجودہ جنگ سے بھی زیادہ خون ریز ہوگی۔ لیکن یہ تو ایک پولٹیکل مسئلہ ہوگیا اور ہم پالٹیکس مین بحث کرنا خصوصاً ایسے مباحث چھیڑنا جو ہمارے حاکمون کے دلون مین بدگمانی پیدا کرین۔ ہرگز نہین پسند کرتے۔ خیر ہندوستان والون مین امن و امان کا انجام بد امنی و خون ریزی ہو یا نہ ہو مگر یورپ مین تو یہی ہوا۔ اور اُس مین سے جو کچھ گذشتہ بارہ مہینون کے اندر پیش آیا سب اسی جور پسند ۱۹۱۶ء کے نامۂ اعمال مین لکھا گیا۔

اس سال کے ابتدائی واقعات مین قلعہ ہائے ورڈون پر اہل جرمن کا حملہ اور اُسکی حیرت انگیز روک تھام تھی جو اتحادیین کی طرف سے عمل مین آئی۔ اس لڑائی نے جو آدھے سال سے زیادہ زور و شور پر رہی ثابت کر دیا کہ جرمنی نے سائنس اور آلات جنگ کے ایجاد و اختراع مین لاکھ ترقی کی ہو مگر فرانس و انگلستان کی تعمیر کی ہوئی دیوار آہن کو نہین توڑ سکتا۔ لاکھون جانون کے وارے نیارے کے بعد بھی وہ سوا اِسکے کہ اس آہنی حصار مین سر ٹکراتے ٹکراتے اپنا سر توڑ لے اور ناکامی کے انداز سے سر پکڑ کے بیٹھ جائے اور کچھ نہ کر سکا۔ اتحادیین کے لیے یہ نہایت ہی قابلِ اطمینان واقعہ ہے۔ اور اسی نے ہمین یہ کہنے کا موقع دیا کہ گو جرمنی بہت سے ملک دبائے ہوئے ہے۔ مشرق و مغرب مین دونون طرف بہت بڑھ آیا ہے۔ لیکن اصل مین ابھی تک جیتنے والا وہ نہین ہم ہین۔ اور اسی بنیاد پر ہمین موقع ملا کہ اُسکے شرائطِ صلح کو جو اصرار کے ساتھ اور خدا ترسی کے لہجے مین پیش کیے گئے تھے ہم نفرت و حقارت کے ساتھ پھیر دین۔

لیکن ۱۹۱۶ء کے خاتمے پر یہ نہایت ہی اندوہناک اور قابلِ افسوس واقعہ پیش آیا کہ رومانیہ اپنی حماقت پر قربان ہوگیا۔ ہم نے اُسکی فوجی قوت اور اسکے سامانِ جنگ کو دیکھ کے خیال کیا کہ وہ کمزور و ناتوان آسٹریا کا خاتمہ کر دے گا۔ اُس نے ہمین اپنی قوت و حالت کا اندازہ بتایا۔ اور اس دھوکے مین آکے روس نے اسے مشورہ دیا اور اُس نے بے تکلف تاؤ مین آکے اشتہار جنگ دے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب تک ہماری کمک سلونیکا سے پہونچے پہونچے اور قبل اسکے کہ روس اُس کی اعانت کا کافی

بند و بست کر سکے حریف نے اُس کا خاتمہ کر دیا۔ چاہے دنیا کی کوئی قوت مانے یا نہ مانے ہم رومانیہ کو بلقان کے نقشے مین سے مٹانے نہ دین گے۔ کیونکہ "دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر ست"۔ مگر دشمن کی آرزو کے مطابق چند روز کے لیے عارضی طور پر رومانیہ کی سلطنت غائب ہو گئی۔

اگرچہ مغربی میدان جنگ مین ہم کامیاب ہین پھر بھی ہمین دشمن کی اُن کامیابیون کو دیکھ کے بہت تکلیف ہوتی ہے جو بلقان مین پیش آئین۔ مہذب و زبردست دول یورپ نے جدید و نوخیز دول بلقان ہی کی فلاح کے لیے یہ جھگڑا مول لیا تھا۔ کوشش کی تھی کہ جنوبی و مشرقی یورپ مین جو سلطنتین قائم کی گئی ہین مضبوط ہو جائین۔ اور اپنی حفاظت کر سکین۔ باہم مل کے امن و امان قائم رہین۔ اور مشرقی یورپ کا مسئلہ ہمیشہ کے لیے طے ہو جائے۔ اس کوشش کا انجام ناگوار پلٹے کھاتے کھاتے اس نتیجے کو پہونچا کہ زبردست دول یورپ خود لڑ پڑین۔ لہذا اس دار و گیر مین اتنا جھگڑا مول لینے اور دنیا کے امن و امان مین خلل ڈالنے کے بعد خاص بلقان کے اندر اگر کوئی واقعہ ہم اپنی مرضی کے خلاف پاتے ہین تو ہمین بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ اور بدنصیبی سے بلقان ہی کی حالت اس جھگڑے مین روز بروز خراب ہوتی جاتی ہے مانٹی نگرو اور سرویا جو ہمارے دوست تھے فنا ہو گئے۔ رومانیہ جس نے سب کے بعد ہم سے عہد وفا باندھا آنکھون کے دیکھتے ہی دیکھتے چند روز کے اندر مٹ گیا۔ بلغاریہ ہے۔ مگر وہ ہمارے دشمنون کا دوست بنا ہوا ہے۔ یونان کو ہم چاہتے ہین کہ موقع کو ہاتھ سے نہ دے۔ اس کا خیال کرے کہ ہمارا ہی ساختہ و پرداختہ ہے۔ اور اُٹھ کھڑا ہوتا کہ ہم کافی مدد دے کے اُسے بلقان کی سب سے زبردست سلطنت بنا دین۔ مگر اپنی شامت و حماقت سے وہ ایک نہین سُنتا۔ جرمنی کے نام سے اس قدر لرزان و ترسان ہے کہ اُدھر نظر اُٹھاتے ہی اسکے بدن مین لرزہ پڑ جاتا ہے اور بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ اُسکے سارے جسم اور تمام اعضا و جوارح پر چاہے ہم حاوی ہون مگر اس کا دل ہمارے دشمنون کے ہاتھ مین ہے۔

مگر عموماً ان جھگڑون سے زیادہ تعلق اہل یورپ کو ہے۔ ہم نے تو ۱۹۱۶ء کے آغاز ہی مین کہہ دیا تھا کہ ہمین زیادہ تر اپنی فکر ہے۔ ہم کو اُسی وقت نظر آیا تھا کہ جو

آگ مغرب مین لگی تھی مشرق کی طرف بڑھتی چلی آتی ہے۔ اس کا تو بادی النظر مین اطمینان ہو گیا کہ ترک جزیرہ نما ے سینا کو قطع کرکے مصر پر حملہ کرنا چاہتے ہین اس مین ہرگز کامیاب نہ ہو سکین گے۔ بنی اسرائیل تو اس وادی تیہ مین چالیس سال کی وحشت نوردی کے بعد ارض یہودا مین پہونچ گئے تھے مگر ترک چالیس کیا اسی برس تک خاک چھانین گے تو بھی اپنی منزل مقصود کو نہ پہونچین گے۔ لیکن پھر بھی اس لڑائی نے مشرقی ممالک کی جو حالت کر رکھی ہے وہ راز سربستہ ہے۔ نہ ہمین پتہ چلتا ہے کہ شمالی ایشیا مائنر اور ایران مین روس کی کیا حالت ہے۔ نہ اسکی خبر ہے کہ اہل عجم کیا کر رہے ہین؟

اتحادیون نے اس لڑائی مین دو زبردست منصوبے سوچے تھے۔ اول یہ کہ جنوبی بلقان سے بڑھ کے روس کی فوجون سے مل جائین۔ اور یورپ کی سرگرم پیکار دولِ وسطیٰ کا تعلق ٹرکی سے قطع کر دین۔ دوسرے یہ کہ عراق سے بڑھ کے کوہ قاف کے دامن تک پہونچ جائین تاکہ ایران دشمنون کے زہریلے اثر سے محفوظ رہے۔ اور جرمنی نے جو نئی سڑک برلن سے بغداد تک بنالی ہے وہ مشرق مین وہان سے آگے نہ بڑھنے پائے۔ ان دونون مقاصد مین آج تک کامیابی نہین ہوئی ہے۔ اور قیامت یہ کہ یہ بھی خبر نہین کہ ان دونون مقامات مین کیا ہو رہا ہے۔ ولایت کی ڈاک سے کبھی کبھی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ترکی و جرمنی اثر ایران مین بڑھ رہا ہے۔ جس سے ہماری پریشانی بڑھ جاتی ہے۔ اور اپنے وطن کی سرحد تک فتنون کے آپہونچنے کا دھڑکا ہمارے سارے اطمینان کو خاک مین ملا دیتا ہے۔

ان دونون عام طور پر مشہور ہے۔ اور جو واقعات سُنے جاتے ہین اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغربی سرحد پر ہماری فوجین کثرت سے جمع ہو رہی ہین۔ سامان جنگ اور ہر قسم کا فوجی ساز و سامان مغرب کی طرف ڈھلا چلا جاتا ہے مگر خاک نہین معلوم کہ کیون اور کس لیے؟ ادھر کمبخت کونسا حریف اُٹھ کھڑا ہوا جو ایسی تیاریان ہو رہی ہین۔ امیر افغانستان ہمارا جانی دوست ہے۔ اگرچہ وہان کا اخبار ایک ترک کے ہاتھ مین ہونے کی وجہ سے جرمنی کا جامہ پہنے ہوے ہے۔ مگر خود امیر کے افعال بالکل دوستانہ اور ہماری مرضی کے مطابق ہین۔ اُس نے عثمانی و جرمنی وفد کے لوگون کو جو مسلمانان افغانستان کے بہکانے کو آئے تھے گرفتار کرا دیا۔ اور دوستی کا ایسا صاف اور نمایان ثبوت دیا جو

ہر طرح قابل اطمینان ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب امیر بھی موافق ہے۔ سرحدی جرگون مین سے ایک آدھ نے اپنی معمولی عادت کے موافق سرکشی بھی کی تو ہم نے بھی اُسے پوری سزا دے دی۔ باقی تمام جرگے ہمارے وفادار دوست ہین۔ پھر اور کون سی آفت اُٹھ کھڑی ہوئی کہ ادھر فوجین جمع ہو رہی ہین؟ یورپ کی اس جنگ کا کوئی شعبہ ہماری سرحد پر پیدا ہوا تو قیامت ہو جائے گی۔

ہندوستان یون ہی قیامت کی ہولون سے نیمجان ہو رہا ہے۔ جُہلا اور عوام کے دلون مین تو یہ دھڑکا ہے کہ ہندوستان کی دولت و زرخیزی عہد تاریخ سے پہلے بھی مشہور تھی اور آج بھی مشہور ہے۔ ممکن نہین کہ جو ہوس سکندر کو مشرق مین لائی تھی وہی قیصر کے دل مین بھی نہ ہو۔ اور اُسے ہندوستان کی تمنا نہ ہو۔ تعلیم یافتہ لوگ جو ان اندیشون کو اوہام باطلہ تصور کرتے تھے سرحد کی فوجی نقل و حرکت سُن سُن کے اُن کے پاے ثبات کو بھی لغزش ہوئی جاتی ہے۔ مگر جو کچھ ہو یہ سمجھ مین آنے کی بات نہین ہے۔

ہندوستان کی تو یہ حالت ہے کہ ہر وقت لہو لگا کے شہیدون مین ملنے کو تیار رہا کرتا ہے۔ اگرچہ اُسکی سرحد اور اُسکی سرزمین سے یہ ہنگامے ہزارون کوس کے فاصلے پر ہین مگر وہ لڑائی مین حصہ اُتنا ہی لے رہا ہے اور لینے کو تیار ہے جتنا کہ خود فرانس و انگلستان کو لینا پڑا۔ اسکے سپاہی تمام خونین میدانون مین جاتے اور کٹتے مرتے ہین۔ اسکے بھی بہت سے بچے یتیم اور بہت سی عورتین بیوہ ہو چکی ہین۔ اُس نے دولت اور قوت دونون باتون مین تاج کے ساتھ پوری شرکت کی۔ اور غذا کی دشواری مین بھی وہ انگلستان کا ساتھ دے رہا ہے۔ گیہون یہان بھی مہنگا ہو گیا۔ شکر یہان بھی دُونے بھاؤ کو پہونچ گئی۔ مگر سب سے زیادہ اُن چیزون کے فنا ہونے سے تباہ کر رکھا ہے جن کو آج تک ہم اپنی سلطنت اور خاص انگلستان کی سمجھ کے آنکھون پر رکھتے تھے۔ مگر لڑائی چھڑتے ہی کھُلا کہ وہ جرمن اور آسٹریا کی ہین۔ خود انگلستان کے مسئلۂ فری ٹریڈ نے ہمین اُن چیزون کا عادی بنا یا۔ اور عادت پڑ جانے کے بعد جو وہ ہم سے چھینی گئین تو ہمین سخت دشواریون اور تکلیفون کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر ہم پہلے سے یہ جانتے ہوتے کہ ان کو اختیار کر کے ہم غیرون کے دست نگر

جو پائین گے تو ہرگز یہ انجام نہ ہوتا اور ہماری زندگی کا اس قدر دارومدار ہو جاتا
اور تو اور۔ سب سے زیادہ آفت کاغذ کی ہے جس سے ہماری دنیا کی حالت بیشتر
بگڑ گئی۔ دلگداز عمدہ چکنے دلچسپ کاغذ پر نکل رہا تھا۔ جس حالت میں سنہ ۱۹۱۱ء کے
ابتدائی چند ماہ تک ہزار رقت وہ پہنچ سکی آخر میں بھی وہ کاغذ اختیار کرنا پڑا
جس کو ہم بہت ہی نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اب اس کاغذ کی گرانی بھی اس درجے
کو پہونچ گئی ہے کہ ناقابل برداشت ہے۔ اسپر خرابی یہ کہ اس مجبوری و دشواری کو
ہندوستان کی پبلک محسوس نہین کرتی۔ انگلستان ہی ہے جہان اخبارون اور کتب
فروشون نے قیمتون کا نرخ بڑھا دیا۔ اور سب لوگون نے قبول کر لیا۔ نہ اخبارون
کی اشاعت مین فرق پڑا اور نہ کتابون کی خریداری کم ہوئی۔ ہندوستان مین اگر
کوئی اخبار یا رسالہ کچھ بھی قیمت بڑھا دے تو دوسرے ہی دن اشاعت آدھی سے
بھی کم رہ جائے۔ اور اسی وجہ سے ہمین قیمت بڑھانے کی جرأت نہین ہوتی۔

لیکن سچ یہ ہے کہ کاغذ کی گرانی کے باعث سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والا
دلگداز ہے۔ دلگداز کی سالانہ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ ہے۔ اور پھر ختم سال پر
خریدارون کو ایک ناول مفت نذر کیا جاتا ہے۔ ہماری عادت ہے کہ جہان تک نبتا ہے
ناول کے پلاٹ کو نہین بگاڑتے۔ اور نذر دینے کے ناول اکثر بارہ بارہ جز تک پہونچ
گئے ہین۔ لیکن کاغذ کی گرانی نے یہ حالت کر دی ہے کہ ایسی بے پروائی خودکشی کا
حکم رکھتی ہے۔

ابکی ناول "بابک خرمی" جو عہد خلافت عباسیہ مین سے المعتصم باللہ کے زمانے
کا ایک تاریخی ناول ہے نذر کیے جانے کے لیے تیار ہوا ہے۔ لیکن اس کا پلاٹ اتنا بڑا
ہے کہ اگر پورا کیا جائے تو اسکو چھاپ کے اسی قیمت مین دینا ہماری قوت و استطاعت
سے باہر ہے۔ لہذا بجاے اسکے کہ کہ اُسے ناتمام طور پر ختم کر دیا جائے ہمین مناسب
معلوم ہوا کہ دو حصے کر دین۔ ایک حصہ ابکی اور دوسرا حصہ آغاز سنہ ۱۹۱۲ء مین نذر
کرین لیکن اس خیال سے کہ ناظرین کو تکلیف نہ ہو ہم نے حصۂ اول کو ایسے مقام پر
اور اس طرح سے ختم کیا ہے کہ یہ حصہ بجاے خود مکمل سا ہو گیا ہے۔ گو کہ بہت سی باتین
تشنہ معلوم ہوتی ہین۔ جس کو امید ہے کہ معزز ناظرین ہماری مجبوریون کا خیال کر کے

معاف فرمائیں گے۔

دلگداز بلحاظ مضامین اس سال بُرا نہیں رہا۔ مضامین اکثر تاریخی رہے جس چیز کو موجودہ ناظرین کا غالب حصہ پسند کرتا ہے۔ مضامین "ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ" ابھی تک جاری ہیں۔ غائر نظر سے دیکھنے والا تعلیم یافتہ حصہ تک اس سلسلہ کو بہت زیادہ پسند کرتا ہے اور متقاضی ہے کہ یہ سلسلہ ہرگز تا تمام نہ چھوڑا جائے۔ جن بیقرار طبیعت والوں کا مذاق "کل جدید لذیذ" ہے وہ ایک ہی عنوان پڑھتے پڑھتے اُکتا گئے۔ اور کہتے ہیں اب تو اس عنوان سے عاجز آگئے خدا کے لیے کوئی نئی بات چھیڑیے۔ حالانکہ وہ سمجھ سکتے ہیں کہ فقط عنوان ہی پُرانا ہوتا ہے باتیں ہمیشہ اور ہر نمبر میں نئی ہی ہوا کرتی ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اب یہ لکھنؤ کی قصیدہ خوانی موقوف کیجیے۔ وطن پرستی کی کوئی حد بھی ہے؟

اس میں شک بھی نہیں کہ ہم نے غالباً بہت سے امور میں لکھنؤ کو بیجا فضیلت دیدی ہوگی۔ ممکن ہے کہ بعض شہروں کو کسی فن یا کسی چیز میں زیادہ فوقیت حاصل ہو۔ مگر سچ یہ ہے کہ ہم جو کچھ لکھتے ہیں اپنے علم و ادراک کی بنا پر لکھتے ہیں۔ جن حضرات کو جن شہروں کے خصوصیات معلوم ہوں ہمیں لکھ بھیجیں۔ ہم بڑے شوق سے دلگداز میں شایع کریں گے۔ بشرطیکہ وہ تاریخی تحقیق اور خاندانی روایات کی بنا پر تحریر فرمائیں۔ ہم بالارادہ لکھنؤ کی بالکل طرفداری نہیں کرتے۔ جو کچھ حالات دریافت کرنے سے معلوم ہوتے ہیں اُنکو لکھ دیا کرتے ہیں۔ اس بارے میں ہمیں ابھی بہت کہنا باقی ہے۔ اور جو حصہ باقی ہے ہمارے خیال میں گذشتہ واقعات سے زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ جہاں تک ہم سے بنے گا اس سلسلے کو پورا کریں گے۔ اور اگر اس میں ہم سے کچھ غلط بیانیاں یا فروگذاشتیں ہوگئی ہوں تو اچھا ہو کہ ہمارے صاحب ذوق احباب بعوض اعتراض کے اصلاح فرمائیں۔

نیا سال اور نئے دھڑکے

کبھی زبان پر تھا "نیا سال اور نئی اُمیدیں" یا زمانے کا رنگ ایسا بدلا کہ اب کہتے ہیں "نیا سال اور نئے دھڑکے"۔ کاش وہی ہوتا جو ایک اگلا سخن سنج

کہہ گیا ہے کہ

گرما بگذشت و این دل زار ہمان — سرما بگذشت و این دل زار ہمان

القصہ ہزار گرم و سرد عالم — بر ما بگذشت و این دل زار ہمان

اب تو اسکے لالے پڑگئے ہین کہ جو پریشانیان کل تھین کاش آج بھی وہی رہین اور کوئی نئی آفت نہ آتی - مگر کسے خبر ہے کہ کل کیا ہوگا؟ ایسی بیخبری مین کبھی کبھی انسان کے لیے کامیابی و کامرانی کی جھلک پیدا ہوجاتی ہے - لیکن بدنصیبی سے ہمین ہر وقت کسی نئی مصیبت اور کسی نئے خطرے ہی کا دھڑکا لگا رہتا ہے - دل مضبوط کرتے ہین - صورت کو زبردستیان کرکرکے بشاش بناتے ہین - تاکہ کوئی یہ گھبراہٹ کی صورت دیکھ کے دشمنون کو خبر نہ کرے کہ پریشان ہین اور گھبرائے ہوے ہین - دشمن کے جاسوس شہر شہر اور گانوٗن گانوٗن موجود ہین - ذرا ذرا سی باتون کی خبر پہونچ جاتی ہے - کسی نے ہماری اس پریشانی و بدحواسی کا حال بتا دیا تو خوش ہوگا کہ ان کا حوصلہ پست ہوگیا - ہمت ٹوٹ گئی - اور اب بتّی بولا ہی چاہتی ہین - کوئی کمبخت سے کہے حوصلہ سپاہیون کا دیکھا جاتا ہے - اور ہمت لڑنیوالون کی دیکھنی چاہیے - ہمارے نبرد آزما تو اُسی طرح خوش و خرم ہین - اور جی توڑ توڑ کے تیرے ہوش و حواس بگاڑے دیتے ہین - اُن کا حوصلہ پست ہو تو کوئی بات بھی ہے - ہماری گھبراہٹ سے نہ ہماری فوج کا کچھ بگڑ سکتا ہے نہ ہماری سرکار کی کی چونون پر میل آسکتا ہے - ہم گھرون کے بیٹھنے والے - لکھنے پڑھنے کے عادی اور عہدی - بے چوڑیون کے گھر گرست - بے گھونگھٹ کے پردہ نشین - ہمارا حوصلہ پست ہوا تو کیا اور بلند ہوا تو کیا - مگر نہین - وہ یہی دیکھتا رہتا ہے کہ انکے تیور کیسے ہین - اور انکے چشم و ابروے کیا ظاہر ہوتا ہے - اور کبھی خدانخواستہ ذرا بھی کمزوری نظر آگئی تو دنیا بھر مین ڈھنڈورا پیٹ دیتا ہے -

اُدھر تو اس کا ڈر لگا ہے ادھر یہ حال ہے کہ خود اپنے حکام کے تیور دیکھ دیکھ کے دم نکلا جاتا ہے - اُنکی تاکید ہے کہ چاہے دل مین کچھ ہو مگر زبان سے حرف شکایت نہ نکلے - اُف کی اور زبان کاٹ لی گئی - کان ہلائے اور ناک ندارد - خبردار نہ ہراس ظاہر ہو نہ خوف - کسی کو یہ نہ نظر آئے کہ گھبرائے ہوے ہو - کلیجا چاہے

بقیون اُچھلے - دل چاہے دھڑکتے دھڑکتے سینے مین شگاف ڈال دے - مگر پاس والے کو خبر نہ ہو کہ تم بدحواس ہو -

پھر اسکے ساتھ حالت یہ ہے کہ ٹکے ٹکے کی چیز کو ترس رہے ہین - گھر مین بیٹھنے والیون کو کیا چاہیے ؟ روٹی کپڑا - وہی ندارد - مانا کہ ہم گھر مین بیٹھنے والی نہین والے ہین - لیکن آخر پیٹ کا دوزخ تو ہمارے ساتھ بھی لگا ہے ؟ ستر پوشی کی ضرورت تو ہمین بھی ہے ؟ یہ فکر دُور ہو تو خیر زبردستی ہی سہی بنٹنے اور کی صورت بنا لین - تن کو کپڑا ہو تو دل ہزار پسنی دکھلائے اکڑ کے بیٹھ جائین - اور خواہ مخواہ کو بررنے لگین - مگر افسوس نہ ہنستے بنتی ہے نہ روتے -

پہلے رنگ ندارد ہو گیا تھا - جسکے ساتھ وہ رنگ برنگ دوپٹے غائب - اور بغیر معتبر نائی کے آئے بی گھر بسی کے بیوہ ہو جانے کا یقین ہو گیا - سارا سُہاگ چوڑیون سے تھا وہ بھی جرمن کی تھین - ندارد - مدت سے کپڑے بھی نہین بنے ہین آخر کب تک چلین ؟ تقاضا ہوا کہ کپڑے بنواؤ - یہان اپنے ہی تن کو کپڑا نہین اُن کا جوڑا کہان سے بنے ؟

ہماری حالت تو یہ ہو رہی ہے - اور چنگیز خان کے بڑے بھائی میان سنہ سترہ خان بہادر دروازے پر کھڑے پکار رہے ہین کہ ذرا باہر آ کے ہم سے تو بغلگیر ہو لیجیے - اس موقع پر نئے برس سے ملنے اور سال کے پہلے دن صورت دکھانے کے لیے ہر شخص اپنی حیثیت کے موافق بن ٹھن کے نکلتا اور گردش ایام کی مشین کے اس تازہ وارد انجنیر سے اچھے ٹھاٹ سے ملتا ہے - مگر اب کہین تو شکایت ہو گی - جن فتنہ جو اور خون آشام بزرگ سے آپ نے چارج لیا ہے اُنھون نے یہ منحوس صورت ہی اس قابل نہ رکھی کہ کسی کو دکھائین - ایک سوئی تک تو نصیب نہین کہ گھر والی پھٹے پُرانے کپڑون ہی کو گانٹھ کے درست کر دین - اچھا پھٹے ہی کپڑے سہی اتنا تو ہوتا کہ نہاتے دھوتے اور وہی پھٹا پُرانا جوڑا پہن لیتے - مگر خدا بھلا کرے آپ کے سابق مہربان سنہ ۱۶ خان کا جنھون نے ہماری میونسپلٹی کے واٹر ورکس کو بھی اس قابل نہ رکھا کہ ہم اپنا پنڈا دھوئین اور بیوی میلے کپڑے دھوئین -

بہر حال سرکار خوش ہو یا ناخوش ہم تو اس صورت سے باہر نہ نکلین گے -

۱۹۱۷ء صاحب جس طرح زبردستی دنیا مین آ دھمکے ہین اُسی طرح بغیر "گھر کے لوگو پردہ کر لو" کی صدا لگائے ہمارے گھرون مین بھی گھس پڑین۔ نئے دوستون اور تازہ وارد مہمانون سے مل کے انسان عموماً خوش ہو جاتا ہے۔ اس مہیب ہولناک مہمان کی قہار صورت دیکھ کے سوا اسکے کہ ہماری ٹھٹھرکن اور بڑھ جائے اور رہے سہے حواس بھی رفو چکر ہو جائین اور کیا امید ہو سکتی ہے؟ بہرحال ہم نے تو اس ظالم برس کے استقبال مین گھر سے قدم نہین نکالا۔ اور ہماری طرح یقیناً ساری دنیا نے بھی یہی کیا ہوگا۔ لیکن اسے مطلق پروا نہین۔ یہ آیا اور ہر گھر مین داخل ہو گیا۔ لوگون نے لاکھ آنکھین بند کر لین۔ ہزار منہ پھیرا۔ مگر اسکی خوفناک صورت نظر کے سامنے ہو ہی گئی۔

ہم تو ڈر کے مارے سمٹ گئے۔ اور جس طرح بھیڑیے کے آگے بندر بھبکی حرکت بیٹھ جاتا ہے کہ بھائی جو جی چاہے کرو ہم ہر مصیبت کے برداشت کرنے کو تیار ہین مگر جن مستقل مزاجون کو خدا نے مضبوط دل دیے ہین سنبھل کے بیٹھ گئے۔ ۱۹۱۶ء نے اپنے عہد مین دنیا پر جو جو مظالم کیے تھے اُن کی مکمل خونین فہرست چپکے سے پیش کر دی اور کہا "آپ کے بڑے بھائی نے تو یہ کیا۔ اب آپ بھی اپنے دل کی بھڑاس نکال لین۔ بلکہ آپ کے تیورون سے آپ کا مزاج پہچان کے صاف صاف کہہ دیتے ہین کہ ؎

ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہ اُلفت کبھی نہ کرنا تمھین قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق مین کمی نہ کرنا

بادی النظر مین ان تازہ وارد بزرگ ۱۹۱۷ء کا رنگ سب سے بڑھا چڑھا معلوم ہوتا ہے۔ ان کے آنے سے پہلے ہی دشمن انسان جرمنی کے بعض سپہ سالارون اور ذمہ دار افسرون نے کہنا شروع کیا کہ ۱۹۱۷ء مین ایسی لڑائیان لڑی جائینگی جن سے کسی نتیجے تک پہونچنے کی جلدی امید کی جا سکے گی۔ اسکے ساتھ ہی ولایت کی ڈاک مکرر و سہ کرر بتاتی ہے کہ فی الحال جرمنی مین غیر معمولی تیاریان ہو رہی ہین اور اُنکے بحری کارخانون مین غیر معمولی سرگرمی اور خطرناک ہنگامہ بپا ہے۔ یہ قطعی ہے اور تمھین یقین نہ آتا ہو تو اپنی سرکار کی طرح جیسی قسم کھا کے کہو کہ دین کہ فتح ہماری ہی ہوگی۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ شیطان مانتا نہین ہلاک کرتا ہے؟ ظالم ہاریگا ضرور

مگر خدا جانے کیسی آفت جوت کے؟ اور دنیا کو کس دہاڑے پہ پہونچا کے؟
کہتے ہین کہ جور اُٹھاتے اُٹھاتے ظلم برداشت کرنے کی بھی عادت پڑجاتی ہے
مگر افسوس ہمین تو یہ عادت نہ پڑی۔ اور پڑے کیسے؟ زمانے کا رنگ تو یہ ہے کہ روز
نیا ظلم ہوتا ہے اور ہر گھڑی نئے ظلم ایجاد ہوتے ہین۔ ایک کی اچھی طرح عادت
نہین پڑنے پاتی اور اُس مین مزا آنا نہین شروع ہوتا کہ کوئی نئی تکلیف اُٹھ
کھڑی ہوتی ہے۔ اور پھر وہی پریشانی وہی حیرانی اور وہی گھبراہٹ لاحق
حال ہو جاتی ہے۔

اور سب باتین تو خیر ہی ہین ہمین اپنے قدرافزا کرم فرماؤن سے جو وقتاً فوقتاً
ملنے کا اتفاق ہو جاتا ہے یہ بھی کمبخت ۱۸۷۷ء سے بمشکل دیکھا گیا۔ اور ہی مذاق
۱۸۷۸ء کا بھی معلوم ہوتا ہے۔ ہم سپہگر اور منگجو لوگ نہین ہین کہ تازہ دم گھوڑون
پر سوار ہو کے دشمن پر دھاوا کرین۔ ہم تو فقط کاغذ کے گھوڑے دوڑانا جانتے ہین
مگر ان ظالم و سنگدل ابنائے زمانہ کو یہ بھی گوارا نہین کہ یہ ہمینے پیچھے کی مکتوب والی
ادھوری ملاقات ہی ہو جایا کرے۔ کاغذ۔ روشنائی۔ اور چھاپنے کا تمام ضروری
سامان گرانی کی انتہائی درجے کو پہونچ گیا۔ اور اب بھی اطمینان نہین کہ عالم علم و
ادب کی یہ آفت اور تصنیف و تالیف کی یہ عالمگیر مصیبت کب دُور ہوگی؟

دلگداز کو بُرے بھلے ہر طرح کے برسون سے سابقہ پڑ چکا ہے۔ وہ زمانے کی مار
کھا کھا ہی کے سنبھلا ہے۔ انھین نازک زمانون اور اسی قسم کی مضرتون نے اُسے
سخت جان بنا دیا ہے۔ اب اُس مین زمانے سے لڑنے کی قوت آگئی۔ اور ہمین
یقین ہے کہ جس مردانگی و استقلال سے اس نے جفا کار سال گذشتہ کا مقابلہ
کر لیا اس نئے خونخوار برس کا بھی مقابلہ کر لے گا۔

اگلے برس کے آخر مین اُسکی اشاعت ذرا تاخیر سے ہوئی اور محض کاغذ کی
دشواریون کے باعث نومبر و دسمبر کے پرچے اوائل فروری مین شایع ہوے اور
یہ جنوری کا پرچہ بھی فروری ہی مین حاضر ہوتا ہے۔ نیز امید واثق ہے کہ بہت ہی
جلد ہم انتظام درست کر لین گے۔ اس لیے کہ جس طرح ہماری سلطنت کو اپنے
دشمنون پر فتح پانے کا قطعی یقین ہے اُسی طرح ہمین بھی پورا یقین ہے کہ ہم نے

زمانے پر فتح پائی - پہلے خوفناک دیو ۱۹۱۶ء کو تو لڑ بھڑ کے بھگا دیا اب دیکھیں انشاء اللہ اس دوسرے دیو بلکہ لڑائی کے دیوتا ۱۹۱۷ء کو بھی دنیا سے نکال باہر کریں گے - اور خوشی و خرمی کے ساتھ آیندہ سال فتح و نصرت - امن و امان - اور مسرت و شادکامی کی زندگی بسر کریں گے -

حضرت ۱۹۱۷ء کی رحلت

دُنیا کی فطرت قدامت پرستی ہے - چند روز کے لیے ہم کو مغربی اوضاع و اطوار اور یورپین مذاق کے اختیار کرنے کا جنون سا ہو گیا تھا - مگر اب ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر تعلیم یافتہ نوجوان اور بہت سے ہیٹ پہننے والے بیرسٹر اور معزز عہدہ دار بھی اپنے وطنی لباس اور پُرانی عادتوں اور رسموں کو اختیار کرنے لگے ہیں - لہذا اگر ہم بھی کوئی بہت پُرانا طریقہ اختیار کرلیں تو شاید بیجا نہ ہوگا -

محقق مورخین کا خیال ہے کہ دنیا کا پہلا مذہب جو اکثر وحشی قوموں میں آج بھی موجود ہے یہ تھا کہ اذیت رسان اور خونخوار دیوتاؤں کی پرستش کی جائے تاکہ وہ ہم سے خوش اور راضی ہو کے ہم پر جور و ستم نہ کریں - اور ہمیں اذیت نہ پہونچائیں اُنکے نزدیک ہیضہ - طاعون - قحط - لڑائی اور اسی قسم کی تمام بلائیں غیر مجسم دیوتا یا دیویاں ہیں - اور اُنکی پوجا کرنا - اُنکی نیازیں اور نذریں کرنا - اُن پر بھینٹ چڑھانا - اُنکے مخصوص و مقررہ ایام میں اُنکے رجھانے کے لیے ناچ کود اور گانے بجانے کی محفلیں کرنا - انسان کو اُنکے مضرت و آزار سے بچا لیا کرتا ہے -

چار سال کے تجربے نے ہمیں یقین دلانا شروع کر دیا ہے کہ یہ سفاک و خونریز برس بھی اسی قسم کے خونخوار دیوتا ہیں جو لڑائی کے ساتھ ہمیں ہر قسم کی مصیبتوں میں مبتلا کر رہے ہیں - اور کسی طرح اپنے جور و ستم سے نہیں باز آتے - خدا پرستی کے جوش اور اپنے مہذب مذہب کے غرّے میں ہم گذشتہ ظالم و نامہذب قوموں کو کوستے اور بُرا بھلا کہتے رہے - جسپر جھنجلا کے اور برافروختہ ہو کے اُنھوں نے اور زیادہ جور و ستم پر کمر باندھ لی - اُن کی ایذا رسانی کو روز بروز ترقی ہوتی رہی اور ہم جس دہاڑے کو پہونچ گئے بیان کے قابل نہیں - مجبور ہو کے اب ہم اپنے

آمادہ ہوئے ہین کہ دنیا کے قدیم مذاق کے مطابق ان خونخوار دیوتاؤن کو بجائے بُرا بھلا کہنے کے اُن کی خوشامد و پرستش کرین اور اُنکی مدح و ثنا کا راگ گائین۔

اسی خیال سے جناب ۱۹۱۷ء کو رخصت کرتے وقت بجائے کوسنے اور گالیان دینے کے ہم اُنھین میان بھائی کے خطابون کے ساتھ الوداع کہتے اور اُنکے کارنامون کو مدح و ثنا اور تہنیت و مبارکباد کے انداز سے بیان کرتے ہین۔ تاکہ یہ ہم سے خوش ہو جائین۔ اور اپنے آنے والے فرزند جناب ۱۹۱۸ء کی خدمت مین چند سفارشی کلمات کے ساتھ ہماری یہ التجا عرض کر دین کہ ع

مرا از خیر تو امید نیست شر مرسان

لیجیے حضرت ۱۹۱۷ء صاحب تشریف لیے جاتے ہین۔ حضور دنیا کو جو آپ سے بیحد خوش ہے خوشی خوشی رخصت فرمائین۔ آپ نے جو کچھ کیا خوب کیا۔ ہم شاکی نہین شکر گزار ہین۔ احسانمند ہین۔ اور جب آپ یاد آئین گے آپ کی تعریفون کے گیت گانے لگین گے۔ آپ کے باپ دادا اور پردادا یعنی ۱۴ء و ۱۵ء و ۱۶ء جس جلالی کام کو چھیڑ گئے تھے اُسے آپ نے بڑی خوبی سے انجام دیا۔ اگرچہ وہ بھی بڑے بڑے ناموری کے کام کر گئے ہین مگر آپ نے اپنے اوج و عروج اور جلال و جبروت کے دکھانے مین اُن سب سے زیادہ نام پیدا کیا۔ اس مین شک نہین کہ آپ کی ان زبردست ہنگامہ آرائیون کو دیکھ کے ہم سے بُزدل اور ننھے کلیجے والے اکثر سہم گئے۔ دہل گئے۔ اور گھبرا گھبرا کے صلح کی دعائین مانگنے لگے۔ شاید یہ ہماری کمزوری اُنھین یا آپ کو ناگوار گذری ہو۔ اس لیے آپ کے چلتے چلاتے عفو تقصیر کے امیدوار ہین۔ ہم اس بارے مین معافی ہی نہین مانگتے بلکہ حضرت کے شکر گزار ہین۔ اس لیے کہ ہم سے بُزدلون کو آپ نے بہادر بنا دیا۔ ہم لڑنا بھول گئے تھے۔ سلاح جنگ کی صورت دیکھ کے لرز جاتے تھے۔ اور اپنے دل مین سمجھنے لگے تھے کہ لڑنا گنوارون۔ جاہلون اور بازاری لوگون کا کام ہے۔ شریفون کو لڑنے بھڑنے سے کیا کام؟ اُن کا کام تو یہ ہے کہ ہر زبردست کے آگے سر جھکا دین۔ اور خوشامد درآمد کر کے اپنی جان بچائین۔ لیکن حضور کی مہربانی سے ہمین نظر آیا کہ بہادری انسانیت کا جوہر ہے۔ اور شریفانہ مقاصد کے لیے یا تہذیب کی حمایت مین

لڑنا اور خونریزی کرنا ہمین شرافت ہے۔ آپ نے ہمین بہت بڑی عزت دیدی جسکی واقعی ہمین اُمید نہ تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ اگر ہم لڑ بھی سکتے ہین تو اپنے ہی ایسے رنگین فام اور سیہ رُو لوگون سے۔ مغرب کی گوری اُمتون کے مقابلے مین تلوار کھینچنا ہمارے ظرف۔ ہمارے رُتبے۔ اور ہمارے درجے سے زیادہ ہے۔ مگر حضرت آپ نے ہمین اُن ملاء اعلیٰ والون کے مقابلے مین لے جاکے کھڑا کردیا۔ اور اُن سفید دیوؤن سے لڑا دیا جن کے ہاتھ سے مارے جانے مین بھی ہماری عزت ہے۔ جیسے کبھی اندر دیوتا زمین والون کو آسمانی بلاؤن کے دفع کرنے کیلئے بُلاتے تھے۔

آپ نے عالمِ بالا سے آکے دنیا کا چارج لیتے ہی دو بڑے بھاری کام کیے۔ اور وہ دونون ہماری اُمید سے باہر تھے۔ اور ہمارے وہم و گمان مین بھی نہ تھے۔ اوّل تو آپ نے روس مین انقلاب عظیم کردیا۔ مملکت روس کی رعایا کو کچھ ایسا اشتعال دلایا کہ ایک چشم زدن مین سب نے مل کے زار روس کے سر سے تاج شاہی اُتار کے پھینکدیا۔ اور دوسرا کارنمایان یہ کہ آپنے امریکہ کو تہذیب کی حمایت اور حق کی جانبداری مین اُٹھا کے کھڑا کردیا۔ آپ کے ان دونون کامون سے ہم بہت خوش ہوے۔ زار کے متعلق سُنا تھا کہ وہ دیوزادانِ جرمنی کا دباؤ مان کے خفیہ سازشین کرنا چاہتا ہے اور دوستون کو دغا دے کے جداگانہ صلح کرلینے کی فکر مین ہے۔ ایسے دغاباز کا معزول و ذلیل ہونا ہی ٹھیک تھا۔ مگر بعد کو خدا جانے کیا ہوا؟ یا شاید آپ سے کرتے دھرتے نہ بنی کہ روس مین ہمارے جن دوستون نے آخر تک نباہنے اور ساتھ دینے کا ارادہ کیا تھا۔ وہ قیصر کی پُرشور و شر سازشون سے بالکل دودھ کی مکھی کی طرح نکال کے پھینک دیے گئے اور عنان حکومت جن دغابازون کے ہاتھ مین آئی وہ بے اصول تھے اور عہد طوطے کی طرح آنکھین بدل لین۔ بلا تامل بے پوچھے گچھے اور بے مشورہ کیے جداگانہ صلح کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ اور افسوس آپ اُنھین ایسی حالت مین چھوڑے جاتے ہین کہ دنیا انگشت بدندان ہے۔ تہذیب و شائستگی اُن کی حماقت پر کف افسوس مل رہی ہے۔ اور دیوزاد جرمنی کھڑا بغلین بجا رہا ہے۔ روس کو ایسی نازک حالت

مین چھوڑ کے آپ کا چلا جانا دنیا کے کسی مہذب و عاقل کو تو اچھا نہین معلوم ہوا مگر ہم تو آپ کے ڈر کے مارے یہی کہین گے کہ اس مین بھی آپ کی کوئی مصلحت ہوگی۔

رہا امریکہ کا ہماری مدد کے لیے اُٹھ کھڑا ہونا۔ یہ بیشک روس کے فتنے کا نعم البدل ہے۔ امریکہ کی دولت و عظمت۔ اُس کی صنعت اور اُسکی فوج کی کثرت۔ اُس کی بحری شوکت۔ اور ہوائی قوت ان تمام چیزون کی خیالی تصویر اپنی نظر کے سامنے کھینچ کھینچ کے ہم مارے خوشی کے پھولے جاتے ہین۔ اور زور و شور سے کہہ رہے ہین کہ اگر امریکہ ہمارے ساتھ ہے تو ایک کیا چودہ جرمنیون کو ہم مار کے گرا دین گے۔ آپ کی اس عنایت کا شکریہ نہین ادا ہو سکتا۔ بیشک آپ کی مرحمت سے ہمین بہت بڑا حامی و مددگار مل گیا جو سارے دشمنون کو کچل کے رکھ دے گا۔ مگر جہان حضرت نے اُسے لڑنے پر آمادہ کیا ہے وہان اپنے جانے سے پہلے اتنا شکار دیتے کہ جن مددون کا وعدہ کر رہا ہے اُن سے جانباز حامیان تہذیب فائدہ اُٹھائین۔ فرانس تباہ ہوا جاتا ہے۔ اٹلی کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ بلجیم۔ سرویہ۔ مانٹی نگرو۔ رومانیہ از کار رفتہ ہین۔ جاپان اپنے ہی ساحل پر ڈنڑ پیل رہا ہے۔ اور انگلستان بھی چار سال کی مسلسل زور آزمائیون کے بعد آخر کچھ تو تھکا ہوگا۔ مگر امریکہ ابھی تک لڑائی کی تیاریان ہی کر رہا ہے۔ آخر یہ تیاریان کب تک؟ خالی وعدون کو لے کے کوئی اوڑھے بچھائے کیا کرے؟ غرض حضرت کی یہ پالیسی کہ روس نے ہاتھ پانون ڈال دیے اور امریکہ کے ابھی وعدے ہی وعدے ہین قابلِ برداشت نہین۔ اور پھر قیامت یہ کہ بغیر اس کا کچھ انتظام کیے آپ واپس تشریف لیے جاتے ہین۔

آپ کی ایک کارستانی یہ ہے کہ دنیا مین آکے لڑائی کا رنگ بدل دیا۔ یا تو خون ریزی اور جدال و قتال اُنھین ملکون اور سمندرون تک محدود تھا جو حریفون کے درمیان مین واقع ہوے ہین۔ یا آپ نے آتے ہی آتے اپنے حوصلے کی وسعت کے مطابق لڑائی کو ساتون سمندرون مین پھیلا دیا۔ جرمنی کی تو آب کشتیان پہلے فقط ایک محدود رقبہ بحر مین ستم ڈھا رہی تھین آپ کا اشارہ پاتے ہی یا آپ کے ورود کے جوش مین اُس نے ساتون سمندرون کو رزم گاہ بنا دیا اور غوطہ زن جہاز ہر طرف۔ ہر جگہ۔ اور ہر سمندر مین دست تصرف دراز کرنے لگے۔ اگرچہ انگلستان کی بحری عظمت

نے اُس نقشے کو بہت کچھ دبا دیا ؛ اور عام بحری قزاقیون کا سلسلہ روز بروز کمزور پڑتا جاتا ہے۔ مگر آپ نے ساری دنیا کو اپنے جلال کا تماشا دکھلانے مین کوئی کمی نہین کی - اور یہ دنیا سے نرالا طرز جنگ آپ کی برکت سے نہایت ترقی کر گیا -

یہ بھی بہت بڑی کارگزاری ہے کہ دولت برطانیہ نے سبقت کر کے عراق کی ناکام مہم کا خاطر خواہ معاوضہ حاصل کر لیا - چنانچہ آپ کے ورود کے آغاز مین سر اسٹینلی ماڈ زبردست لشکر لے کے بڑھے - پہلے قطا العمارہ پر قبضہ کر کے جنرل ٹاؤنشنڈ کی ناکامی کا انتقام لیا - پھر بڑھ کے بغداد اور سامرہ پر قابض ہو گئے - اور بیسوین صدی کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت برطانیہ خلافت اسلامیہ کے قدیم دارالخلافہ کی بھی وارث ہو گئی -

حجاز مین ایک عربی دولت یونین جیک کے سائے مین پہلے ہی قائم ہو چکی تھی - اور اُم البلاد مکہ معظمہ آل عثمان کی قلمرو سے پہلے ہی خارج ہو چکا تھا - آپ کے آخر عہد مین ارض فلسطین کی طرف اتحادیون نے برطانی سپہ سالار جنرل اللنبی کی سربراہی مین شہر غزہ سے سبقت کی اور چند ہی روز مین یافہ - رملہ - اور بیت المقدس ترکون سے خالی اور برطانیہ کے علم اقبال کے نیچے تھے - بیت المقدس کا فتح کر لینا کوئی معمولی بات نہین ہے - اگرچہ بیت المقدس اب ہمارے عہد مین وہ پوزیشن نہین رکھتا ہے جو اسے آج سے دو تین صدی پیشتر حاصل تھی - مگر پھر بھی یہ شہر یہود و عیسائیون اور مسلمانون سب کی نظر مین مقدس و محترم ہے - بڑے عظمت و جلال کا شہر ہے انبیا اور حاملان وحی الٰہی اسکے بانی اور حکمران رہے ہین - اسکی دیوارون کے نیچے ہزارون لڑائیان ہوئین - عہد عتیق کے خدا پرست و بت پرست لڑے - بابل نینوا اور مصر والون نے لوٹا اور تباہ کیا - اور بنی اسرائیل کی دینی سرگرمی نے جب دوبارہ آباد کیا تو یونانیون اور رومیون نے زبردست حملے کیے - یہان تک کہ حضرت مسیح اس سرزمین مین پیدا ہو کے اور اپنے سچے دین کی تبلیغ فرما کے دنیا سے رخصت ہو گئے - جسکے بعد یہود کو اپنی سرکشی و بدکرداری کی سزا دیے سین قیصر اور ٹائٹس کے ہاتھ سے ملی - جبکہ پرانا خانۂ خدا جلا کے خاک سیاہ اور شہر لوٹ مار کے منہدم کر دیا گیا -

اب اسکے بعد سے مسیحیون کا عروج شروع ہوا - جنھون نے حضرت مسیح کے مولد

دفن اور اُن تمام مقاموں میں جن کو آپ سے کوئی خصوصیت تھی۔ عالیشان کنیسے اور عمارتیں بنائیں۔ یہودی نکال دیئے گئے۔ اور یہ خالص مسیحی شہر ہو گیا۔ پھر جب کوکب اسلام نے طلوع کیا تو پُرجوش عربی دلدادگان توحید علم اسلام لے کے پہونچے اور اُس مدینۂ انبیا پر مسلط ہو گئے۔ اُنھوں نے حضرت سلیمان کی اگلی ہیکل بانی اور اور انبیائے سلف کے قدیم معبد کو پھر زندہ کیا اور پُرانے منہدم کھنڈروں پر عالیشان اور یادگار زمانہ عمارت بنا کے کھڑی کر دی۔ حضرت رسول آخرالزمان علیہ التحیۃ والثنا نے اس شہر اور اسکے محترم عبادت کدۂ انبیا کو مقدس و متبرک فرمایا تھا لہذا مسلمانوں نے اس کی خدمت شروع کی۔ اسکے بعد کئی صدی تک یہ مقدس شہر اسلام کا مرکز اور مسیحیوں کی زیارت گاہ رہا۔ یہاں تک کہ یورپ میں ایک جوش پیدا ہوا کہ چونکہ اس شہر کے آغوش میں مسیحیت کا نشو و نما ہوا ہے۔ لہذا یہ خالص مسیحی شہر ہے اور مسیحیوں سے زیادہ اسکی خدمت کرنے کا کوئی مستحق نہیں۔ یورپ کے اس جوش سے صلیبی لڑائیوں کا آغاز ہوا۔ پہلی صلیبی مہم میں لاکھوں جانیں ضایع کر کے مسیحیوں نے اس شہر کو لے لیا۔ اور کہتے ہیں کہ اُس مہم میں مسیحی فاتح گھٹنوں گھٹنوں تک سیلاب خون میں ڈوبے ہوئے مرقد مسیح تک پہونچے تھے۔ اُسوقت سے یہاں ایک لاطینی مسیحی سلطنت قائم ہوئی جس کا تقریباً اسّی برس بعد سلطان صلاح الدین اعظم نے استیصال کیا۔ اُس زمانے سے پھر مسیحی یورشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور کئی صدیوں کی خون ریزیوں کے بعد سب کو تسلیم کر لینا پڑا کہ خدا ہی کو منظور ہے کہ ارض فلسطین اور بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ رہے۔ چنانچہ پھر کسی کو ادھر رُخ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ آخر اس سرزمین اور اس کے تمام شہروں کی نگہبانی کا ورثہ ترکان آلِ عثمان کو ملا۔

بہرحال اس شہر کا اس آخری زمانے میں یوں آسانی کے ساتھ مسلمانوں کے قبضے سے نکل کے پھر مسیحیوں کے قبضے میں جانا تاریخ عالم کا اتنا بڑا اہم واقعہ ہے کہ دولت برطانیہ اس پر جس قدر ناز کرے بجا و زیبا ہے۔ اور یا حضرت ۱۹۱۷ء آپکا اتنا بڑا کارنامہ ہے جس میں آپ اپنے تمام ہم مذاق سنین ماضیہ سے بڑھ گئے اور ترکوں کو ایک ہی سال کے اندر تقریباً تمام مذہبی مقامات سے نکال باہر کر دیا۔

مگر چلتے چلاتے آپ نے یہ عجیب کارروائی کی۔ جنرل ماڈ کو جنھوں نے برٹش ہلمند کو موصل و نینوا کے قریب تک پہونچا دیا تھا کیسے یک دنیا سے رخصت کر کے اُن دوستوں کو خون کے آنسوؤں سے رُلا دیا۔ اس کا ملال تو ہمیں بھی ہوا اگر ہم قسم کھا چکے ہیں کہ آپ کی شکایت نہ کریں گے۔ آپ نے جو چاہے کیا ہو۔ اور ہمیں اور ساری دنیا کو چاہے جس قدر تباہ و برباد کر دیا ہو ہم آپ کی تعریف ہی کیے جائیں گے۔

آپ کا یہ کارنامہ بھی غیر معمولی نہیں ہے کہ چلتے چلاتے جرمنیوں کے ہاتھ سے اٹلی کو بڑا بھاری نقصان پہونچا دیا۔ رومی جاہ و جلال اور لاطینی عظمت و جبروت کو ساری دنیا جانتی ہے۔ قطع نظر اسکے اٹلی والے آجکل بھی اُن قوموں میں نہیں ہو گئی گذری کہی جائیں۔ وہ یورپ کے جنوب وسطی میں واقع ہے۔ آج کل کی زبردست قوموں میں اُس کا شمار ہے۔ جو ہمیشہ اپنی قوت سے زیادہ حوصلہ دکھانے کو تیار ہو جاتی ہے۔ ایسی سلطنت کو اتنا بڑا زبردست دھکا دیدینا کہ پہاڑوں کی بلندی سے لڑھکتی ہوئی نشیبی میدانوں میں جا پڑے۔ آپ ہی کے ایسے زبردست کا کام تھا۔ لاکھوں سپاہی پکڑوا دیے۔ ہزاروں توپیں چھنوا دیں۔ اور پورے ایک صوبے میں عجیب و غریب ہلچل ڈال دی۔ اور دشمن کو جس مقام اور دریا تک بڑھایا تھا وہیں ڈھکیل دیا۔ آپ کی اس حرکت کو ساری دُنیا بُرا سمجھتی اور خدا جانے آپ کی شان میں کیا کیا سخت و کروہ الفاظ زبان سے نکال رہی ہے۔ مگر ہم اس میں بھی آپ کی مدح ہی کریں گے۔

مگر آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ روس کو جو بڑے کروفر سے دیوزادان شمال یعنی جرمنیوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اور امید تھی کہ وہ میدان صاف کرتا ہوا برلن میں جا کے دم لے گا۔ ایسا غارت کیا کہ کہیں کا نہ رکھا۔ دشمنوں کی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں نے اس بلا کی پھوٹ ڈال دی کہ نہ دوستوں کی ہمدردی کارگر ہوتی ہے اور نہ ہمدردوں کی خیر خواہی سے فائدہ پہونچتا ہے۔ دشمن کا یہ جادو چلتے ہی آپ نے کچھ اُسے ایسی پٹی پڑھا دی کہ اپنا نیک و بد نہیں سمجھتا۔ دوستوں سے جو عہد و پیمان تھے بلا تکلف توڑ دیے۔ جن سے قرضہ لیا تھا اُن کا روپیہ ہضم کر گیا۔ اور دشمن کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا صلح کے لیے التجا کر رہا ہے۔ دشمن نے یہ پٹی پڑھا دی ہے کہ ہم

نہ تم سے کوئی معاوضۂ جنگ لیں گے اور نہ تمھارا کوئی حصۂ ملک اپنی قلمرو میں شامل کرینگے مگر بے وقوف یہ نہیں دیکھتا کہ جمہوریت نے اُسکے جن تمام مغربی صوبوں کو آزادی دی ہے وہ خود جرمن کے آغوش میں دوڑے چلے جاتے ہیں جو دراصل موت کا آغوش ہے۔ ہم شکایت تو اس کی بھی نہ کریں گے اور آپ کی تعریف ہی کرتے رہیں گے۔ مگر اتنی التجا ضرور کریں گے کہ جانے سے پہلے اُس کو اُس کا نیک و بد ضرور سمجھا دیجیے۔

حضور ۱۹۱۸ء کا ورود

آیئے آیئے کرم کیجیے۔ جس ادب سے ہم نے آپ کے پدر بزرگوار ۱۹۱۷ء کی تجہیز و تکفین کی اُسی کے مناسب تعظیم و تکریم اور شان و شوکت سے آپ کا خیر مقدم ادا کرتے ہیں۔ اور نظام عالم کا چارج لینے پر آپ کو مبارک باد دیتے ہیں۔ آپ کے اسلاف نے ساری دنیا میں لڑائی کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ لہذا یہاں پہونچ کے آپ ٹھنڈی مٹی پر نہیں بلکہ ایک جلتے توے پر قدم رکھیں گے۔ اگر پاؤں جلیں تو اس میں ہماری خطا نہیں۔ یہ آپ کے بزرگوں کا کیا دھرا ہے۔ اور دنیا آپ کی اور آپ کے اسلاف کی ہے۔ قدرت نے جو اقتدارات آپ کو عطا کیے ہیں اُن کے خوف سے ہم نے عہد کر لیا ہے کہ چاہے مر جائیں حرف شکایت زبان پر نہ آئے گا۔ اور آپ کی تعریف ہی کریں گے۔

مگر آپ کے آخری اسلاف کی کمزوری یا رحمدلی سے اب دنیا کی یہ حالت ہے کہ حکومت کی گرفت سے باہر ہوئی جاتی ہے۔ جمہوریت کا زمانہ ہے اور آزادی کا دَور دَورہ بجائے اسکے کہ رعایا بادشاہ کی اطاعت کرے بادشاہوں کو رعایا کی اطاعت کرنا پڑتی ہے۔ اور بہ عوض اسکے کہ چھوٹے بڑوں کا پاس کریں بزرگ خُردوں کا لحاظ کرنے لگے ہیں۔ ہندوستان کی بیجان مٹی تک میں اتنی حرارت پیدا ہو گئی ہے کہ ہوم رول مانگا جاتا ہے۔ اور نوجوانان وطن بڑھ بڑھ کے گورنمنٹ پر اعتراض کرتے ہیں۔ مگر ہم پُرانے مذاق کے گردیدہ اور پُرانے اصول کے پابند اب تک اُسی اگلی دنیا میں ہیں۔ اور اپنے سے بڑوں اور بزرگوں کا ویسا ہی ادب کرتے ہیں جیسا اگلے زمانے والے کیا کرتے تھے۔ لہذا آپ چاہے جیسے اور جس طبیعت کے ہوں ہم آپ کی

مدح خوانی ہی کرین گے۔ شاید اس خوشامد کا یہ سلسلے کہ ہمارے حال پر حضور کی نظر عنایت رہے۔

ہم نے آپ کے والد بزرگوار سے نہایت ادب کے ساتھ آپ کی خدمت مین کچھ سفارش کرنے کو کہا تھا۔ شاید دنیا سے کوچ کرتے وقت اُنھین ہماری وہ التجا یاد رہی ہو اور ہمارے بارے مین آپ کو کچھ وصیت کر گئے ہون۔ اگر ہماری یہ اُمید صحیح ہے تو آپ کو ہمارا کچھ نہ کچھ خیال ضرور ہوگا۔ ہماری درخواست یہ ہے کہ اب ہم مین زیادہ برداشت کرنے اور معرض امتحان مین ٹھہرنے کی تاب نہین ہے۔ ہم جس قدر اپنا خون بہا چکے ہین وہ اظہار وفاداری اور حق جان نثاری بجا لانے مین کافی سمجھا جائے۔

اس مین شک نہین کہ آپ کے بزرگون نے جنگ و پیکار اور قتل و خون ریزی کے دفع کرنے کی تدبیرین کین اور بعض جنگجو قومون کو بیکار کر دیا۔ مگر یہ سزا دہی کا کوڑا دونون جانب پڑتا رہا۔ جس کی وجہ سے اس کی نوبت نہین آتی کہ ایک جانب کمزوری پیدا ہو اور کمزور فریق صلح کرنے پر مجبور ہو جائے۔ آپ نے اگر ایک طرف ترکون کی ترکی تمام کی اور تمام مقدس و محترم مقامون کو اُنکے قبضے سے نکال لیا تو دوسری طرف روس کے بہت سے صوبے چھنوا کے اُسے بھی بیکار کر دیا۔ ترکون کی کمزوری سے جتنا اچھا اثر لڑائی پر نہین پڑنے پایا تھا اُس سے زیادہ نقصان ہمین روس کے ہمت ہار دینے سے پہونچ گیا۔ جس طرح آپ نے روس کو ہرایا ہے اور دنیا کے زبردست اسٹیم رولر کی کل بگاڑ دی ہے اُسی طرح کیا آپ کے لیے یہ نہ ہو سکتا تھا کہ جرمنی کی توپون مین کیڑے پڑ جاتے؟ مگر نہین۔ آپ ہمارے دشمنون کی جنبہ داری کر رہے ہین۔ اور اس کا خیال نہین کرتے کہ ہم حق پر ہین۔ اور وہ باطل پر ہم تہذیب اور امن و امان کے حامی ہین اور وہ وحشتناکی اور قتل و غارت کے۔

یہ تو ہم کو یقین ہے کہ فتح اُسی کی ہوگی جو حق پر ہے۔ لیکن آپ سے فقط اتنی التجا ہے کہ یہ انجام نیک آپ ہی کے دور مین انجام پا جاتا تو ساری دنیا پر احسان ہوتا اور آپ کا نام قیامت تک کے لیے روشن ہو جاتا۔

دو سال ژاں بھی ہو روانہ باشد

یا حضرت ۱۹۱۸ء اور برسوں کے دیکھتے آپ بڑے بھلے انس تھے۔ گرافسوس آپ کو بھی بارہ مہینے مین اپنا عہد حکومت ختم کرکے جانا ہی پڑا۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کے ایسے صلح جو حاکم کا زمانہ ہمیشہ قائم رہتا۔ اور آپ کے پُرامن دور سے زندگی بھر لطف اُٹھاتے رہتے۔ لیکن کیا کرین قدرت لاچار ہین۔ کچھ زور نہین چلتا۔ اور آپ رخصت ہوے جاتے ہین۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ کوئی لاٹ صاحب زیادہ مرہون ہر دلعزیز ہوے تو دنیا کے ملاء اعلیٰ مین ہم نے عرضداشتین بھیج کے زیادہ نہین تو چند ہی روز کے لیے اُن کی مدت حکومت مین توسیع کرالی۔ مگر جس دربار اقدس و اعلیٰ نے آپ کو بھیجا ہے وہ ایسا دفتر دار واقع ہوا ہے کہ ایسے معاملون مین کسی کی نہین سُنتا۔ کہنا سُننا۔ خوشامد و التجا کرنا سب بیکار ہے۔ اور یہ محال عقلی سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی برس بارہ مہینون سے زیادہ کا ہو۔ ہم جہان تک غور کرتے ہین یہ کوئی مشکل بات نہین معلوم ہوتی کہ دیگر بڑے کواکب کی طرح ابکی مرتبہ آفتاب کے گرد زمین کا دورہ بجاے بارہ مہینون کے چوبیس مہینون کا ہوتا۔ زمین اتنی بھاگا بھاگ نہ جاتی۔ ایسی تیزی سے نہ دوڑتی۔ یا وہ بیضاوی دائرہ جو اسکی سڑک ہے وہی پھیل کے بڑا ہو جاتا۔ مگر نہین یہ وہ نظام ہے جو نہین بدل سکتا۔ اور کیسا ہی اچھا مبارک و فرخندہ فال سال ہو یہ ممکن نہین کہ تین سو پینسٹھ دن چھ گھنٹے سے ایک دن بلکہ ایک گھنٹے کی بھی زیادہ عمر پا سکے۔ ہم سب کی طرح آپ کی موت کے لیے بھی کاتب قدرت نے وقت اور گھڑی مقرر کردی ہے۔ لیکن اتنا فرق ہے کہ آپ کو اپنی عمر بتا دی گئی ہے کہ اتنی ہوگی۔ اور ہمین لاکھ سر مارین کسی طرح نہین معلوم ہو سکتا کہ کب مرین گے اور اگر خدانخواستہ یہ معلوم ہو جاتا تو ہمین جینا محال ہو جاتا۔ سہم کے مرجاتے۔ مگر آپ کو خدا نے ایسا مضبوط دل دیا ہے کہ جانتے ہین اتنے دنون سے ایک منٹ بھی زیادہ نہ جیین گے۔ مگر مطلق پروا نہین۔ یہ آپ جیتے کیسے ہین؟

آپ کے جاتے وقت جی چاہتا تھا کہ آپ کو دم بھر کے لیے اپنے یہان روکتے۔ آپ کی دعوت نہ کرسکتے تو بھی ایک ہلکا سا "ایٹ ہوم" ضرور دیتے جس مین آپ کی

سرپا تیون کا شکریہ ادا کرتے۔ آپ کے احسانات کا اعتراف کرتے۔ اور یقین دلاتے کہ آپ کو خبر ہو یا نہ ہو ہم آپ کے کارنامون کو صفحات ایام مین بڑے فخر کے ساتھ درج کرین گے۔ اور دنیا اتنی ناحق شناس نہین ہے کہ آپ کے تمام اور آپ کی برکتون کو کبھی بھول جائے۔

آپ سے پیشتر متواتر چار ایسے جانشان بزرگ تشریف لائے کہ افسوس آپ نے آکے دنیا کو آدھا بھی مشکل سے پایا ہوگا۔ روم کے اگلے ظالم تاجدارون کی طرح اُنھون نے آدمیون ہی کو نہین قومون اور نسلون۔ ملکون اور مملکتون کو باہم لڑا کے تماشا دیکھا۔ اپنی دلچسپی اور اپنے تفنن طبع پر لاکھون نہین کروڑون آدمی کٹوا دیے۔ ایسے تماشے بہت سے اگلے برسون نے بھی دیکھے اور دکھائے مگر وہ کسی ملک کسی سرزمین اور کسی قوم یا گروہ تک محدود تھے۔ لیکن ان زبردست بزرگان ماضی اور شگدل ابنائے فلک نے ساری دنیا کو لڑایا۔ تمام ملکون مین خون [illegible] نہ تھا جسے کسی جگہ اطمینان سے بیٹھنے دیا ہو۔ ہم جھوٹ نہ بولین گے۔ ہم کو اُنھون نے اس آتش قتال سے بہت دُور رکھا۔ اور گو اس کا دھڑکا ہر وقت لگا رہتا تھا مگر بفضلہ تعالیٰ اسکی نوبت نہ آنے پائی کہ ہماری سرزمین مین تلوار چلی ہو۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے؟ ان خون آشام بزرگون نے ہمارے وطن کے منتخب لوگون کو ہزارہا میل پر کھینچ بلایا۔ اور یہان نہین تو وہین ہم کو لڑا لڑا کے ہمارے لڑنے اور کٹنے مرنے کا تماشا دیکھ لیا۔

اور ہم جو وہان نہین گئے تو کیا مصیبت سے بچ گئے؟ یہان گھر بیٹھے مصیبت تھی دانے پانی تک کو ترس گئے۔ ذرا ذرا سی ضروریات زندگی سے محروم ہو گئے۔ اور سب سے بڑی آفت یہ تھی کہ جس طرح کوئی دشمن حریف سپاہیون کو گرفتار کرکے زنجیرون مین جکڑ دیتا ہے اُسی طرح ہم یہان اپنے وطن اور اپنے گھر مین ہاتھ پاؤن باندھ کے ڈال دیے گئے۔ نہ کچھ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے۔ نہ دوستون سے آزادانہ گفتگو کر سکتے تھے۔ یہان تک کہ باہر والون کی آواز بھی نہ سُن سکتے تھے وہ جو سُنا ہو "بے مار کی توبہ" ان بزرگون کے عہد مین دیکھ لی۔ وہ جو میدان مین گئے تھے وہ تو خیر مجرم تھے کہ دوسرون پر تلوار اُٹھائی۔ بھلا بتائیے ہم نے کیا قصور

گیا تھا کہ ہمین بیٹھے بیٹھے اور بے کچھ کیے دھرے اسیر تھے - اور یہ مثل پوری طرح صادق آگئی کہ "کرے داڑھی والا اور پکڑا جائے موچھون والا" بجز اس کے کہ "اندھیر نگری چوپٹ راجہ" کی کہانی والے چیلے کی طرح ہم کھا کھا کے موٹے خوب ہو گئے تھے اپنی اور کوئی خطا نہین نظر آتی -

خیر اب یہ دکھڑا کب تک روئین یہ تو آپ کو سننے کی فرصت ہے اور نہ ہم برداشت کی طاقت - اور بالفرض آپ کی عدیم الفرصتی کو بھول کر اپنی سرگذشت کہتے ہی رہین تو آپ دم بھر مین غائب ہو کے عزلت کدۂ فنا مین جا چھپین گے اور ہمین وہ ضروری باتین کہنا رہ جائین گی جن کا جانے سے پہلے آپ کے گوش گذار کر دینا ضروری ہے -

آپ جس وقت تشریف لائے ہین (معاف کیجیے گا) ہم لوگ گذشتہ چار برسون کی خوشامدین کر کر کے اس طرح ناکام و نا اُمید ہو چکے تھے کہ آپ کی ذات سے بھی ہمین فلاح کی کوئی امید نہ تھی - اور گو کہ ہم نے خوف اور دہشت سے خیر مقدم مین آپ کی تعریف ہی کی تھی اور حضور و جناب کے الفاظ سے خطاب کر کے التجا کی تھی کہ للہ اب لڑائی کو روکیے - اس لیے کہ اب ہم مین لڑنے کا دم نہین رہا - مگر دل کے صاف نہ ہونے اور فلاح و بہبود سے مایوس ہونے کے باعث دو چار طنز آمیز الفاظ بھی کہہ گذرے تھے - اب ہم اُن الفاظ پر پچھتاتے ہین - اس لیے کہ آپ نے ہماری سن لی - اور آپ ہی کی نیک نفسی تھی کہ فتنۂ دوران کا خاتمہ ہو گیا -

ہم آپ کے حد سے زیادہ شکر گزار ہین - اتنے شکر گزار کہ اس سے پہلے کبھی کسی کے نہ ہوے تھے - آپ نے واقعی نہال کر دیا - اور اتنے بڑے جھگڑے کو دُنیا سے مٹا دیا جسکے اس قدر جلد اور آناً فاناً مٹ جانے کی ہرگز اُمید نہ کی جا سکتی تھی - جب تک دنیا قائم ہے اور نوع انسان باقی ہے یہ بھی یادگار رہے گا کہ اتنی بڑی عالمگیر لڑائی کو آپ نے چٹکی بجاتے مین موقوف کرا دیا - جو اور دو تین سال قائم رہتی تو دُنیا مین چند گنتی ہی کے آدمی باقی رہ جاتے -

تاہم آپ ابھی صلح کو نا تمام چھوڑے جاتے ہین - اگرچہ آپ کی عنایت سے ہماری ابدمدت سلطنت کے حریف اس قدر مغلوب اور بیدست و پا ہو گئے کہ اب اُن مین اتنی مجال نہین کہ سر اُٹھا سکین - پھر بھی ابھی صلح کے شرائط کا طے ہونا باقی ہے

جس کام مین اکیلے حریفان جنگ ہی نہ ہون گے بلکہ دنیا کے دیگر سلاطین بھی ہونگے اور اس پنچایت کا اونٹ نہین معلوم کس کل بیٹھتا ہے - اس لیے آپ براہ کرم اپنے ولیعہد سے کہتے جائیے کہ خیریت کے ساتھ صلح کی تکمیل کرا دین -

آپ نے لڑائی تو ختم کرا دی مگر ہم کو ابھی تک آفات جنگ سے نجات نہین ملی غلہ ویسا ہی مہنگا ہے - ستر پوشی کے لیے کپڑے کے ہم ویسے ہی محتاج ہین - رنگ کے نہ ملنے سے سہاگنین بھی اُن بیواؤن کی وضع مین ہین جن کا سُہاگ اس لڑائی کے ہاتھون اُجڑ گیا - اور قیامت یہ کہ علم جس کی ترقی و اشاعت مین ہر مہذب و شایستہ سلطنت مصروف رہا کرتی ہے کاغذ اور سامان طبع کی گرانی سے تباہ ہوا جاتا ہے - آپ مین جب اتنا رحم ہے کہ ہماری حالت زار دیکھ کے صلح کے اسباب پیدا کر دیے تو اپنے جانشین کو اتنی وصیت بھی فرماتے جائیے کہ ان آفتون اور اس تباہی سے دنیا کو جلدی نجات دلائین -

سال انیس سو انیس مبارک باشد

وہ زمانہ گیا جب برس مین دو ایک بار غلغلہ بلند ہوا کرتا تھا کہ "عید مبارک باشد" اب تو ہر سال نئے عیسوی برس کی آمد پر ہر جگہ دھوم مچ جایا کرتی ہے - چنانچہ آج ہم بھی آپے سے باہر ہو کر اور ساری مصیبتون اور تباہیون کو بھول کے بیساختہ غل مچا رہے ہین کہ "۱۹۱۹ء مبارک باشد" اور وجہ یہ کہ جنگ و پیکار - قتل و خون - اور تباہی و بربادی نے چند سال سے اس درجہ پریشان کر رکھا تھا کہ بیان نہین ہو سکتا - عیدین بے مزہ تھین - بڑے دن پھیکے تھے - سال کے نئے دن بے رونق تھے - اور ماہ عید مین شمشیر بُرّان کی صورت نظر آتی تھی - ان پریشانیون کے بعد یکایک سُنا کہ صلح ہو گئی - اور اسکے چند ہی روز بعد نیا سال آ پہونچا - اس موقع پر گو کہ ہنوز فلاح کی کوئی صورت نہین نظر آئی تھی - روٹی کپڑے کو اُسی طرح ترس رہے تھے - اور ذرا ذرا سی چیز تک کے لیے محتاج تھے - مگر سال نو کا نام سنتے ہی امید و بیم کا گلزار پُر بہار آنکھون کے سامنے پھرنے لگا - اور خوشی مین آ کے بے سوچے سمجھے اور بغیر غور کیے غل مچانے لگے "سال نو مبارک باشد" - اس مین شک نہین کہ صلح کا سہرا ۱۹۱۸ء کے سر بندھ گیا - اور اتنے بڑے جدال و

قتال اور ایسے ہنگامۂ عظیم کے بعد یک بیک امن و امان قائم کر دینا قیامت تک کے لیے اُس کے نام لکھ دیا گیا۔ مگر یہ فقط ایک کہنے کی بات تھی اور واقعہ بھی تھا تو ایسا کہ ہوا اور دوسرے روز تقسیم پارینہ ہو گئی۔ اس بات کا فیصلہ کہ دنیا کا آیندہ کیا رنگ رہیگا ملکوں کی تقسیم اور ملکوں کے حدود کیا رہیں گے؟ دنیا کے قوانین و آئین کیا ہوں گے؟ اور حکمرانی و جہان بانی کی پالیسی و حکمت عملی کیا ہوگی؟ اس کا تصفیہ یا حضرت سنہ ۱۹۱۹ء آپ کے ذمے ہے۔ فی الحال دنیا کی نگاہیں دو باتوں میں لگی ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ اس لڑائی کے بعد دنیا کا نقشہ کیا ہوگا کس مملکت کی وسعت کتنی رہیگی اور کس سلطنت کے حدود کیا ہونگے؟ دوسرے یہ کہ آیندہ کیلیے نظام حکمرانی کیا ہوگا۔ حکمرانوں کے اقتدارات کسقدر وسیع ہونگے اور محکوموں کو سلطنت کے متعلق کیا حقوق ملیں گے؟ ان دونوں باتوں کا فیصلہ ہونے کے بعد آیندہ کے لیے جو نظام دنیا میں قائم ہوگا وہی سال نو کا قائم کیا ہوا ہوگا۔ لہذا سال گذشتہ نے گو ہمیں تباہی سے بچایا مگر ہماری دنیا اور ہمارا معاشرت جو آیندہ صدیوں اور قرنوں تک برقرار رہیگا وہ اسی حکمرانِ جدید کی یادگار ہوگا۔ اور دراصل ہمارا بننا بگڑنا اور ہماری فلاح و بہبود کا اصلی دارومدار اسی سال کے کارناموں پر ہے یہ بہت بڑا انقلاب ہے جس پر بحث کرنے کے لیے ضرورت ہے کہ تخلیق سے آج تک کی تاریخ حکمرانی و جہان بانی پر ہم ایک تفصیلی نظر ڈالیں۔

نوع انسان کے پیدا ہونے اور بڑھنے کے ساتھ ہی جب ایک نظام تمدن کی ضرورت محسوس ہوئی تو پہلے بزرگان خاندان کی حکومت سے اُسکا آغاز ہوا۔ جب اس نظام کو اور زیادہ وسعت ہوئی تو گروہوں کے سرداروں اور بستیوں کے چودھریوں کی حکومت شروع ہوئی پھر اسکے بعد جب قومیں زیادہ بڑھیں اور پھیلیں تو اُنکے سردار بادشاہ اور پھر بادشاہ سے بڑھ کر شہنشاہ ہو گئے۔ قدیم ترین نظام حکومت میں اگرچہ عنان فرمان روائی ایک ہی شخص کے ہاتھ میں رہتی مگر اُسکے احکام میں اکابر قوم اور ذی عقل و تجربہ کار لوگوں کے مشوروں کو بڑا دخل ہوا کرتا تھا۔ لیکن نشۂ حکومت نے حکمرانوں کو چند ہی روز میں "انا ولا غیری" کا سبق پڑھا دیا۔ اور بادشاہوں کی یہ حالت ہو گئی کہ اپنے سامنے کسی کی کچھ ہستی نہ سمجھتے۔ اُن کی زبان قانون تھی۔ اور اُن کا حکم فیصلۂ قضا۔ اسی طرز حکومت نے دنیا کے وہ خود پرست ترین متکبرین پیدا کیے۔ جو نمرود۔ فرعون۔ شلمانصر۔ بخت نصر۔ اور اسی طرح کے بہت سے

پُر جلال و ہیبت ناموں سے دنیا میں مشہور ہیں۔ تاریخ کے ان قدیم شہریاروں نے کروڑوں آدمیوں کو قتل کیا۔ لاکھوں خاندان تباہ و برباد کیے۔ ہزاروں شہر اُجاڑے۔ اور خدا جانے کتنی قوموں کو پامال و بے خانماں کیا۔ ابتدے آدم اُنکے غلام تھے۔ ساری عورتیں اُنکی لونڈیاں تھیں۔ اور وہ جس کے ساتھ انصاف یا بے انصافی سے جیسا بُرا سے بُرا سلوک چاہتے کرتے کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہ تھا۔

ان لوگوں کے راہ راست پر لانے کے لیے مقتدایان دین اور علمائے روحانیین نے بڑی بڑی کوششیں کیں۔ مرنے کے بعد کے انجام بتائے۔ ظلم و جور کے نتائج دکھائے مگر سوا دو چار نیک نفس تاجداروں کے بہت کم کسیوں نے اُن کی پیروی کی۔ ان سلاطین کے طرز عمل نے دنیا کے سامنے یہ دشواری پیش کی کہ اگر کوئی فرمان روا نہ ہو تو نظام عالم نہیں چل سکتا۔ اور جب ایک شخص کے ہاتھ میں تمام اختیارات دیدیے جاتے ہیں تو اُس میں کبر و نخوت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُسکے مظالم سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی۔ یہ معمہ مدتوں کے بعد یوں حل ہوا کہ بعض قوموں نے اپنے یہاں کوئی بادشاہ ہی نہیں رکھا۔ جس کا ثبوت ہمیں حکومت بنی اسرائیل کی ابتدائی صدیوں اور قبائل عرب کے اگلے نظام تمدن سے ہاتھ آتا ہے۔ اسی زمانے میں بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے جنھوں نے امارت و ریاست کی اطاعت سے اصولاً انحراف کیا۔ جیسا کہ تین ایران کے ایک مقنن مزدک اور بہت سے خوارج کے اصول تمدن سے نظر آتا ہے۔ مگر سلاطین اُن کو اپنا سب سے بڑا دشمن تصور کرتے۔ اور اُنکی سرکوبی و پامالی میں کوئی بات اُٹھا نہ رکھی جاتی۔

بنی اسرائیل کے زمانے ہی میں یا اُن کے بعد یونان میں ایک با اصول طرز حکمرانی شروع ہوا جس میں حکمران کو جملہ افراد قوم کی فرمانبرداری کرنا پڑتی۔ اور یہی حکمرانی کے نظام جمہوری کی پہلی بنیاد تھی۔ مگر اُسوقت تک دنیا کی آب و ہوا اُس آئین کے اس قدر خلاف تھی کہ یونان نے پہلے خود ہی اس جمہوریت کو مٹانا شروع کیا۔ اور اسی کو مٹاتے مٹاتے خود مٹ گیا۔

اب اس جمہوریت نے ایک جدید وضع میں مملکت روم میں نشو و نما پانا شروع کیا۔ اُس نے چند ہی روز میں رومیوں کو ایک مہذب ترین اور زبردست ترین سلطنت بنا دیا

گر اختیارات کی ہوس اور آدمیوں کو اپنا غلام بنانے کے شوق نے چند ہی روز کے اندر رومیوں میں شہنشاہی پیدا کر دی۔ اور اغسطس نے اُس سادے نظام جمہوری کو پامال کر کے "قیصری" پیدا کی جو دوسرے الفاظ میں شہنشاہیت اور فرعونیت ہی تھی۔ اغسطس قیصر کی خود پرستیوں اور سختیوں کے بعد بھی دولت روم کے قوانین و نظام تمدن میں اگر جمہوریت کے چند نشانات باقی رہ گئے تھے تو اُنکو قسطنطین اعظم اور مسیحیت کے نشو و نما نے خاک میں ملا کے نیست و نابود کر دیا۔ پھر وہ سلطنت مشرقی و مغربی کے نام سے دو شہنشاہیوں پر بٹ گئی۔ اور مغربی دنیا یعنی فرنگستان میں کہیں اُس کا پتہ نہ تھا۔ اب مسیحیت کا دور دورہ تھا۔ اور ممکن تھا کہ مذہب ناصح و ہادی بن کر بادشاہوں کی کچھ اصلاح کرتا۔ مگر پوپوں نے اپنا اثر بڑھتے دیکھا تو جو تخوت تاجداروں میں تھی خود اُن میں پیدا ہو گئی۔ اور اُنھوں نے تہرا تاج پہن لیا جس سے ایک طرف اگر تثلیث کا اشارہ تھا تو دوسری طرف یہ خیال بھی مضمر تھا کہ وہ تینوں بادشاہتوں کے بادشاہ اور شہنشاہوں پر حکومت کرنے والے ہیں۔ بہرحال اُنھوں نے بجائے اسکے کہ فرمانرواؤں کی خودسری کو اعتدال پر لاتے شہنشاہی جذبات کو اور زیادہ ترقی دیدی اور مذہب کو شخصیت کا حامی بنا دیا۔

رومیوں کے بعد عربوں کا دور شروع ہوا۔ اُن میں اُس وقت تک دنیا کے عہد اولین کی جمہوریت موجود تھی۔ کہ ہر قبیلے کا ایک حاکم اور شیخ ہو۔ اکابر قبیلہ اُسکے مشیر ہوں۔ اور اگر وہ عدل و انصاف سے تجاوز کرے تو منصب حکومت سے ہٹا دیا جائے۔ تمدن عرب کی یہی شان تھی کہ حضرت رسول آخر الزمان نے اُس سرزمین سے ظہور فرما کے سارے عرب کی عنان فرمان روائی اپنے ہاتھ میں لی۔ ایک قانون الٰہی جاری کیا جس کی پابندی امیر و غریب۔ اعلیٰ و ادنیٰ۔ راجا اور پرجا سب کے لیے یکساں طور پر واجب تھی۔

آپ کی وفات کے بعد وہی قدیم قانون عرب جاری ہوا۔ یعنی یہ کہ اکابر اُمت عرب اپنے لیے کوئی جانشین مقرر کریں۔ اس وقت ہم حضرات شیعہ کے اس خیال سے بحث نہیں کرتے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کی جانشینی کے لیے وصیت فرما دی تھی۔ اور آپ کے بعد جو انتخاب ہوا آپ کی وصیت اور نص نبوت کے خلاف ہوا

ہمیں یہ بتاتا ہے کہ صحابہ نے عرب کے رواج قدیم کے مطابق عام اس سے کہ وصیت ہو یا نہ ہو ایک نئے شخص کو منتخب کر لیا۔ اور یہ نظام جہاں تک قائم ہوا کہ ایک حکمران کے مرنے کے بعد لوگ کسی نئے حکمران کو منتخب کر لیں۔ اگر وہ قانون شرع اور اصول عدالت کی پابندی کرے تو اسکی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے اور اگر اُن سے انحراف کرے تو اسکو ہٹائے دوسرے کو منتخب کر لیا جائے۔ مگر یہ وضع چند ہی روز رہنے پائی تھی کہ چوتھے جانشین حضرت علی مرتضیٰؓ کو دشمنوں کی ہنگامہ آرائیوں اور پولیٹیکل مجبوریوں سے آغوش نبوت یعنی مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر اپنا دار الخلافت کوفے میں منتقل کرنا پڑا جو سنہ ۱۲ ق ھ اب تو عرب کہلاتا ہے مگر اُن دنوں جزیرہ عرب کے حدود سے باہر تھا۔ عراق کہلاتا تھا اور ساسانی شہنشاہی میں داخل تھا۔ جہاں کے رہنے والے تھوڑے سے شرفائے عرب اور باقی نبطی اور عجمی تھے۔ جن کو بجز کسرائے عجم کی غلامی کی جمہوریت کی ہوا تک نہ لگی تھی۔ حضرت علیؓ تمدن اسلام جاری فرما رہے تھے مگر وہ کہتے تھے کہ قرار ہو خدا ہو۔

ادھر شام میں جناب معاویہؓ نے رومی رعایا کو اپنا غلام بنایا اور اُنکی قوت کے بوتے پر علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور حضرت علی کی شہادت کے بعد جب عنان خلافت بھی اُنکے ہاتھ میں آگئی تو اُنھوں نے اپنے دربار میں رومی کروفر کی نقل اُتار کے خلافت اور جانشینی رسول اکرمؐ کو پوری پوری شہنشاہی بنا دیا۔ اب خلافت کا فقط نام تھا۔ دراصل یہ عربوں کی شہنشاہی تھی جس کا سریر شہریاری ارض عرب سے نکال کے ملک شام میں بچھایا گیا تھا۔ جسپر بیٹھنے والا اور اُسکے گرد ہاتھ باندھ کے کھڑے ہونے والے عرب تھے۔ مگر وہی عرب جو وطن سے نکل آئے تھے۔ جزیرہ نمائے عرب کے رہنے والوں نے یہ رنگ دیکھا تو اس عربی سلطنت سے علیحدہ ہو کے اپنے اسی قدیم مذاق پر آگئے۔ وہی قبائل کے شیوخ کی سرغنائی قائم ہو گئی جس کو اُس بیرونی سلطنت سے بہت ہی کم سروکار تھا۔ مگر حدود عرب کے باہر ایک عربی شہنشاہی قائم تھی جو مشرق سے مغرب تک سیکڑوں ملکوں پر حکومت کر رہی تھی۔

اب پھر وہی خود مختار اور اپنی زبانوں کو قانون بنانے والے شہنشاہ تھے اور جمہوریت کا کہیں پتہ نہ تھا۔ یورپ میں یونان و روم کی روایتوں کی بنا پر اُمید تھی کہ

وہاں قومی نظام حکمرانی کو زندگی حاصل ہو سکے گی - مگر وہاں پاپاؤں کے زور نے سخت ترین شخصیت کو فروغ دے رکھا تھا - مگر حروب صلیبیہ کا زور و شور ٹوٹنے کے بعد وہاں ایک عہد جدید شروع ہوا - جس میں زمیندارانہ ریاستوں کے ٹوٹنے کے نتیجے میں شاہی و شہنشاہی اور پھر اُسکے اندر جمہوریت کا آغاز ہوا - جس نے چند ہی روز کے اندر انگلستان و فرانس میں بادشاہوں کے اقتدارات محدود کیے اور رعایا کی آواز میں قوت پیدا ہوئی -

حکمرانی کا یہ نمونہ دنیا کے سامنے پیش ہوا تو ساری دنیا کو اچھا معلوم ہوا - اور اسی بیقراری نے یہ لڑائی چھیڑی - اور اس کا فیصلہ چونکہ جمہوریت کی طرفداری میں ہوا اس لیے اُمید ہے کہ ساری دنیا میں جمہوری نظام حکومت کو فتح ہوگی - اس وقت سے شاہی و شہنشاہی کے الفاظ دنیا میں مٹ جائیں گے - اور اگر رہیں گے بھی تو برائے نام رہیں گے -

مگر افسوس یہ ہے کہ اب بھی بہت جگہ ایک علی العموم یہ ہو رہا ہے کہ جمہوریت کی نقاب چہرے پر ڈال کے چند اشخاص حکومت کرنے لگتے ہیں اور ملک کو جمہوریت سے صحیح فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا - لہذا یا حضرت ۱۹۱۹ء آپ کے عہد میں چونکہ ساری دنیا میں جمہوری نظام قائم ہونے والا ہے اس لیے اس کا خیال رہے کہ آپ کی قائم کرائی ہوئی جمہوریت سچی جمہوریت ہو - وہ جمہوریت نہ ہو جس میں نیا بنا نہ حکومت کا نام دے کر سخت ترین استبداد سے کام لیا جاتا ہے -

اے سنہ ۱۹۱۹ء خدا حافظ

یہ سال اگرچہ صلح کے ساتھ اور یہ اطمینان دلاتا ہوا آیا تھا کہ دنیا سے کشت و خون موقوف ہو گیا اور امن و امان اور آرام و اطمینان کا دور دورہ شروع ہوا - مگر بارہ مہینوں کے تجربے سے معلوم ہوا کہ ابھی تک اُونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھا - وہ عظیم الشان لڑائی جس نے نظام عالم کو بگاڑا تھا رُک گئی - مگر امن و امان جو دُنیا سے اُٹھ گیا تھا اُس کا ابھی تک پتہ نہیں -

بالشویزم جو انتہائی آزادیوں کا مکمل نمونہ ہے دنیا میں بڑھتا جاتا ہے اور سلطنتوں

کو اپنا قدیم نظام نہین قائم کرنے دیتا۔ اور ہم نہین سمجھ سکتے کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ ان گذشتہ لڑائیون اور جھگڑون مین مسلمانون کی خلافت اور سچ یہ ہے کہ ایشیا کی رہی سہی عزت و عظمت خاک مین مل گئی۔ مسلمانون سے اس امید مین کہ [illegible] درجے کی اسلامی سلطنت ہے جس کا دعوے اکثر ہم نے بڑے بڑے مدبران برطانیہ کو بھی کرتے دیکھا [illegible] مسلمانون کو باور کرا دیا کہ انگریزی سلطنت جو ہمیشہ روسیون کی دست برد سے دولت [illegible] رہی ہے چاہے کچھ ہو جائے اسلام کی باقیماندہ سطوت کو مٹنے نہین دیگی [illegible] ساری دنیا کے مسلمانون کو [illegible] کہ برٹش گورنمنٹ سے اس بارے مین کوئی امید رکھنا بیکار ہے۔

گذشتہ لڑائی مین فتحیابون کی نظر مین بہت سے مجرم تھے۔ سب سے بڑا مجرم [illegible] تھا۔ اسکے بعد آسٹریا۔ پھر ٹرکی و بلغاریہ تھے۔ مگر صلح جس عنوان سے ہو رہی [illegible] انجام یہ ہے کہ سب کے گناہ معافی کے قابل ہین [illegible] ٹرکی کے۔ یورپ والے [illegible] الزام دے رہے ہین کہ جو تعصب مذہب [illegible] اقوام بنی سام مین ہے دیگر نسلون کی آبادی [illegible] ہے۔ یہ کہتے وقت اہل یورپ کو نظر نہ آیا کہ دین عیسوی بھی ایک سامی مذہب ہے۔ حضرت مسیح [illegible] سام مین سے تھے۔ اور اگر یہ خیال صحیح ہے کہ خدا مسیح کی [illegible] مین نمودار ہوا تو [illegible] کیا جا سکتا کہ خدا ایک بنی سام کا آدمی بن کر ایک سامیہ کنواری کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

مگر ان سب باتون سے قطع نظر کرکے اصلی چیز جو اس موقع پر نظر آئی وہ یہ ہے کہ [illegible] اہل یورپ کو غیرون سے ہے آج تک کسی قوم کو کسی دوسری قوم کے ساتھ نہین ہوا۔ گذشتہ تیرہ سو برس مسلمانون اور عیسائیون کی لڑائی مین گذرے۔ اور ان دونون مذہبون مین جیسی خون ریزیان ہوتی رہین اُن سے تاریخ کے اوراق سیاہ ہین۔ اور سوا آخری دو تین صدیون کے مسلمان ہمیشہ غالب رہے۔ اپنے غلبون کے اوقات مین اُنکو بہ آسانی ممکن تھا کہ شکست خوردہ اہل یورپ کی آزادی کو ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر دیتے۔ مگر مسلمانون نے کبھی اس کا قصد نہین کیا

بلکہ اکثر اوقات نظر آتا ہے کہ غالب آنے کے بعد وہ اپنے حسرت زدہ مفتوحوں پر مہربان ہو گئے۔ اور بجائے استیصال کے اُن کی دستگیری کرنے لگے۔ لیکن یورپ کا تعصب ایسی شریفانہ رواداری کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ موقع پاکر مسلمانوں کو ایسا پامال کرے کہ وہ قیامت تک سر اُٹھانے کے قابل نہ رہیں۔

دنیا کی رفتار کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ موجودہ غالب و چیرہ دست سلطنتیں قیامت تک اسی شان و شکوہ سے قائم و برقرار رہیں۔ دشمن پیدا ہوں گے۔ اُنھیں کے آغوش میں پل کر نشو و نما حاصل کریں گے اور آخر اُن پر غالب آئیں گے۔ لہذا یہ تو ہرگز امید نہیں ہو سکتی کہ دول یورپ پر غالب آنے والے دشمنوں کا سر [illegible] وہ ایسی تمنا کے خواب و خیال میں آسکتی ہے۔ مگر ہاں وہ اس کا اطمینان کرنا چاہتے ہیں کہ آیندہ سر اُٹھانے اور مقابلہ کرنے والے مسلمان اور ہندو [illegible] قوت نہ ہوں۔

خیر وہ کوشش [illegible] جیسی حماقت میں چاہے مبتلا ہو جائے۔ مگر دولت برطانیہ کے سیاستدان یہ دیا نہیں ہے کہ خود مسلمانوں [illegible] ترین دولت ہونے کا دعویٰ کر کے اُنکی ساتھی ہو کہ خلافت اسلامیہ کا چراغ گل ہو جائے۔ خلافت [illegible] اسلام اور مقدس مقامات اسلام کی خدمت و نگہداشت کے لیے ہے۔ اگر برائے نام خلافت رہی بھی جو حرمین شریفین اور محترم مقامات سے دور ہوئی تو اُس سے مسلمانوں یا دین محمدی کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے؟

وزرائے دولت برطانیہ کا رُخ [illegible] کر اگر دنیائے اسلام میں [illegible] پڑی ہوئی ہے تو کچھ بیجا نہیں ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر خلافت [illegible] کر مرکز اسلام سے دور [illegible] گئی اور اُسکو خانہ کعبہ۔ حرم نبوی۔ اور کربلا و نجف سے واسطہ نہ رہا تو بیکار ہوگا۔ اور اس سے اُن وفادار مسلمانوں کے آنسو نہیں پونچھ سکتے جنھوں نے خود ہی عراق و بیت المقدس وغیرہ کو فتح کر کے دولت برطانیہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کا معاوضہ وہ یہ نہیں سمجھے ہوئے تھے کہ اس وفاداری کا پھل اُنھیں یہ ملے گا کہ وہ اپنی خلافت سے بھی محروم کر دیئے جائیں گے۔ اور ترکوں کے خلاف اس بیرحمی سے دنیائے اسلام کا نقشہ بدل دیا جائیگا۔

۱۹۱۹ء اس سلسلے کو غیر منفصل اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو اُمید و بیم کی حالت میں چھوڑے جاتا ہے۔ اور ان ترددات کی وجہ سے اگرچہ اُسکے رخصت ہونے کا وقت آگیا مگر ہمیں نہ اُسکے رخصت کرنے کی فرصت ہے اور نہ اُسکے سے پہلے مرحوم برس کے رخصت کرنے کا خیال۔

اسکے ۱۹۱۹ء ہمیں اس کا افسوس ہے کہ ہم تجھے اُس جوش و خروش اور اس قدر و منزلت سے نہ رخصت کر سکیں گے جس طرح کہ تجھ سے پہلے برسوں کو رخصت کرتے رہے ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ تو نے اپنے آپ کو اس قابل ہی نہیں رکھا کہ ہم تیری کچھ عزت کرتے۔ تو نے اپنے والدین کو وقت ہے اور زمانے کا بیوفا و بے رحم فرزند۔ لہذا ہم بھی صاف صاف کہے دیتے ہیں کہ زمانہ اگر ہمارے حوالی نہیں ہے تو ہم بھی ہرگز اُس کی عزت نہ کریں گے۔ ہمارے سلف ہمیشہ فلک کج رفتار اور سپہر بے مہر کی شکایت کرتے رہے ہیں۔ فلک اور سپہر سے اُنکے خیال میں تو ہی مراد تھا۔ لہذا ہمارا یہ خاندانی اور آبائی ورثہ تھا کہ تجھے اپنا دشمن سمجھیں اور ہمیشہ تیری شکایت کرتے رہیں۔ مگر جب والدین کی پیروی میں ادھر چند سال سے ہم تیری عزت کرنے لگے تھے اور تیرے فرزندوں یعنی برسوں میں سے آنے والوں کا جوش دل سے استقبال کرتے اور جانے والوں کو دو آنسو بہا کے رخصت کیا کرتے۔ مگر تجربے سے معلوم ہو گیا کہ یہ ہماری غلطی تھی۔ یوں تو والے اگر تیرے فرزندوں کو اچھا اور تیرے ہیں تو اس کا باعث یہ ہے کہ تو اُن کے موافق ہے اور وہ تیرے شکر گزار ہیں۔ ہمیں شکر کرنے کی کیا وجہ جبکہ ہم روز بروز زیادہ تباہ و پامال ہوتے جاتے ہیں۔

عزت و دولت کا چھن جانا ایک طرف۔ تو نے ہمیں افلاس کی ایسی ادنیٰ سطح پر رکھی ہے کہ جینا وبال ہو گیا۔ نہ کھانے کو دانہ ہے نہ تن کو کپڑا۔ ایسے ستم زدوں سے خوش ہونا اُس وقت جبکہ اُنکی رہی سہی عزت بھی خاک میں مل رہی ہو بجز اسکے کہ وہ جانیوالے برسوں کو گالیاں دیدے کے اور جلے دل سے کوس کوس کے رخصت کریں اور کیا ہو سکتا ہے؟

۱۹۲۰ء

ہم مدت دراز سے ہر جانے والے برس کو رخصت اور آنے والے [illegible]

کرتے رہے ہین - اُن مین اچھے بھی تھے اور بُرے بھی - کسی کے ہم شکر گزار تھے اور کسی کے شاکی - مگر سال حال کچھ ایسے خوفناک اسلوب اور نا اُمید کرنے والے انداز سے آیا ہے کہ اظہار حزن و ملال اور اپنے شکوہ و شکایت کے لیے ہمین الفاظ نہین مل سکتے - درحقیقت اس منحوس سال نے قومی و دینی حیثیت سے ہمین مطلقاً ہلاک کر ڈالا - اور جو مر چکا اُس مین نہ غم ظاہر کرنے کی قوت باقی رہتی ہے اور نہ شکایت کرنے کا دم - لہذا ہم اب دراصل مُردہ ہین - اور مُردے صرف شکایت ادا کرنے کے لیے خدا کے سامنے دربار قیامت ہی مین لب کھول سکین گے -

۱۲۵۸ء ۶۵۶ھ مین ہمارے بیان شیراز نے خلافتِ بغداد کے زوال اور المستعصم باللہ کی ہلاکت کے موقع پر کہا تھا

آسمان خون بارد گر خون بگرید بر زمین بر زوالِ ملک مستعصم امیر المومنین

اب ۱۹۲۰ء ۱۳۳۸ھ مین زمانہ درد و الم کی آواز مین نوحہ خوان ہے کہ

آسمان خون بارد گر خون بگرید بر زمین بر زوالِ ملک عثمان امیر المومنین

مگر اُس پہلے زوال خلافت کو دنیاے اسلام نے اتنا محسوس نہ کیا ہوگا جتنا کہ فی الحال اہل اسلام اس صدمے سے خون کے آنسو رو رہے ہین - ۱۲۵۸ء کے وحشی و خونخوار لوٹیرون کو مصر کی سلطنت اسلام نے بڑھ کے شام و فلسطین کے میدانون مین شکست دے دی تھی - اور چند روز بعد ہی دشمن تہذیب وحشی دین اسلام قبول کرکے ایک اعلیٰ درجے کی مہذب و شایستہ قوم اور حامی دین اسلام بنگئے تھے - مگر اب ۱۹۲۰ء مین اسلامی سطوت کے کلیۃً پامال ہو جانے سے خود اسلام کو ضرر پہونچ جانے کا اندیشہ ہے - اس لیے کہ مسلمانون کے مقامات مقدسہ پر اب غالب اثر موحدین کا نہین بلکہ تثلیث پرستون کا ہوگا -

مسلمانون کے اقوال و افعال اس موقع پر حرکات مذبوحی کا حکم رکھتے ہین - اور اس حالت مین جان دینے کے لیے اُن کا تڑپنا نہ کسی شریعت کے تابع ہو سکتا ہے اور نہ کسی قانون کے - اُنھون نے کمیٹیان کین - کانفرنسین کین اور پہلے ادب سے اور پھر گستاخی کے لہجے مین گورنمنٹ سے التجا کی کہ دولت خلافت کو زوال و پامالی سے بچایا جائے - مگر اتحادیین کو اس آخری کروسیڈ مین اپنے پرانے ہزار سال

کے حریفوں پر غلبہ حاصل ہوا ہے اور اُن کا یہ اصول معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کو زیر کر لینے کے بعد زندہ چھوڑنا بے وقوفی ہے۔

بہر حال ۱۹۲۰ء نے اسلام کی سیاسی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ اور مسلمانوں کو مجبور ہیں کہ اس موت کو بخوشی و رغبت یا بجبر و اکراہ قبول کریں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہر سال گذشتہ برس کے مشہور واقعات کے سامنے پیش کر دیے جاتے ہیں اُسی طرح اس موقع پر ہم خلافت کی مختصر تاریخ بیان کر دیں جو گویا اب ختم ہو گئی۔

خلافت کا آغاز ربیع الاول ۱۱ھ سے ہوا جب حضرت رسول خدا صلعم نے جوارِ حضرت رب العزت کو قبول فرمایا۔ مدینۂ طیبہ کے چند باہمی اختلافات کے فرو ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے۔ حضرت رسول عالم کی ذات اقدس میں نبوت و حکومت دنیوی دونوں چیزیں جمع ہو گئی تھیں۔ نبوت و رسالت خاص خدا کی عطا کی ہوئی دولت ہے جو کسی کو ورثے میں نہیں مل سکتی۔ اور حضرت محمد صلعم دنیا کے آخری پیغمبر تھے۔ لہذا نبوت کا کوئی وارث نہ ہو سکتا تھا مگر ہاں آپ کی حکومت و سلطنت کے لیے کسی جانشین کی ضرورت تھی جس کا کام یہ تھا کہ بغیر اسکے کہ منصوصات یعنی خدا اور رسول کے احکام میں کسی قسم کا ردّ و بدل یا تصرف کرے غیر منصوص مسائل میں ذاتی اجتہاد سے کام لے کر دین الٰہی کی حمایت و حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کرتا رہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس خدمت کو بہترین طریقے سے انجام دیا۔ اس وقت تک خلیفہ منتخب ہونے کے لیے قریش کا گروہ مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ اور اسکی کوئی خصوصیت نہ تھی کہ قریش میں سے کسی خاص خاندان یا نسل کے لوگ ہوں۔ حضرت صدیقؓ کے بعد ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں حضرت عمر بن الخطابؓ خلیفہ ہوئے جن کو دربار نبوت سے فاروقؓ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ اور آنکے جانشین یکم محرم ۲۴ھ کو حضرت عثمانؓ ذی النورین ہوئے۔

قریش میں یوں تو بہت سے گھرانے تھے مگر اُن میں دو گھرانے نہایت ممتاز تھے جن میں کئی پشتوں سے سیادت و حکومت چلی آتی تھی۔ اول بنی ہاشم جس گھرانے میں خود حضرت رسول خدا صلعم پیدا ہوئے تھے۔ اور دوسرے بنی امیہ

ہم نسب اور بنی عام تھے۔ اور جاہلیت سے اُن میں باہم رقابت چلی آتی تھی۔ حضرت عثمانؓ اسی آخری گھرانے یعنی بنی اُمیہ میں سے تھے۔ مگر اسلام نے اُن کو بہت سی فضیلتیں عطا کر دی تھیں جن میں سب سے بڑا فخر اُن کو یہ حاصل تھا کہ رسول خدا صلعم نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے اُنکے عقد میں دے دی تھیں۔ مگر مسلمانوں کی باہمی شاہوں نے اُنکی طرف سے ناراضی پیدا کی۔ اور وہ کمال صبر و سکون اور سخت مغلوبی و بیکسی کے ساتھ اپنے گھر میں گھر کر شہید ہوئے۔

آپ کے جانشین ۳۵ھ میں رسول خدا صلعم کے ابن عم اور داماد حضرت علیؓ ابن ابی طالب ہوئے۔ حضرت علیؓ بنی ہاشم میں سے تھے۔ اس لیے حضرت عثمانؓ اور اور حضرت علی کی جانشینی خلافت، رسول اللہ صلعم نے بنی ہاشم و بنی اُمیہ کی رقابت کو [illegible] تعلیم جو [illegible] گئی تھی از سر نو زندہ کر دیا۔ چنانچہ والی شام جناب معاویہؓ نے جو بنی امیہ کے رکن رکین تھے حضرت عثمانؓ کے خون کا انتقام لینا چاہا۔ اور حضرت علیؓ سے استدعا کی کہ قاتلین عثمانؓ کا پتہ لگا کے اُن پر قصاص جاری [illegible] اس سے اپنی [illegible] میں بنی ہاشم و بنی امیہ کے جانبدار دو گروہ [illegible] اس [illegible] میں ایک شریر النفس کوفی کے ہاتھ سے [illegible] شہید ہو گئے اور آپ کی جگہ [illegible] ۴۱ھ [illegible] کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول خدا صلعم کے نواسے جانشین خلافت ہوئے۔

معاویہؓ کی مخالفت برابر جاری تھی۔ انکی طرف بڑے بڑے تجربہ کار مدبران سلطنت تھے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے رفقا میں چند ہی روز کے تجربے سے نہ سچی وفاداری نظر آئی اور نہ پوری شجاعت۔ لہذا آپ ربیع الاول ۴۱ھ میں خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ اور معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم فرما کے ساری دنیائے اسلام کی عنان حکمرانی اُنکے ہاتھ میں دے دی۔

خلافت کا یہ دور اولین جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر ختم ہوا خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔ اس لیے کہ اُن [illegible] کمال نیک نفسی و پابندی شرع سے دین الٰہی کی خدمت کی۔ اور چونکہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ میرے خلفاء [illegible]

کی پیروی کرو۔ لہذا یہ پانچوں محترم جانشینان حضیر نبوت مسلمانوں کے عقیدے مین خلفائے راشدین تسلیم کیے گئے۔

جناب معاویہؓ کی ذات سے خلافت بنی امیہ کی بنیاد پڑی۔ جنھوں نے بیس سال حکومت کرکے رجب ۶۰ھ مین وفات پائی۔ اور اُن کی وصیت کے مطابق اُنکا بیٹا یزید سریر خلافت پر بیٹھا۔ یہ واقعہ کہ رسول اللہ صلعم کے دوسرے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسکے عہد مین سخت ترین مظلومی و بیکسی کے ساتھ شہید ہوئے دنیا کو کبھی نہ بھولے گا۔

یزید تین سال سات مہینے خلافت کرکے ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو مرگیا اور اُسکی جگہ اُسکا نابکار بیٹا معاویہ بن یزید وارث تخت خلافت ہوا۔ مگر چند ہی روز مین اُسنے خلافت سے بیزاری ظاہر کی۔ اُسکو حضرت علیؓ کے محترم خاندان کا حق جتایا۔ اور اُس سے دست بردار ہوکے مسند نشینی کے چالیسوین روز مرگیا۔

معاویہ بن یزید کے مرجانے کے بعد ہی بنی اُمیہ مین اختلاف پڑ [illegible] یشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو خلافت ہمارے گروہ سے نکل جائے۔ خصوصاً [illegible] سے کہ مکہ معظمہ مین عبداللہ بن زبیر نے یزید کی بدکاریوں کو پیش کرکے اسکی بیعت [illegible] اور خود مدعی خلافت ہوئے تھے۔ آخر ملک شام مین تمام بنی اُمیہ [illegible] حکم کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ جو دس مہینے حکومت کرکے ۶۵ھ [illegible] کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اُس کا بیٹا عبدالملک بن مروان جانشین خلافت [illegible] بنی اُمیہ کا پانچوان خلیفہ ہے۔ اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے سپہ سالار حجاج کو لشکر کے ساتھ بھیجکر دنیا کو عبداللہ بن زبیر سے خالی کرادیا۔ بنی ہاشم کی مخالفت کو بالکل دبا دیا۔ اور ممالک دور و دراز مین جہاد اور فتوحات کا سلسلہ پھر جاری کردیا جو جناب معاویہؓ کے بعد مطلقاً رُک گیا تھا۔ اس کے سپہ سالار مغرب و مشرق مین برابر توحید کی آواز بلند کرتے چلے جاتے تھے۔ اور کوئی قوت ان کو روک نہ سکتی تھی۔ آخر بیس سال حکومت کرکے اسنے ۸۶ھ مین سفر آخرت کیا۔ اور اُس کا بیٹا ولید بن عبدالملک وارث خلافت ہوا۔ ولید کا زمانہ اپنے باپ کے عہد سے بھی زیادہ کامیاب رہا۔ اور سچ یہ ہے کہ سارے زمانۂ اسلام مین ان باپ بیٹون سے [illegible] و جبروت کی سلطنت کسی

خلیفہ یا حکمران کو نہیں نصیب ہوئی - ولید نے نو سال آٹھ مہینے حکومت کی اور
وسط جمادی الاخری ۹۶ھ مطابق ۷۱۵ء مین دنیا سے رخصت ہوا - اب اس کا
بھائی سلیمان بن عبد الملک باپ کے تخت پر بیٹھا - دو سال آٹھ مہینے حکومت کرکے
سلیمان بھی مرگیا - اور مروان کا پوتا عمر بن عبد العزیز ۹۹ھ مین اسکا جانشین
ہوا - جو نہایت نیک نفس - متقی و پرہیزگار اور سچا دیندار خلیفہ تھا - یہان تک کہ
اکثر علماے اہل سنت اُسکو چھٹا خلیفہ راشد بتاتے ہین - اور ایسے زاہد و عادل
خلیفہ کے عہد مین دوسری صدی ہجری کا شروع ہونا مبارک فالی کی دلیل سمجھا گیا - عمر
نے بھی فقط دو سال پانچ مہینے حکومت کی اور ۱۰۱ھ مطابق ۷۱۹ء مین مرگیا -
لوگون نے اسکے مرنے پر عبد الملک کے تیسرے بیٹے یزید بن عبد الملک کے ہاتھ پر
بیعت کرلی - اس نے چار سال دو مہینے حکومت کرکے ۱۰۵ھ م ۷۲۴ء مین مسند
خلافت کو خالی کردیا - اور اس کا جانشین عبد الملک کا چوتھا بیٹا ہشام بن عبد الملک
ہوا - اس نے انیس ۱۹ سال خلافت کی - اور اسکے مرنے پر ۱۰ - ربیع الاخر ۱۲۵ھ
مطابق ۷۴۳ء مین اس کا بھتیجا ولید بن یزید خلیفہ ہوا - اس خلیفہ نے ایسی بے
اعتدالیان کین کہ چودہ مہینے اور بیس روز ہی حکومت کرنے پایا تھا کہ لوگون نے
قصر خلافت کو گھیرکے اسے قتل کرڈالا - اب لوگون نے اسکے چچا ولید کے بیٹے یزید بن
ولید کو جمادی الاخری ۱۲۶ھ م ۷۴۴ء مین خلیفہ بنایا - مگر اس نے پانچ ہی مہینے
عنان خلافت اپنے ہاتھ مین رکھی تھی کہ دنیا سے رخصت ہوگیا - اور اس کا بھائی
ابراہیم بن ولید بن عبد الملک جانشین خلافت ہوا - مگر تین ہی مہینے خلیفہ رہ کر
مسند خلافت سے اُتار دیا گیا - اور اُسکی جگہ مروان الحمار خلیفہ ہوا جو بنی اُمیہ کا
آخری خلیفہ شمار ہے -

اب اندرونی - بیشہ دوانیون اور خفیہ سازشون نے حکمران و پُرسطوت خاندان
بنی اُمیہ کی بنیاد اس قدر کمزور کردی تھی کہ یکایک بنی عباس یعنی رسول خدا صلعم کے
چچا کی اولاد کا علم سیاہ خراسان مین بلند ہوگیا - خلافت کی فوجون کو شکستین ہوئین
اور مروان چھ سال ہی حکومت کرنے پایا تھا کہ عباسی مدعیان خلافت سے شکست
کھاکے بھاگا - اور آخر اسیر ہوکر ۳ - ذی الحجہ ۱۳۲ھ م ۷۵۰ء کو سخت بے رحمی

سے قتل کیا گیا۔

حضرت معاویہؓ سے لیکر مروان حمار تک خاندان بنی امیہ کے چودہ خلیفہ ہوئے۔ جنھوں نے کل ۹۲ سال حکومت کی۔ ان کا ابتدائی زمانہ اسلام مین خلافت راشدہ کے بعد سب سے زیادہ عظمت و جبروت اور فتوحات و ترقی اسلام کا زمانہ تھا۔ اور قلمرو کی وسعت کے لحاظ سے دیکھیے تو یہ لوگ خلفاے راشدین مہدیین سے بھی بڑھے ہوے تھے۔

بنی عباس نے سریر خلافت پر متصرف ہونے کے بعد بنی اُمیہ کا قتل عام کیا۔ انکے بوڑھون بچون تک کو چُن چُن کے قتل کیا۔ انکے سابق خلفا کی قبرین کھود کر لاشون کو ہنڈوایا۔ اور جب یہ بہیمیت کا جوش کم ہوا تو اطمینان اور قوت سے حکومت کرنے لگے۔

بنی عباس کا پہلا خلیفہ عبداللہ ابوالعباس سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے۔ جسکے ہاتھ پر ۱۴۔ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو لوگون نے بیعت کی۔ اور چار سال آٹھ مہینے خلافت کرکے وہ ۱۳۶ھ م ۷۵۴ء مین مرگیا۔ اور اُس کا جانشین اسکا بھائی ابو جعفر منصور ہوا۔ جس نے ۲۲ سال جہان بانی کرکے ۱۵۸ھ م ۷۷۵ء مین وفات پائی۔

منصور کے بعد اس کا بیٹا مہدی خلیفہ ہوا۔ جو ۱۰ سال حکمران رہا۔ اور محرم ۱۶۹ھ مطابق ۷۸۵ء مین دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اس کا جانشین اس کا فرزند موسیٰ ہادی ہوا۔ وہ فقط ایک سال ڈیڑھ مہینہ حکومت کرکے مرگیا۔ اس کا وارث اسکا بھائی ہارون رشید ہوا۔ جو اپنی عظمت و جلال کے باعث مورخین مین "اعظم" کے لقب سے مشہور ہے۔ ہارون رشید کا زمانہ فتوحات اور توسیع مملکت کا عہد نہ تھا مگر ہان اسکے عہد مین عربی و ایرانی معاشرت کی آمیزش سے اسلامی معاشرت بن رہی تھی۔ اور اسلامی فتحمندی و عظمت مین علوم و فنون اور ادب و شاعری کی ترقی سے دنیوی تہذیب و شائستگی کا رسیلا پن پیدا ہو رہا تھا۔ اب خلافت کا دربار ایک باعظمت و جبروت علمی دربار تھا۔ جس مین تہذیب و تمدن کے تمام شعبے اعلیٰ ترین نشو و نما پا رہے تھے۔

ہارون رشید جب جمادی الاخریٰ ۱۹۳ھ م ۸۰۹ء مین ملک بقا کا راہی ہوا تو اسکے بڑے بیٹے امین الرشید نے عنان خلافت اپنے ہاتھ مین لی۔ مگر اپنی لاغلانہ مزاجی

کے باعث اُسکو سنبھال نہ سکا - تحفظ چار سال آٹھ مہینے مسند نشین خلافت رہا تھا کہ اپنے بھائی مامون رشید کے سپہ سالاروں کے ہاتھ سے بغداد میں محصور ہو کے محرم ۱۹۸ھ م ۸۱۳ء میں مارا گیا -

اب مامون رشید خلیفہ ہوا - جو ہارون رشید سے بھی زیادہ علم دوست تھا - اسکے عہد میں اسلام کی علمی و تہذیبی زندگی کمال کے درجے کو پہونچ گئی - یہاں تک کہ ۱۸ - رجب ۲۱۸ھ م ۸۳۳ء کو مامون رہ گرائے عالم آخرت ہوا - اور اسکی وصیت کے بموجب اس کا بھائی ابو اسحٰق المعتصم باللہ خلیفہ ہوا - جس نے ۱۱ - ربیع الاول ۲۲۷ھ مطابق ۸۴۲ء میں وفات پائی - معتصم کے زمانے میں عربی النسل خاندان دولت و امارت کے اثر سے اس قدر بیکار و کاہل اور گستاخ و نافرمان ہو گئے تھے کہ اُس نے ترکی غلاموں کی ایک نئی فوج مرتب کی جسکے سپاہی توانا - تندرست - چست چالاک اور مطیع و منقاد تھے - اسی لشکر کے قیام کے لیے اس نے سرمن رائے (سامرہ) کو لشکرگاہ قرار دیا - مگر یہی لشکر آخرکار خلافت کے تنزل و زوال کا باعث ثابت ہوا - معتصم کے بعد اُسکے بیٹے ابو جعفر ہارون نے مسند نشین خلافت ہو کر واثق باللہ کا لقب اختیار کیا - جس سے ۲۴ - ذی الحجہ ۲۳۲ھ م ۸۴۷ء کو دُنیا خالی ہو گئی - اور اس کا بیٹا جعفر المتوکل علی اللہ خلیفہ ہوا - اب وہی معتصم کا قائم کیا ہوا لشکر اس قدر حاوی تھا کہ اسکے سرداروں نے خلافت کو اپنے ہاتھ کا کھلونا بنا لیا تھا - چنانچہ متوکل چودہ سال نو مہینے فرمان روائی کر کے اپنے ترک سرداروں کے ہاتھ سے ۱۵ شوال ۲۴۷ھ م ۸۶۱ء کو مارا گیا اور قتل کی سازش میں خود اُسکا بیٹا المنتصر باللہ شریک تھا جسکے ہاتھ پر بیعت کی گئی - مگر پورے سال بھر بھی حکومت نہیں کرنے پایا تھا کہ ربیع الآخر ۲۴۸ھ م ۸۶۲ء میں مر گیا -

اب ترکوں نے المعتصم باللہ کے ایک بیٹے ابو العباس احمد کو خلیفہ بنایا جس نے المستعین باللہ کا لقب اختیار کر کے تین سال حکومت کی تھی کہ متلون مزاج سرداران ترک نے اسکے جیتے جی اسکے دوسرے بھائی المعتز باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی - دونوں بھائیوں میں لڑائی چھڑ گئی - آخر مستعین خود ہی خلافت سے دست بردار ہو گیا اور ۲۵۲ھ م ۸۶۶ء میں اس نے المعتز کے ہاتھ پر بیعت کر لی - مگر ترک سرداروں کی

چیرہ دستی بڑھتی جاتی تھی۔ چنانچہ معتز تین سال نو مہینے ہی حکومت کرنے پایا تھا کہ ترکوں نے ۲۵۵ھ میں اسکو نہایت ذلیل کرکے اور بہت بُری طرح پیٹا سا قتل کیا۔

المعتز کے بعد واثق باللہ کے بیٹے ابو عبداللہ محمد المہتدی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اسکو پورا ایک سال بھی خلافت کرنا نہیں نصیب ہوا تھا کہ اپنے ترک سپہ سالاروں کے ہاتھ سے شرمناک اذیتوں اور تکلیفوں کے ساتھ ۲۵۶ھ میں مارا گیا۔ اسکے بعد متوکل کا بیٹا ابو العباس احمد قید خانے سے نکال کر سریر خلافت پر بٹھایا گیا۔ اور اُس نے المعتمد علی اللہ لقب اختیار کیا۔

المعتمد کو خلافت کرنے کے لیے ۲۳ سال کا زمانہ مل گیا ۲۷۹ھ م ۸۹۲ء میں مرگیا۔ اور اس کا بھتیجا احمد معتضد باللہ کا لقب اختیار کرکے سریر آرائے خلافت ہوا۔ نو سال ساڑھے نو مہینے خلیفہ رہ کر ۲۲۔ ربیع الآخر ۲۸۹ھ م ۹۰۲ء کو وہ بھی مرگیا۔ اور جانشینی خلافت اسکے بیٹے علی الملقب بہ المکتفی باللہ کو ملی۔ اس نے ساڑھے چھ سال حکومت کی اور ۱۲۔ ذیقعدہ ۲۹۵ھ م ۹۰۸ء میں عالم آخرت کی راہ لی۔ اب معتضد باللہ کا دوسرا بیٹا جعفر المقتدر تیرہ سال کی عمر میں مسند خلافت پر بٹھایا گیا۔ مگر نابالغی کے باعث ایک ہی سال کے اندر ۲۰۔ ربیع الاول ۲۹۶ھ کو تخت پر سے اُتار دیا گیا۔ اور اسکی جگہ المعتز بن المتوکل باللہ کے بیٹے عبداللہ بن معتز کو دی گئی جو بنی عباس کا نامور شاعر ہے اور اس کا دیوان آج تک عربی ادب کا بہترین زیور تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر اس بدنصیب شاعر خلیفہ کو پورے ایک دن بھی حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ تخت پر بیٹھے چند ہی گھنٹے ہوئے تھے کہ مخالفوں نے شورش کی اور اسے مسند خلافت پر سے ڈھکیل کے پھر نابالغ المقتدر کو خلیفہ بنا لیا۔ اب المقتدر ۳۱۲ھ تک سریر خلافت پر متصرف رہا تھا کہ پھر مخالفت نے زور کیا اور اُسکو تخت سے ہٹا کے اسکی جگہ ابو المنصور محمد القاہر باللہ سریر آرا کیا گیا۔ مگر ارکان دولت کو اس سے بھی اطمینان نہ ہوا۔ چنانچہ چند ہی روز کے اندر اسے معزول کرکے پھر المقتدر باللہ کو خلیفہ بنا لیا۔ مقتدر نے تینوں بار میں کُل ۲۵ سال حکومت کی۔ اور آخر ۲۲ شوال ۳۲۰ھ م ۹۳۲ء کو قتل کیا گیا۔ اور اسکی جگہ معتضد کے بیٹے محمد القاہر بامر اللہ کو دی گئی۔ وہ ڈیڑھ ہی سال حکومت کرنے پایا تھا کہ اندھا کرکے ۳۲۲ھ میں سریر خلافت

پر سے اُتار دیا گیا۔

اب مقتدر کا بیٹا محمد اکرا ضی باللہ جانشین خلافت ہوا۔ اور ۶ سال دس ماہ حکومت کرکے ربیع الاول ۲۳۹ھ م ۹۴۱ء مین رہ نوردِ آخرت ہوا۔ اور اسکی جانشینی اس کے بھائی ابراہیم المکتفی باللہ کو ملی جو دو سال گیارہ مہینے خلیفہ رہنے پایا تھا کہ ۳۳۳ھ مطابق ۹۴۵ء مین اندھا کرکے تخت سے اُتار دیا گیا اور اسکی جگہ اسکے بیٹے عبداللہ المکتفی باللہ کو دی گئی۔ اس نے ایک سال چار ہی مہینے حکومت کی ہوگی کہ جمادی الآخر ۳۳۴ھ م ۹۴۶ء مین وہ بھی خلافت سے معزول کیا گیا۔ اور تخت خلافت پر لوگون نے مقتدر کے بیٹے فضل کو بٹھایا جس نے المطیع باللہ کا لقب اختیار کرکے اُنیس سال چار مہینے فرمان روائی کی۔ مگر انجام اس کا بھی وہی ہوا کہ ذیقعدہ ۳۶۳ھ م ۹۷۴ء مین خلافت سے علیحدہ ہوگیا۔ اور اُس کے بیٹے عبدالکریم الطایع للہ نے تخت خلافت پر قدم رکھا مگر وہ بھی سترہ سال نو مہینے جانشین خلافت رہ کر [illegible] ۹۹۱ء مین مسند خلافت سے اُتار دیا گیا۔

اب مقتدر کے بیٹے ابو العباس احمد القادر باللہ کے ہاتھ پر لوگون نے بیعت کی اور اُس نے اکتالیس سال چار مہینے خلافت کرکے ذی الحجہ ۴۲۲ھ م ۱۰۳۱ء مین سفر آخرت کیا۔ اور اُس کا بیٹا القائم بامر اللہ وارث خلافت ہوا۔ جو اکیس سال آٹھ مہینے جلوہ فرماے سریر خلافت رہا اور شعبان ۴۶۷ھ م ۱۰۷۵ء مین عالم بقا کی راہ لی۔ اس کا وارث اس کا بیٹا المقتدی بامر اللہ ہوا۔ اسکے بعد مسند خلافت پر اس کا فرزند ابو العباس احمد المستظہر باللہ بیٹھا۔ اور چوبیس سال تین مہینے فرمانروا اسلام رہ کر ۲۴ ربیع الآخر ۵۱۲ھ م ۱۱۱۸ء کو انتقال کرگیا۔

اب اس کا بیٹا ابو الفضل منصور المسترشد باللہ مسند خلافت پر بیٹھا۔ اس زمانے مین سلجوقیون کا بڑا زور تھا۔ چنانچہ اس سے مسعود بن ملک شاہ سلجوقی سے سخت لڑائی ہوئی۔ اور وہ اُنیس سال حکومت کرنے پایا تھا کہ اس سے لڑتا ہوا عین معرکۂ کارزار مین مارا گیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۵۲۹ھ م ۱۱۳۵ء مین پیش آیا۔ اور اسکے بعد مسند خلافت پر اسکا فرزند ابو جعفر منصور الراشد باللہ بیٹھا مگر اسکو ایک ہی سال خلافت کرنے گذرا تھا کہ سلجوقی فرمانروا مسعود نے بغداد پر قابض ہوکر ۵۳۰ھ

بن مقتفی خلافت سے اُتار دیا۔ اور اسکے چچا محمد المقتفی لامر اللہ بن مستظہر کو خلیفہ بنا دیا۔ المقتفی نے پچیس سال خلافت کی اور ۲۔ ربیع الاول ۵۵۵ھ م ۱۱۶۰ء مین سفر آخرت کیا۔

مقتفی کے بعد اُسکا بیٹا یوسف المستنجد باللہ خلیفہ ہوا جو گیارہ سال خلافت کرکے ۹۔ ربیع الاول ۵۶۶ھ م ۱۱۷۰ء کو آغوش لحد کے سپرد کیا گیا اور خلافت اس کے ورثے مین اسکے بیٹے محمد المستضی بنور اللہ کو ملی۔ وہ کچھ اوپر نو سال خلافت کرکے ۵۷۵ھ م ۱۱۷۹ء کو رہ نورد عالم جاودان ہوا۔ اب اسکے بیٹے احمد الناصر لدین اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ اس نے سینتالیس برس خلافت کی اور ۶۲۲ھ م ۱۲۲۵ء مین دنیا سے رخصت ہوگیا۔

اس زمانے مین خلفاے بنی عباس مین کوئی قوت و سطوت تو باقی نہ تھی مگر ان کا دینی اثر اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ انکے نام کا خطبہ مشرق مین چین تک اور مغرب مین اندلس تک پڑھا جاتا تھا جو مرتبہ اس سے پہلے کسی خلیفۂ اسلام کو نصیب نہین ہوئی تھی۔

الناصر کے بعد اُس کا بیٹا محمد الظاہر باللہ خلیفہ ہوا۔ کوئی نو مہینے کے بعد ۶۲۳ھ م ۱۲۲۶ء مین مرگیا۔ اب الظاہر کا بیٹا ابو جعفر المنتظر باللہ خلیفہ ہوا جو سترہ سال خلافت کرکے ۶۳۹ھ م ۱۲۴۱ء مین عازم آخرت ہوا۔ اور اسکی جگہ اسکے بیٹے المعتصم باللہ کو ملی جو بغداد مین سب سے پچھلا عباسی خلیفہ تھا۔

اُن دنون بغداد مین شیعہ سُنّی کا جھگڑا بہت زورون پر تھا۔ دیلمیون کے اقتدار نے شیعون کا اور سلجوقیون کی قوت نے سنیون کا تعصب بڑھا دیا تھا۔ المعتصم سُنّی تھا مگر انتظامی حالت اور رعایا کے باہمی تعصبات سے غافل۔ اس کا وزیر ابن علقمی شیعہ تھا جس نے کوشش شروع کی کہ سُنّی خلافت ہی کا خاتمہ کرکے سنیون کی شورشون کو ہمیشہ کے لیے مٹا دے۔

دنیا مین ان دنون تاتاریون کا زور تھا۔ انھون نے سارے ایران مین قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ دیلمیون اور سلجوقیون کی کوہستانی سلطنت باطنیہ کو پامال کر چکے تھے۔ ابن علقمی نے تاتاری سپہ سالار ہلاکو خان کو عراق و بغداد کی طرف بلایا۔ اور المعتصم کو غافل رکھ کے خلافت کے پاس جو کچھ فوجی قوت باقی تھی اُسکو بھی

مٹا دیا۔ آخر ہلاکو خان لاکھوں بلا کم و کاست تاتاریوں کے ساتھ آیا اور بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ خلیفہ کو جب کوئی مفر نظر نہ آیا تو امان مانگی۔ ہلاکو نے امان دی اور جب تاتاری جنگجو کے عہد و پیمان پر بھروسا کر کے وہ اپنے اعزا۔ علما۔ اور ارکان دولت کے ساتھ اُس سے ملنے کو گیا تو سب لوگ اسیر کر لیے گئے۔ پھر جب خلیفہ نے اپنا سارا خزانہ اور زر و جواہر منگوا کے حاضر کر دیے تو اپنے تمام ہمراہیوں کے ساتھ کمال بے رحمی و بدعہدی سے ۱۲۔ صفر ۶۵۶ھ م ۱۲۵۸ء روز چار شنبے کو قتل کیا گیا۔ اب تاتاریوں نے بغداد کو لوٹا۔ سارے شہر میں آگ لگائی۔ عالیشان عمارتیں جلا کے خاک کر دیں۔ کتب خانے جلائے اور دریا میں بہائے۔ اور خدا جانے کتنے دنوں تک قتل عام کرتے رہے۔ زن و مرد اور بوڑھے بچے سب اُنکے ہاتھ سے قتل ہوے۔ اور جب انسان نہ رہے تو جوشِ بہیمیت میں وہ جانوروں کو قتل کر کر کے خونخواری کی آگ بجھانے لگے۔ غرض چھ سو برس میں خلافت نے جو کچھ علمی و دنیوی دولت حاصل کی تھی۔ سب دم بھر میں تباہ و برباد ہو گئی۔ سعدی بیان شیرازی نے اس واقعے کی کیسی دردناک اور جگر خراش تصویر دکھائی ہے فرماتے ہیں۔

اے محمدؐ گر قیامت می برآری سر ز خاک — سر برآور وین قیامت درمیانِ خلق بین
نازنینانِ حرم را خونِ خلقِ نازنین — ز آستان گذشت و ما را خونِ دل از آستین
زینہار از دورِ گیتی و انقلابِ روزگار — در خیالِ کس نگشتے کانچنان گردد چنین
دیدہ بردار اے کہ دیدی شوکتِ بیتالحرم — قیصرانِ روم سر بر خاک و خاقانِ بر زمین
خونِ فرزندانِ عمِ مصطفےٰ شد ریختہ — ہم بر آن خاکے کہ سلطانان نہادندے جبین

بغداد میں خلافتِ عباسیہ کا جب اور جس طریقے سے استیصال ہوا اُس کا حال ہم بیان کر چکے۔ اسکے بعد خلافت اسلامیہ جس شان اور جس عنوان سے رہی اُس کا حال ہم آیندہ بیان کرینگے

۶۵۶ھ میں جب بغداد کا آخری خلیفہ المستعصم باللہ تاتاریوں کے ہاتھ سے شہید ہوا تو دنیاے اسلام بے خلیفہ کے رہ گئی۔ اور اسکو ہر جگہ مسلمانوں نے محسوس کیا۔ اُنکو نظر آتا تھا کہ اسلام بے پشت و پناہ ہے اور تمدن توحید کا شیرازہ ٹوٹا ہوا۔ اہل اسلام کو یہ واقعہ قیامت سے کم نہیں نظر آتا تھا۔ اور کوئی بات کسی کے بنائے نہ بنتی تھی۔

تاتاری جب عراق سے آگے بڑھے اور شام مین قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو فرمان روائے مصر نے جان پر کھیل کے اُن پر حملہ کیا۔ اور اُس میدان مین سینہ چاک مسلمانون نے ایسے جوش و خروش سے مقابلہ کیا کہ تاتاری شکست کھا کے بھاگے اور جدھر بھاگتے قتل ہوتے۔ اس فتح کی خبر جب عراق کے مصیبت زدہ مسلمانون کو ہوئی جو صحرا مین مارے مارے پھرتے تھے تو نسل بنی عباس کے ایک خلیفہ زادے کو بھی [illegible] یہ المستعصم باللہ کے چچا المستنصر باللہ کے بھائی اور خلیفہ الظاہر بامر اللہ کے فرزند ابو القاسم احمد تھے۔ المستعصم کے زمانے مین وہ قید خانے مین تھے۔ تاتاریون کے شور اور ہنگامے مین چھوٹے تو جان بچانے کے لیے بدوی قبائل عرب مین چلے گئے اور خانہ بدوشی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

مسلمانان مصر سے تاتاریون کے شکست کھانے کا حال سنتے ہی ابو القاسم چند اعزا اور بدوی سردارون کو اپنے ہمراہ لیکر مصر کی طرف بڑھے اور ۲۔ رجب [illegible] قاہرہ مین داخل ہوے۔ اُنکے آنے کی خبر چونکہ پہلے ہی سے ہو گئی تھی لہذا سلطان مصر ملک الظاہر اُمرائے دولت۔ قاضیون۔ فقیہون اور بڑے بڑے مقتدایان اُمت کو ساتھ لے کر اُنکے استقبال کو نکلا۔ اس موقع پر اہل مصر کا جوش مسرت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ قاہرہ کے عیسائی بھی انجیل و صلیب کو لیکر اور یہودی بھی توریت کو لیے ہوے استقبال کرنے والون مین شریک تھے۔ اور خلیفۂ اسلام کے ویسے ہی دلدادہ تھے جیسے کہ خود مسلمان تھے۔ ابو القاسم موصوف باب النصر کی طرف سے بڑے جلوس اور نہایت کر و فر کے ساتھ شہر مین داخل ہوے۔

اُن کے ورود کے گیارہ روز بعد ۱۳۔ رجب سنہ مذکور کو قصر جبل مین ایک دربار عام ہوا۔ سلطان مصر ملک الظاہر اور تمام علما و قضاۃ اور اکابر شہر اُس مین شریک ہوے۔ اس مجمع کے سامنے ابو القاسم نے کھڑے ہو کر اپنا نام و نسب ظاہر کیا۔ فوراً قاضی تاج الدین نے جو تمام علما مین ممتاز تھے کھڑے ہو کر اُنکے دعوے کی تصدیق کی۔ تصدیق ہوتے ہی سب سے پہلے شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام نے اُن کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ بعد ازان سلطان مصر نے بیعت کی۔ پھر قاضی تاج الدین نے اور اُنکے بعد تمام علما و روسا نے کی۔ ابو القاسم نے اسوقت سے المستنصر باللہ کا

کا لقب اختیار کیا۔ اور بعد اسکے کہ تین سال تک دنیا کسی خلیفہ سے خالی رہی مصر
مین خلافتِ عباسیہ کا دوسرا دور شروع ہوگیا۔

مگر اس وقت تک کسی کا خیال نہ تھا کہ آیندہ خلیفہ کا قیام قاہرہ ہی مین رہے گا
بلکہ یہ سمجھا گیا تھا کہ نئے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت اگرچہ مصر مین ہوئی مگر وہ عراق مین واپس
جاکر دارالسلام بغداد مین اپنی آبائی مسندِ خلافت پر جلوس کرے گا۔ چنانچہ چند ہی
روز بعد المستنصر باللہ نے سلطان مصر سے بغداد جانے کی اجازت مانگی۔ سلطان نے
اجازت ہی نہین دی بلکہ مجاہدین کا ایک لشکر جرار لیکر خلیفہ کے ساتھ ہوا کہ شام کے
انتہائی حدود تک پہونچا آئے۔ الغرض ملک الظاہر اور المستنصر باللہ دونون قاہرہ
سے روانہ ہوکر ۷۔ ذیقعدہ ۶۵۹ھ کو دمشق مین پہونچے۔ وہان جمعہ کی نماز دونون
نے ساتھ ادا کی اور اسکے بعد ملک الظاہر مصر مین واپس آیا اور المستنصر مجاہدین
کے ساتھ آگے بڑھا اس لیے کہ عراق کو مغلون سے مقابلہ کرکے لینا تھا۔

یہ لوگ علاقۂ الجزیرہ کے شہر ہیت تک پہونچے تھے کہ تاتاریون کے ایک لشکر عظیم
سے مقابلہ ہوگیا۔ اس معرکے مین مسلمان اگرچہ جان پر کھیل کے لڑے مگر دشمن کا لشکر
زبردست تھا۔ شکست کھائی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوے اور خلیفہ المستنصر کا پتہ
نہ لگا کہ کیا ہوا۔ یہ المناک واقعہ ۳۔ محرم ۶۶۰ھ ۱۲۶۱ء کو پیش آیا۔

المستنصر کے ہمراہیون مین سے جو لوگ بھاگ کر جان بچا سکے اُن مین ایک
ابوالعباس احمد عباسی تھا جو خلیفہ المسترشد باللہ کی نسل مین سے تھا۔ وہ بھاگتا ہوا
راحبہ مین پہونچا اور عیسیٰ بن مہنا نام وہان کے حاکم سے ملا۔ عیسیٰ نے اسکی اطلاع
مصر مین ملک الظاہر سے کی اور اُس نے فوراً بلوا لیا۔ ابوالعباس ۲۷۔ ربیع الآخر
۶۶۰ھ کو القاہرہ مین داخل ہوا۔ جہان نہایت ذوق و شوق سے اُس کا استقبال
ہوا۔ اور قلعۂ جبل مین ٹھہرایا گیا۔ چند روز بعد ۸۔ محرم ۶۶۱ھ یوم پنجشنبہ کو سلطانِ
مصر نے ایک عظیم الشان دربار کیا۔ اس دربار مین جب ابوالعباس نے اپنے نسب کو ثابت
کردیا تو سب نے اسکو خلیفہ تسلیم کیا۔ اور اُسکے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ اس خلیفہ نے
اپنے لیے الحاکم بامر اللہ کا لقب اختیار کیا۔ اسکی یہ حالت رہی کہ ہمیشہ لوگون کو تاتاریون
پر جہاد کرنے کے لیے اُبھارتا رہتا۔ آخر ۱۸۔ جمادی الاول ۷۰۱ھ ۱۳۰۱ء کو جمعے کے

دن اُس نے انتقال کیا اور اُسکا فرزند ابوالربیع سلیمان خلیفہ منتخب کیا گیا اپنے المستکفی باللہ کا لقب اختیار کیا۔ ابتداءً سے اور نیچے دونوں میں اس کا نام رہا۔ مگر آخر میں سکہ تو سلطان مصر کے نام کا ہو گیا اور خطبے میں البتہ خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا۔

سلطان مصر اُن دنوں نوجوان تھا۔ اُس سے اور المستکفی سے ایسے گہرے تعلقات تھے کہ جلوت و خلوت میں ہمیشہ ساتھ رہتے۔ ساتھ اُٹھتے بیٹھتے اور ساتھ ہی شکار کھیلتے۔ تاتاریوں کے مقابل جہاد پر بھی ساتھ ہی گئے اور بالکل بھائی بھائی نظر آتے تھے۔ مگر ۷۳۶ھ میں بعض دراندازوں نے تفرقہ ڈال دیا آخر سلطان کے حکم سے وہ مقام قوص میں جا کے رہا۔ دو برس شعبان ۷۴۰ھ م ۱۳۳۹ء میں سفر آخرت کیا۔

المستکفی نے وصیت کر دی تھی کہ اُنکے بعد اُن کا بیٹا احمد خلیفہ بنایا جائے مگر ملک الناصر اُن کے اس قدر خلاف تھا کہ اس وصیت کو نہ مانا اور اُنکے بھتیجے ابراہیم کو بلا کے خلیفہ قرار دیا۔ اور سب نے ۳۔ رمضان ۷۴۰ھ کو اُنکے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور اُنھوں نے الواثق باللہ کا لقب اختیار کیا۔ اسکو ایک ہی سال گذرا ہوگا کہ ملک الناصر مرض موت میں مبتلا ہوا۔ اور اُسوقت اپنے کیے پر پچھتایا۔ چنانچہ مرتے وقت وصیت کر دی کہ الواثق باللہ خلافت سے معزول کر دیا جائے۔ اور اُسکی جگہ لوگ المستکفی کے بیٹے احمد کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ چنانچہ ملک الناصر کی وفات کے بعد جب اُس کا بیٹا ابوبکر منصور سلطان ہوا تو اُس نے ایک بڑا بھاری دربار کر کے استحقاق خلافت کے معاملے میں قاضیوں اور فقیہوں سے بحث کی۔ اور جب المستکفی کے بیٹے احمد کی موافقت میں فیصلہ ہوا تو الواثق کی بیعت سب نے توڑ دی۔ اور احمد کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ جس نے پہلے تو المستنصر باللہ کا لقب اختیار کیا۔ پھر تھوڑے دنوں بعد اُسکو منسوخ کر کے اپنے دادا کا لقب الحاکم بامر اللہ اختیار کر لیا اور ۷۵۳ھ کے وسط م ۱۳۵۲ء) میں اُس نے وفات پائی۔

اُس نے کسی کے لیے جانشینی کی وصیت نہیں کی تھی۔ چنانچہ علما و اکابر قوم نے بالاتفاق اُسکے بھائی ابوبکر بن المستکفی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اُس نے

المعتضد باللہ کا لقب خلافت اختیار کیا۔ اس خلیفہ نے دس سال خلافت کرکے ۱۱ جمادی الاول ۷۹۳ھ سنہ ۱۳۹۱ء شب چہار شنبہ کو انتقال کیا۔ اور بعد اپنے بیٹے ابو عبداللہ محمد کو قرار دے گیا جسکے ہاتھ پر مسلمانوں نے بیعت کی۔ اور اس نے المتوکل علی اللہ کا لقب اختیار کیا۔

ان دنوں فرمانروائے مصر ملک الظاہر برقوق تھا۔ ۷۸۵ھ مین اُسے پتہ لگا کہ میرے قتل کے لیے ایک سازش ہوئی تھی جس مین خلیفہ المتوکل بھی شریک تھا۔ اس پر طیش مین آکر اُس نے تمام علما و فقہا و قاضیون کو جمع کرکے اُنسے خواہش کی کہ خلیفہ کی معزولی کا فتوے دین۔ مگر سب نے قطعاً انکار کیا اور وہیں سے چلے گئے۔ تب برقوق نے بجور و تظلم اپنی حکومت کے برتے پر خلیفہ کو معزول کرکے ایک قلعے مین قید کردیا۔ اور آل حاکم بامر اللہ کے پوتے عمر بن ابراہیم کو بلاکے اسکے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ عمر نے مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی الواثق باللہ اپنا لقب قرار دیا۔ چند روز بعد برقوق کو اپنی بے اعتدالی پر تنبہ ہوا۔ اور متوکل کو قید سے نکال کے اپنے محل مین لایا۔ عزت و حرمت سے رکھا مگر خلافت الواثق ہی سے وابستہ رہی۔ آخر ۲۹۔ شوال ۷۸۸ھ سنہ ۱۳۸۶ء کو الواثق نے انتقال کیا یہ دیکھ کر لوگون نے ملک الظاہر برقوق سے سفارش کی کہ اب المتوکل کو مسند خلافت پر بیٹھنے دیجیے مگر اُس نے سماعت نہ کی اور الواثق کے بھائی زکریا کو بلاکے اُسکے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ جس نے المعتصم باللہ کا لقب اختیار کیا جو ۲۔ جمادی الاولی ۷۹۱ھ تک خلیفہ مانا جاتا تھا۔ اس سال ملک الظاہر نے المتوکل کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ مگر ایک اُس سے قسم کے ساتھ عہد و پیمان لیا گیا کہ ہمیشہ ملک الظاہر کا دوست اور خیر خواہ رہے گا۔ اسکے بعد وہ بے غل و غش مسند خلافت پر جلوہ فرما رہا۔ یہان تک کہ ۲۸۔ رجب ۸۰۸ھ سنہ ۱۴۰۵ء مین اُس نے دنیا کو رخصت کیا۔ یہ خلیفہ دولتمندی اور صاحب اولاد ہونے مین نہایت ہی اقبالمند تھا۔ ایک سو لڑکے ہوئے جن مین سے چار کو مسند خلافت پر جگہ ملی۔ اور یہ وہ بات تھی جو اور کسی خلیفہ کو نہین نصیب ہوئی۔ المتوکل کے زمانے مین دولت عثمانیہ روم کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ اور عثمان خان کا بیٹا بایزید خان حکومت کر رہا تھا۔ مگر یہ بجال

نہ تھی کہ اپنے آپ کو بادشاہ یا سلطان کہے۔ اس لیے کہ یہ عزت کسی بادشاہ کو اُسی وقت حاصل ہو سکتی تھی جب دربار خلافت تسلیم کرلے۔ چنانچہ ایزید خان نے ۸۹۷ھ میں خلیفہ المتوکل کے پاس بہت سے ہدیے۔ تحفے اور نذرانے بھیجکر التجا کی کہ اُسے شاہی کا خطاب عطا ہو۔ متوکل نے اس درخواست کو قبول کیا اور اُسکو "سلطان روم" کا خطاب دیا۔ اُسی وقت سے زبان زد ایران آل عثمان "سلطان روم" کہے جانے لگے۔ اور اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلاطین آل عثمان کو مصر کے دربار خلافت سے "خلافت اسلام" ہی نہیں ملی بلکہ اُس سے پیشتر شاہی بھی اُسی دربار سے ملی تھی۔

المتوکل نے ابتداءً اپنے بیٹے احمد کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ اور اُسکے لیے المعتضد علی اللہ کا خطاب بھی قرار دے دیا تھا۔ مگر چند روز بعد اُسکو ولیعہدی سے محروم کرکے دوسرے بیٹے ابو الفضل کو ولیعہد خلافت بنا دیا۔ چنانچہ وہی اُسکے بعد خلیفہ ہوا اور اُس نے المستعین باللہ کا لقب اختیار کیا۔ وہ آٹھ سال خلافت کرکے ۸۱۶ھ ماہ ذیحجہ ۱۴۱۳ء میں معزول کر دیا گیا اور اُسکے بھائی داؤد کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ جس نے اپنا لقب المعتضد باللہ قرار دیا۔ اور معزول خلیفہ المستعین اسکندریہ میں چلا گیا جہاں وہ ۸۳۳ھ تک زندہ تھا۔

المعتضد پورے تیس سال تک خلیفہ رہا۔ جب مرنے کا وقت آیا تو اپنے بھائی ابو الربیع سلیمان کو اپنا جانشین قرار دیا۔ چنانچہ ۴۔ ربیع الاول ۸۴۵ھ ۱۴۴۰ء کو جب وہ مرا ہے تو سلیمان نے اُسکی جگہ مسند خلافت پر بیٹھ کر المکتفی باللہ کا لقب اختیار کیا۔ المکتفی نے ذیحجہ ۸۵۴ھ ۱۴۴۹ء میں وفات پائی۔ اور سلطان مصر اور تمام لوگوں نے اُسکے بھائی ابو البقاء حمزہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کا لقب القائم بامر اللہ مشہور ہوا۔

القائم کے زمانے میں ایک بار مصری فوج سلطان مصر کی خلاف ہو گئی تھی۔ اس بغاوت میں خلیفہ نے بھی فوج کا ساتھ دیا۔ مگر انجام یہ ہوا کہ جب سلطان کو فوج پر غلبہ حاصل ہوا اور بغاوت فرو ہوئی تو القائم کی یہ حالت ہوئی کہ سلطان کو منہ نہ دکھا سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے خود ہی جمادی الاولیٰ ۸۵۹ھ ۱۴۵۴ء میں خلافت سے دست برداری اختیار کرلی۔ اور لوگوں نے اسکے بھائی ابو العباس یوسف کے ہاتھ

بیعت کی جس نے اپنا لقب المستنجد باللہ قرار دیا۔ معزول خلیفہ القائم القاہرہ کو چھوڑ کر اسکندریہ میں چلا گیا۔ جہاں ۹۶۲ھ میں اس نے انتقال کیا۔

المستنجد باللہ نے ۲۴ محرم ۸۹۴ھ یوم شنبہ ۱۴۸۹ء کو دنیا سے رحلت کی اور اپنے بھتیجے سیدی عبد العزیز ابو العز یعقوب بن متوکل کو اپنا ولیعہد بنا گیا جسنے المتوکل علی اللہ کا لقب اختیار کرکے خلافت شروع کی جو تقریباً پچاس سال تک مسند خلافت پر جلوہ فرما رہا۔ یہاں تک کہ ۹۔ محرم ۹۲۳ھ ۱۵۱۷ء کو آل عثمان کا صاحب عظمت و جبروت تاجدار سلطان سلیم فاتح عساکر مصر کا فاتح قاہرہ میں داخل ہوا اور مصر و شام کے ساتھ عرب اور حرمین شریفین کو بھی اپنے قبضۂ تصرف میں ہو گئی۔ فتح کے بعد سلطان آخری خلیفۂ عباسی المتوکل علی اللہ سے ملا بہ لطف و مرحمت پیش آیا۔ اور اسکو اپنے ساتھ قسطنطنیہ میں لے گیا۔

ان مہربانیوں کے معاوضے میں المتوکل علی اللہ نے دعوے خلافت سے دست بردار ہو کر خلافت اسلامیہ کا حق سلطان سلیم کو دیدیا۔ اور جو علامات تبرکات ذخیرۂ خلافت خزانۂ خلافت میں شعائر خلافت کے طور پر تھے فتحمند سلطان روم کے حوالے کر دیے ان میں سے ایک عہد رسالت کا علم تھا۔ ایک جناب رسول اللہ صلعم کی تلوار تھی۔ اور ایک آپ کی چادر تھی۔ اب اس وقت سے سلطان سلیم نے اپنے القاب میں امیر المومنین خلیفۂ رسول اللہ اور خادم حرمین شریفین کا خطاب اضافہ کر لیے۔

غرض ۹۲۳ھ سے خلافت سلاطین ترکان آل عثمان سے وابستہ ہو گئی۔ اسوقت سے آج تک مسلمانوں نے کبھی یہ بحث نہیں چھیڑی کہ خلافت خاص قریش کا حق ہے اور دنیا کی کوئی اور قوم اس حق کو حاصل نہیں کر سکتی۔ نہ متوکل علی اللہ نے سلطان سلیم کے سامنے یہ عذر پیش کیا کہ آپ ترک ہیں اور خلافت عربوں اور عربوں میں بھی خاص قبیلۂ قریش کے لوگوں کا حق ہے اور نہ مسلمانوں میں کبھی اسپر ناراضی کا اظہار ہوا۔ اور اس زمانے میں مسیحی دول یورپ نے بھی کبھی یہ شبہ نہیں پیدا کیا۔ مگر ہاں اس آخری صدی میں جب طرح طرح کی سازشوں اور مکاریوں سے ترک زیر کر لیے گئے تو یہ مسئلہ بھی دنیا میں اٹھایا گیا۔ اور مختلف ممالک کے سیاستدانوں اور فقیہوں میں ایسے مفتی پیدا کر دیے گئے جو ترکوں کی دینی سیادت کے خلاف ہوں۔

اور خلافت کو عربوں کے سوا اور کسی کا حق نہ تسلیم کرتے ہوں۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ ترکوں میں آنے سے خلافت کو پھر وہ اگلی شوکت و سطوت پھر حاصل ہوگئی جو تاتاریوں کے ہاتھ سے بغداد کے بعد رخصت ہوگئی تھی۔ اصل یہ ہے کہ تاتاریوں کے حملے سے صدیوں پہلے ہی عربوں کا دور ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے کہ بغداد کے چند ہی روز بعد سے خلافت اگرچہ برائے نام باقی بھی تھی تو سلجوقیوں اور دیلمیوں کے پاؤں پر کھڑی ہوئی تھی۔ بغداد کی تباہی کے بعد جو فقط نام کی خلافت مصر میں قائم تھی اس کا مذہبی عنوان سے چاہے جس قدر ادب و احترام کیا جاتا ہو مگر اصل میں وہ سلاطین مصر کے ہاتھ کی کٹھ پتلی تھی۔ جس خلیفہ کو وہ چاہتے مسند خلافت پر سے ڈھکیل دیتے اور جس کے سر پر چاہتے جانشینی رسولؐ کا عمامہ رکھ دیتے۔

سلطان سلیم کے خلیفہ ہوتے ہی خلافت میں جلال و اقبال پیدا ہوگیا۔ بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے شوق نے سلجوقیوں کے زمانے سے یورپ میں جو جوش و خروش پیدا کر دیا تھا اُسکے روکنے کی قوت اب اُن مسلمان ترکی فرمانروا اور [illegible] باقی تھی جنھوں نے شام و عراق کے شہروں کو آپس میں بانٹ لیا تھا اور ہمیشہ باہم لڑتے بھڑتے رہتے تھے۔ مگر مسلمانوں کے حال پر خدا کی مہربانی ہوئی کہ ترکان آل عثمان نے ان سب چھوٹے چھوٹے سرداروں کو زیر کرکے طوائف الملوکی دور کی اور ایک زبردست سلطنت قائم کر دی جس کے آگے ڈینیوب سے دجلے تک۔ دریائے [illegible] سے نیل تک۔ اور بحر اسود سے بحر ہند تک تمام ممالک اور کل قومیں سر جھکائے ہوئے تھیں۔ چنانچہ اب بجائے اسکے کہ یورپ کی صلیبی مہمیں مصر و شام تک پہونچیں اُنکی رفتار جزیرۂ بلقان تک محدود ہوگئی۔ اور بہت سی صدیاں اس شان سے گذر گئیں کہ سارا یورپ اتحاد کرکے ترکان آل عثمان کے مقابلے پر آتا اور زکیں اُٹھاتا۔ یہی سبب ہے کہ اُن دنوں سلاطین ترک جو خلافت رسول کی مسند پر بیٹھے ہوئے تھے اپنے سامنے یورپ کے کسی فرمانروا کی کچھ ہستی نہ سمجھتے تھے اور نہ کسی کو بادشاہ تسلیم کرتے تھے۔

سلطان سلیم نے ۹۔ شوال ۹۲۶ھ م ۱۵۲۰ء کو وفات پائی تو اُس کا جانشین سلیمان عالیشان ہوا جو سلیمان قانونی کے لقب سے مشہور ہے۔ اس کا زمانہ پہلے سے

بھی زیادہ سطوت و جبروت اور اقبالمندی کا زمانہ تھا۔ اور اُسی کے وقت مین پہلے پہل فرانسیسون اور باب عالی خلافت کے درمیان تعلقات دوستی قائم ہوے۔

اس کا باعث یہ ہوا کہ فرانس کا بادشاہ اُن دنون فرنسیس اول تھا۔ چارلس شاہ آسٹریا سے اُس سے رقابت تھی۔ اور چارلس اُن دنون فراتون اور مختلف اسباب سے اسپین۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ اور جنوبی اٹلی پر متصرف ہو گیا تھا۔ جسکے باعث فرانس کی مملکت بالکل محصور تھی۔ اپنی یہ نازک حالت دیکھ کر شاہ فرانس کو بجز اسکے کسی بات مین مفر نہ نظر آیا کہ خلافت اسلامیہ کو اپنے حال پر مہربان کرے چنانچہ اُس نے سلیمان عالیشان کے دربار مین سفارت بھیجی۔ جس کو سلطان کی مہربانی حاصل ہوئی۔ اور سلطان نے اوائل ربیع الثانی ۹۳۲ھ مین اُسکو جو جواب بھیجا تاریخون مین موجود ہے۔ اس کا پورا پورا نقل کر دینا لطف سے خالی نہ ہوگا۔ کیونکہ اسکو پڑھ کے نظر آ سکتا ہے کہ اُن دنون دولت خلافت عثمانیہ کا دنیا مین کیا درجہ تھا اور فرانس کی اُسکے سامنے کیا شان تھی۔ اس فرمان سلطانی کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہے:-

بعنایت حضرت الٰہی جلت قدرتہٗ وعلت کلمتہٗ۔ وبمعجزات کثیر البرکات سردار گروہ انبیا و مقتداے طائفہ اصفیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وبقوت مقدس ارواح حامیان اربعہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وجملہ اولیا آنحضرت مین سلطانون کا سلطان خاقانون کی برہان۔ بادشاہون کو تاج پہنانے والا۔ اور زمینون پر سایۂ الٰہی۔ سلطان بحر ابیض و بحر اسود و اناطولیا و روملیہ و قرمان روم و ولایت ذی القدریہ و دیار بکر و کردستان و آذربائیجان و عجم و شام و حلب و مصر و مکہ و مدینہ و قدس (بیت المقدس) وجملہ بلاد عرب و یمن و دیگر ممالک کثیرہ جن کو میرے محترم آبا و ذی عظمت اجداد انار اللہ براہینہم نے اپنی قوت قاہرہ سے فتح کیا تھا۔ اور بہت سے اور شہر جن کو میری عظمت کے بازو نے نصرت شمشیر سے فتح کیا مین ہون سلطان سلیمان خان بن سلطان بایزید خان۔ بجانب فرنسیس شاہ ولایت فرنسا۔ جو خط تم نے بھیجا ہے مع تمھارے خادم فرانقیان بشرط کے ملجاے سلاطین

کے آستان پر پہونچا - وہ واقعات بھی معلوم ہوئے جو تم نے زبانی کہلا بھیجے ہیں - اور ہمیں اسکی بھی خبر ہوئی کہ تمہارا دشمن تمہارے شہروں پر غالب آگیا اور تم گھیرے ہوئے ہو - اور ایسی جانب سے اس بارے میں مدد و توجہ کے خواستگار ہو - خصوصاً اپنی رہائی کے بارے میں جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سب ہمارے شاہانہ دربار کے تخت کے سامنے آستان پر پیش کر دیا گیا - میرا علم شریف تفصیلی طور پر اُس سے آگاہ ہو گیا اور بوجہ ہمیں منکشف ہوا - بادشاہوں کا قید ہونا اور تنگی میں پڑنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے لہذا تو خاطر جمع رکھ اور پریشان نہ ہو - اس لیے کہ تیرے بزرگ آبا اور سراپا جلال و اجلال اجداد (خدا اُنکے مرقدوں کو فراخ کرے) کبھی جنگ و پیکار سے خالی نہ رہے شہروں کو فتح کرتے اور دشمنوں کو کچلتے رہتے - اور ہمارا بھی یہی شعار ہے - اس لیے کہ ہم اُنکے نقش قدم پر چلتے ہیں - اور ہمیشہ دشوار گذار شہروں کو اور مضبوط قلعوں کو فتح کرتے رہتے ہیں - ہمارے گھوڑے شب و روز کسے کھڑے رہتے ہیں - ہماری تلواریں ہمیشہ میان سے باہر رہا کرتی ہیں - اور حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے ارادے اور اپنی مشیت سے کامیابی کو آسان کر دیتا ہے - باقی حالات و واقعات کو تم اپنے خادم سے معلوم کروگے - بس تمہیں اتنا ہی معلوم رہے -

مرقومہ اوائل ربیع الآخر ۹۳۲ھ مقام دار السلطنت علیہ قسطنطنیہ محروسہ

اس تحریر میں سلطان سلیمان نے نہ کسی بات کا وعدہ کیا ہے اور نہ کوئی کارروائی اپنے ذمے لی ہے - مگر اُن دنوں فرمان روائے اسلام کے وہ کلمہ تسلی بھی [illegible] مغلوب کرنے کے لیے کافی سمجھے جاتے تھے - چنانچہ دوسرے ہی سال شعبان خان نے ہنگاریہ پر حملہ کر دیا - موہکز کے میدان میں شاہ ہنگاریہ کو ایسی فاش شکست دی کہ سارا ہنگاریہ مطیع فرمان ہو گیا - پھر بوداپسٹ میں داخل ہو کر سلیمان نے جان زبولی کو تاج بخشی کر کے ہنگاریہ کا بادشاہ بنایا اور دار الخلافت میں واپس آیا -

اسکے بعد ترکوں اور سلطنت فرانس میں ایک خاص معاہدہ ہو گیا جس کی رُو سے عام عیسائیوں کو امن و امان اور حفاظت کے ساتھ زیارت بیت المقدس کی آزادی دیگئی - اور عیسائیوں کی ہر طرح سے بے انتہا خاطر داشت کی گئی -

یہ دولت عثمانیہ کے خاص شباب کا زمانہ تھا - خیر الدین پاشا کے مطیع و منقاد

بن جانے سے سلطنت خلافت کی بحری قوت یک بہ یک اس قدر ترقی کر گئی کہ ساری دنیا مین سب سے اول درجے کی بحری قوت دولت عثمانیہ کی تھی اور بحیرۂ روم مین ترکون کی ایسی سطوت قائم ہوگئی تھی۔ کہ دور سے ہلالی پرچم دیکھتے ہی دشمنون کے حواس جاتے رہتے۔ اور کسی کو بجز ہتھیار رکھ دینے اور ہاتھ پانون ڈال دینے کے کسی کام مین مفر نہ نظر آتا تھا۔ اور اسی سلسلے مین ٹونس۔ طرابلس اور الجزیرہ سریر آرائے آل عثمان کے زیر نگین ہوگئے۔ بعد ازان پورا جزیرہ نمائے عرب بھی قلمرو خلافت مین شامل ہوگیا۔ اور ترکی بیڑہ خلیج سویز سے روانہ ہوکر سندھ اور گجرات کے سواحل پر آپہونچا۔ اور جابجا پرتگیزون کو ہندوستان کی بندرگاہون سے مار کے نکالا۔

۲۰۔ صفر ۹۷۴ھ م ۱۵۶۶ء مین سلطان سلیمان نے سفر آخرت کیا۔ اور اُسکے مسند خلافت پر تیسرے عثمانی خلیفہ سلطان سلیم خان غازی نے قدم رکھا۔ اور اُسی زمانے سے سلطنت عثمانیہ نے بجائے ترقی کی شاہراہ کے انحطاط کی جانب قدم رکھا اور روز بروز سلاطین آل عثمان کی حالت ابتر اور رُو بہ زوال نظر آنے لگی۔

۲۷۔ شعبان ۹۸۳ھ م ۱۵۷۴ء کو سلیم ثانی نے وفات پائی اور اُس کا بیٹا مراد خان ثالث مسند خلافت پر بیٹھا۔ ۸۔ جمادی الاولیٰ ۱۰۰۳ھ م ۱۵۹۶ء کو اس سلطان نے بھی عالم آخرت کی راہ لی۔ اور اُسکا فرزند محمد خان ثالث تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس سلطان کے زمانے مین فوج کی قوت سلطنت پر اسقدر غالب آگئی کہ روک تھام مشکل ہوگئی۔ مگر بنی چری فوج نے سلطنت کا ساتھ دیا اور وہ فتنہ فرو ہوگیا ۱۲۔ رجب ۱۰۱۲ھ م ۱۶۰۳ء کو سلطان محمد خان نے عالم بقا کی راہ لی۔ اور اُس کا بیٹا احمد خان اول سلطان ہوا۔ اس نے ۲۳۔ ذیقعدہ ۱۰۲۶ھ م ۱۶۱۷ء مین دنیا کو رخصت کیا اور مصطفےٰ خان سریر خلافت پر جلوہ فرما ہوا۔ مگر پورے چار مہینے بھی حکومت نہین کرنے پایا تھا کہ یکم ربیع الاول ۱۰۲۷ھ م ۱۶۱۸ء کو تخت سے اُتار دیا گیا۔ اور وزرا و ارکان دولت نے عثمان خان ثانی کو تخت پر بٹھایا۔ مگر سرداران ترک مین اب بادشاہون کے معزول کرنے کی ایسی جرأت بڑھ گئی تھی کہ ۱۵۔ ذیقعدہ ۱۰۳۲ھ م ۱۶۲۳ء کو وہ بھی سریر جہان بانی سے اُتار دیا گیا اور مراد خان رابع نے اُسکی جگہ لی۔ مراد خان نے ۱۶۔ شوال ۱۰۴۹ھ م ۱۶۴۰ء

کو وفات پائی - اور اُس کا جانشین ابراہیم خان اول ہوا - مگر فوج مین اُسکی جانب سے بھی ایسی ناراضی بڑھی کہ ۲ - شعبان ۱۰۵۸ھ م ۱۶۴۸ء کو تخت سے معزول ہوا اور اُسکے دس روز بعد قتل بھی کر ڈالا گیا - اسکی جگہ محمد خان رابع تخت پر بیٹھا - یہ سلطان نے اپنے آبا و اجداد کی نسبت زیادہ زمانے تک جہانبانی کی - ۳۹ - سال حکومت کرتا رہا - مگر انجام وہی ہوا کہ ۲ - محرم ۱۰۹۹ھ م ۱۶۸۸ء کو سلطنت سے معزول کر دیا گیا - اب سلیمان خان ثانی بادشاہ ہوا - اُس نے ۲۶ - شعبان ۱۱۰۲ھ م ۱۶۹۱ء کو سفر آخرت کیا - اور احمد خان ثانی مسند خلافت پر بیٹھا - وہ ۲۲ - جمادی الثانیہ ۱۱۰۶ھ م ۱۶۹۵ء کو راہی عدم ہوا - اور مصطفےٰ خان ثانی سریر آرائے خلافت ہوا - لیکن ۱۲ - ربیع الآخر ۱۱۱۵ھ م ۱۷۰۳ء کو تخت سے اُتار دیا گیا - اور اُسکی جگہ احمد خان ثالث کو دی گئی - وہ بھی ۱۵ - ربیع الاول ۱۱۴۳ھ م ۱۷۳۰ء کو معزول ہوا - اور محمود خان اول تخت خلافت پر بیٹھا - اُس نے ۲۷ - صفر ۱۱۶۸ھ م ۱۷۵۴ء مین وفات پائی - اور عثمان خان ثالث نے تاج خلافت و شہنشاہی پہنا - اُسنے ۱۶ صفر ۱۱۷۱ھ م ۱۷۵۷ء کو آغوش لحد مین آرام کیا - اور اُس کا جانشین مصطفےٰ خان ثالث قرار پایا - اُس نے ۱۱ - ذیقعدہ ۱۱۸۷ھ م ۱۷۷۴ء کو وفات پائی اور سلطان احمد خان ثالث کا بیٹا عبد الحمید خان اول سریر خلافت پر بٹھایا گیا - عبد الحمید خان نے ۱۲ - رجب ۱۲۰۳ھ م ۱۷۸۹ء کو سفر آخرت کیا - اور اُس کا جانشین مصطفےٰ خان ثالث کا بیٹا سلیم خان ہوا جو آل عثمان مین اس نام کا تیسرا تاجدار ہے - اُسکے زمانے مین ایسی بدنظمی ہوئی اور ایسے ہنگامے پیدا ہوے کہ ۲۱ - ربیع الآخر ۱۲۲۲ھ م ۱۸۰۷ء کو تخت خلافت و سلطنت سے اُتار دیا گیا اور مصطفےٰ خان رابع جو عبد الحمید خان اول کا بیٹا تھا سلطان بنایا گیا - وہ بھی ۴ - جمادی الثانیہ ۱۲۲۳ھ م ۱۸۰۸ء کو تخت سے اُتار کے قتل کر ڈالا گیا اور محمود خان ثانی سریر جہانبانی پر جلوہ فرما ہوا - محمود خان ثانی نے ۱۹ - ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ م ۱۸۳۹ء کو انتقال کیا - اور سلطان عبد المجید خان تخت نشین ہوے جن کے عہد مین سپاہیون کی عظیم الشان بغاوت ہوئی - ذیحجہ ۱۲۷۷ھ م ۱۸۶۱ء کو عبد المجید خان دنیا سے رخصت ہوے اور مسند خلافت پر اُنکے بھائی عبد العزیز خان نے قدم رکھا - اُنکے آخر عہد مین روس اور دیگر دول یورپ

کی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں سے ایسے ہنگامے ہوئے کہ معززین سلطنت نے ۶-
جمادی الاولی ۱۲۹۳ھ م ۱۸۷۶ء کو انھیں سلطنت سے معزول کرکے مراد خان کو
کو تخت پر بٹھایا - مگر وہ بھی اپنی دماغی خرابیوں اور کمزوریوں کے باعث چند ہی ماہ
بعد شعبان ۱۲۹۳ھ م ۱۸۷۶ء کو معزول کیے گئے - اور سلطان عبدالحمید خان
کو تخت سلطنت پر جگہ دی گئی - عبدالحمید خان کا زمانہ باوجود انکے اعلیٰ تدبر کے
خلافت اسلامیہ اور دولت عثمانیہ کے لیے نہایت ہی خطرناک رہا - یورپ کی
کیا دانہ دست درازیوں کو وہ اپنی پالیسی سے ہمیشہ مسترد کرتے رہے مگر جب خود
اُن کی قوم کے وہ لوگ جنھوں نے یورپ کے آغوش میں پرورش پائی تھی بغاوت
و مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوئے تو اُنھیں تخت و تاج سے دست بردار ہونا پڑا -
اور نوجوان آزاد خیالوں نے سلطان محمد خامس کو تخت پر بٹھا کے سلطنت کرنا
شروع کی - ان انقلابات کو یورپ نے خاموشی کے ساتھ دیکھا - اور جبکہ سلطنت کے
اندرونی جھگڑے نہایت ہی صلاحیت کے ساتھ طے ہوگئے تو باہم اتفاق کرکے
کوشش کی کہ دولت عثمانیہ کو بالکل فنا کردیا جائے - چنانچہ اٹلی نے طرابلس الغرب
پر بے سبب اور بے پوچھے گچھے قبضہ کرلیا - اور سب نے اُس کی تائید کی - اس کو
بھی دولت عثمانیہ نے صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرلیا تو بلغاریہ - سروبیہ -
مانٹ نگرو - اور یونان اُبھار دیے گئے - جنھوں نے یکایک حملہ کرکے اور جمہوریہ
ترکی کے کارکنوں سے سازش کرکے سارے بلقان کو ترکوں کے قبضے سے نکال لیا
یہ جھگڑے اچھی طرح طے نہیں ہونے پائے تھے کہ آخری عظیم الشان جنگ چھڑ گئی
جس میں جرمنی و آسٹریا کی سلطنتیں ایک طرف تھیں اور ساری مغربی و مشرقی
اور پرانی اور نئی دنیا ایک طرف - ترکوں کو اپنی بعض مصلحتوں سے جرمنی کا ساتھ
دینا پڑا - جس میں جرمنی کو شکست ہوئی - اور اب جو فیصلہ کیا گیا ہے اس میں جرمنی
آسٹریا - بلغاریہ سب تھوڑے تھوڑے نقصان کے ساتھ اپنی حالت پر برقرار
رکھے گئے ہیں - مگر اسلامی خلافت اور ترکی سلطنت کی نسبت چاہا جاتا ہے کہ
فنا کردی جائے -

خلافت کی گذشتہ تاریخ سے نظر آرہا ہے کہ کئی بار خلافت کے لیے بُرے دن

آئے مگر ہمیشہ دست بُرد زمانہ سے بچ گئی - اور گر گر کے اُٹھی اور سنبھلی - مگر اب کی گرنا ایسا ہے کہ سوا مٹ جانے کے بچنے کی کوئی اُمید نہین نظر آتی -

لوگ انگریزون یا یورپ والون کو الزام دیتے ہین - مگر ہمارے نزدیک اس کا اصلی الزام کسی کو ہرگز نہین دیا جا سکتا - جو کچھ الزام ہے خود مسلمانون پر ہے - یہ جو کچھ ہوا سب اپنے ہاتھ کا کیا ہوا ہے - شریف مکہ نے بیت المقدس کے عیسائیون کے ہاتھ مین جانے پر خوشیان منائین اور خلافت کی بیخکنی مین پوری کوشش کی - عراق کے عربون نے خود ذوق و شوق سے انگریزون کو بلایا - اور ترکون کو پامال کیا - شام کے مسلمان غیر مذہب حملہ آورون کے ممد و معاون بنے - ہندوستان - بلوچستان - اور سرحدی صوبے کے لاکھون مسلمان ترکون اور خلافت کی قوت مٹانے کے لیے برٹش جھنڈے کے ساتھ میدان جنگ مین گئے - اور انگریزی وزرا نے صاف اعلان کر دیا کہ بیت المقدس اور شام کو مسلمانون نے فتح کیا - ہمارے نزدیک تو اس موقع پر مسلمانون کو گریبان مین سر ڈالنا چاہیے نہ کہ بیحیائی سے سر اُٹھا کے انگریزون کو الزام دین -

فرنگستان نے اپنی تیرہ سو برس کی مسلسل کوششون مین آج پوری کامیابی حاصل کی ہے - اس سے اُمید کرنا کہ اپنے صدیون کے تاریخی حریف کو مغلوب کر کے اُسکی گم شدہ وقعت خیرات کے طور پر عطا کر دے گا ہوا مین قلعہ بنانا ہے جس قوم مین ایسے ٹرٹر موجود ہون جیسے کہ ہم کو گذشتہ لڑائی مین نظر آگئے وہ قوم دنیا مین باقی نہین رہ سکتی اور نہ باقی رہنے کی مستحق ہے -

سچ تو یہ ہے کہ مسلمان اب کوئی قوم نہین - وہ نفس کے بندے ہین اور اپنے ذاتی اغراض پر قومیت اور دین دونون کو قربان کر چکے - وہ دین اور خلافت کو نذر سے بچانے کے لیے اپنی زمینداریان - اپنی تجارت - اپنے گھر بار - اپنی ذلیل دولت اور اپنی تن آسانی کو نہین چھوڑ سکتے - قومی مصیبت نے نہ اُنکی شادیان رکوائین نہ اُنہین سے عیش و نشاط کی صحبتین ترک کرائین - برائین اُسی دھوم سے نکلتی ہیں - عروسی کی محفلون مین رنڈیان اُسی ناز و انداز سے ناچتی ہین - زچگیون اور سالگرہون اور دوسری تقریبون مین ڈھول اُسی گرمجوشی سے بجتی ہے - اور

اللہ میاں کی سلامتی رنجگون مین اُسی آن بان سے گائی جاتی ہے - جب یہ حال ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس قوم پر کوئی مصیبت پڑی ہے ؟ مسٹر محمد علی کے ایسے دو چار آدمیون کے چلانے اور آہ و واویلا کرنے سے اور مولوی فاخر صاحب کے ایسے دو چار بزرگون کے قید خانے چلے جانے سے کیا ہوتا ہے ؟

شریف مکہ غاصب ہے اور قوم کی بیخ کنی کا ناپاک ترین مجرم - حرمین شریفین فی الحال وہ شہر ہین جو غصب کیے ہوے ہین - اور غاصب کے قبضے مین ہین - اور مغصوبہ زمین پر ہمارے سیاسی و اخلاقی مسلک مین نماز نہین جائز ہے - مسلمانون سے اتنا تو ہو نہین سکتا کہ جب تک ان محترم شہرون پر اس غاصب کا قبضہ ہے حج کو جانا چھوڑ دین - تاکہ اس غاصب قومی نمکحرام کو اپنے جرم کی کچھ تو سزا ملے - اور انگریزون کو بھی محسوس ہو کہ مسلمانون نے خلافت کے زوال کو کہان تک محسوس کیا -

یہود کا جب بیت المقدس مین استیصال ہوا ہے تو اُن مین جب مقابلے کی قوت نہ باقی رہی تو رونیوالون کا ایک پُرجوش گروہ پیدا ہوگیا تھا - جو اپنے قومی زوال پر پانچ چھ صدیون تک روتا اور نوحہ خوانی کرتا رہا - ہمارے یہان تو افسوس کوئی رونیوالا بھی نہین - جتنے ہین خوش اور بشاش اور باطمینان تمام شادان و فرحان ہین -

نوعمر ناتجربہ کار جوش ظاہر کرنے والون کا بجاے خود بے سروپا اور ناممکن العمل تجویزین قرار دے لینا خصوصاً جبکہ قوم کے کانون پر جون بھی نہین رینگتی بالکل بیکار اور بے نتیجہ ہے - جن لوگون کے ہاتھ مین ہماری قسمت دے دی گئی ہے وہ بجز اسکے کہ ان باتون کا مضحکہ اُڑائین ہمارے شور و غل کی مطلق پروا نہین کرتے -

بہر حال گذشتہ سال اس انجام پر ختم ہوا - اور موجودہ سال ہمارے لیے اس قومی بیحیائی کو لیکر آیا ہے - لہذا اب ہم مُردہ ہین - اور جینے کے تمام علامات و آثار ہم سے مفقود ہو چکے -

---

مضامین تاریخی واقعات پر خیال آرائی

(اگلے تین صفحے ملاحظہ ہوں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیدرد ہین جو درد کسی کا نہین رکھتے
ایسے بھی ہین یار جو کچھ نہین رکھتے

اصل تو یون ہے کہ ایسا کوئی نہین جسے کسی کی آرزو نہو۔ دلِ بیتاب جو رقص بسمل کا تماشا دکھایا کرتا ہے اُسکی سیر دیکھنے والی یہ تمنائین ہی ہین۔ جس دل کو دیکھیے کسی نہ کسی امید کو پہلو مین لیے بیٹھا ہے۔ نیچرل مناظر کی نیرنگیان فقط آرزوؤن کے اختلاف سے ہین۔ ہر آرزو حقیقت مین ایک نیا مزہ رکھتی ہے۔ اُسکا لطف کچھ اُسی کو خوب معلوم ہوتا ہے جسنے اپنی زندگی اُسکی نذر کردی۔ یہ معمولی ثبوت ہین کہ روز صبح کو دامن شمع پروانون کا گنج شہیدان ہوتا ہے۔ اور بستر ناز اُن مُرجھائے پھولون کی حسرت گاہ ہوتی ہے جنھون نے اپنی تر و تازگی کسی کی پیاری نیند اور بے تکلفی کی کروٹون پر قربان کردی۔ مگر وہ موقعے ستم ڈھا دیا کرتے ہین جہان ہجوم آرزو نے کوئی غیر معمولی حسرتناک کرشمہ دکھایا ہو۔

یہ سچ ہے کہ آرزو سے کوئی دل خالی نہین مگر اُن لوگون کی بے صبرانہ آرزومندی کا اثر عجب لخراش سمان دکھا دیتا ہے جنکے دل سے لگی ہو کہ کسی ارمان کو نکال ہی کے چھوڑین۔ انہین حافظان کس بیتابی کے ساتھ اپنی زندگی کو ایک ہی کام مین صرف کر رہا ہے؟ دردمندان قوم کس بیقراری و شوق سے ہر وقت صلاح قوم ہی کی فکر مین لگے رہتے ہین؟ اور سب کو جانے دیجیے زاہدان شب زندہ دار نے چونکہ اپنے حوصلون کو فقط ایک ہی تمنا کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے اس لیے اُنکے طرز بیان مین کس قیامت کا اثر ہے؟ رندان تر دامن کس مخالفانہ سنگدلی کے ساتھ شریک محفل وعظ ہوتے ہین مگر وہ ایک کا دل بیچ ہی جاتا ہے۔ حقیقت مین جب آرزومندی کسی حسرتمندانہ پیرائے مین ظاہر کی جاتی ہے تو بہت کم لوگ ہوتے ہین جن سے ضبط ہو سکتا ہو۔ وہ نالہ کشی کی جگر خراش صدائین جو کسی بیکس اور بدنصیب بیوہ کے کلبۂ احزان سے آرہی ہین کس درجہ موثر ہین کہ

[illegible] واون [illegible] اختیار گلیہ چھا جاتا ہے؟ [illegible] اور [illegible] کر
اپنے باپ کی لاش کے سرہانے اُسی معمولی طریقے سے رو رہا ہے جس طرح کچھ [illegible] پر آکر
زبردار ون کی گود مین مچل مچل کے رویا کرتا تھا اُسکے رونیکی آواز شرکائے حلقۂ ماتم کو
اُسکے باپ کی جوانی کی موت بھی بھلائے دیتی ہے۔

جہانتک غور کیا جائے دنیا بے درد دل سے خالی معلوم ہوتی ہے۔ ایسا کوئی نہین
ہے کہ اُسے بیکسون کی آہ پر ترس نہ آجائے۔ مگر بعض حالات یقین دلا دیتے ہین کہ
واقعی بعض سنگدل بھی ایسے ہوتے ہین کہ کسی کی مایوسانہ صورت اُنپر کچھ اثر نہین کرتی۔
یہ جو قرآن شریف مین آیا ہے واذا الموءدۃ سئلت (جس وقت زندہ دفن کی گئی
لڑکی کی نسبت سوال کیا جائیگا) اس کا حال سرسری طور پر تو سب ہی کو معلوم ہے
مگر اُس اصلی سان کی کیفیت کسی کو نہ معلوم ہوگی جب کوئی زندہ لڑکی خود اپنے
باپ کے ہاتھ سے تہ خاک دبائی [illegible] کی رسمون مین جہان اور سنگدلیان
تھین وہان ایک یہ بھی تھی۔ عرب کا زمانۂ جاہلیت تو تھا ہی اس سے پہلے ہندوستان
مین بھی ایسے بہت سے قسی القلب موجود تھے جنھون نے اپنے لخت جگر کو خود اپنے
ہاتھون زبردستی خاک مین ملا دیا۔

دیکھو یہ اُس سنگدلی کا ایک معمولی واقعہ ہے جو کلیجون کو بیتاب کرنے کا۔
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس زمانے مین ایک شخص اجان
لایا۔ وہ بیٹھا ہوا تھا۔ باتون باتون مین ذکر آگیا کہ لوگ کتنے بڑے سنگدل ہین کہ لڑکیون
کو زندہ دفن کر دیا کرتے ہین۔ اسپر اُس شخص نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہنے لگا "اور سنگدلی
تذکرہ کرنیسے کیا حاصل۔ مین خود اپنا حال بیان کرتا ہون۔ عزیزون مین ایک
عجب پیاری صورت کی لڑکی تھی کہ نظر دوچار ہوتے ہی دل بے اختیار ہوگیا۔ اُسکی
ہمکناری کے لیے مجھے زیادہ مصیبت نہین اُٹھانا پڑی۔ چند ہی روز مین اُسکے ساتھ
شادی ہوگئی۔ میری پیاری بی بی نے ایسی شکل وصورت پائی تھی کہ مین اپنے اوپر ناز
کیا کرتا تھا۔ اُس بی بی سے پے درپے میری نو لڑکیان ہوئین۔ اُن سب کو مین
خود لے گیا اور اپنے ہاتھ سے خاک مین زندہ دبا آیا۔ اُن دنون دل کچھ ایسا سخت
تھا کہ اُن سب لڑکیون پر مجھے ذرا بھی رحم نہ آیا۔ اور زندانے کے طور پر سب کو نہ سیر

ہونے والی موت کے حوالے کر دیا۔ اتنا بیان کر کے وہ شخص بیتاب ہو گیا اور کہنے لگا مگر
ہاں سے دسوا بہ سوا دیا تھا آجتک اُسکا زخم میرے دل پر موجود ہے۔ جب کبھی یاد
کرتا ہوں بے اختیار دل بھر آتا ہے۔ طبیعت قابو میں نہیں رہتی۔ اُن نو لڑکیوں
کے زندہ دفن کر چکنے کے چند روز بعد میں نے تجارت کی غرض سے ایک سفر کیا۔ تیرہ
چودہ برس کے بعد بھر وطن میں آیا۔ ایک روز اتفاقاً میں دوست آشنا کے پاس سے
گھر میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت حسینہ و جمیلہ دوشیزہ لڑکی میری بیوی
کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ اُس لڑکی کی صورت دیکھتے ہی بے اختیار میرے دل میں
محبت پیدا ہو گئی۔ آخر ضبط نہ ہو سکا۔ اور میں نے اپنی بی بی سے پوچھا یہ کون ہے
اُسنے تھوڑی دیر تک پس و پیش کر کے کہا یہ تمہاری بیٹی ہے جن دنوں تم سفر پر گئے
تھے اُن دنوں میں حاملہ تھی جنہوں کے بعد لڑکی پیدا ہوئی۔ تمہارے خوف سے
میں نے تمہیں اطلاع نہ کی۔ اور اب تک چھپائے رکھا" یہ سُنکر میں دم بخود رہ گیا۔
اُس لڑکی کو دیکھتا ہوں تو صورت و شکل میں اپنی آپ نظیر تھی۔ سر سے پاؤں
تک مختلف قسم کے زیور سے آراستہ تھی۔ الغرض اُس وقت میں خاموش
ہو رہا۔ اور اُس کے مانوس بنانے کی کوشش کرنے لگا۔ دو تین چار روز میں
وہ میرا دم بھرنے لگی۔ اور گویا میری صورت پر عاشق ہو گئی۔ اُس وقت
اُس کا سن کوئی چودہ پندرہ برس کا ہوگا۔ چھ سات روز کے بعد ایک دن کچھ
لالچ دلا کر میں نے اسے اپنے ہمراہ لیا۔ کوہستان میں جا کر ایک گڑھے میں
جسے میں نے پہلے ہی سے کھود رکھا تھا ڈھکیل دیا اور اوپر سے مٹی ڈالنے لگا۔
بس کیا کہوں کہ وہ کیسا جگر خراش موقع تھا۔ یاد کرتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے
ہیں۔ صاحبو! میری بیٹی برابر رونے کی آواز سے پکار پکار کر مجھ سے کہتی جاتی
تھی کہ "ابا جان! کیا مجھے یہیں چھوڑ جاؤ گے؟" اور میں برابر مٹی ڈالتا جاتا تھا
اُس مٹی سے جبتک اُسکی یہیں اور نازک آواز آتی رہی میں خاک ڈالتا رہا
یہانتک کہ آواز آنا موقوف ہو گئی اور میں اپنے گھر چلا آیا۔ اُس وقت
سے آجتک وہ صدمہ نہیں بھولا ہے اور ہمیشہ یاد کر کے اپنی اُس سنگدلی پر
رو لیا کرتا ہوں"

سیرۃ احمدی

[illegible]

اس کتاب میں حضور کے سوانحمری کے [illegible]

[illegible]

خان [illegible]

سید [illegible]

مضامین شرر

علامہ شرر [illegible] نے ناول اتنے لکھے کہ اردو زبان کے خزانہ کو غنیمانہ مجزات سے پر کر دیا۔ [illegible] لیکن افسوس جو قدر [illegible] کی طرف توجہ نہ کی گئی علامہ کی اصل جوہر ریز تصنیف مضمون تھے جو دلگداز کے ذریعہ شائع ہوتے رہے یہ ایسی چیز تھی کہ قابل ہستیں تمنی تھیں کہ کتابی صورت میں انکو مرتب اور مدون ہو کر ملیں تو ان کو سراہ کھوں کہ یہ مولانا موصوف سے ان کی از سر نو نظر ثانی کرا کر مندرجہ ذیل عاشقانہ و شاعرانہ جلدیں طبع کرائی گئی ہیں۔ [illegible] جلد طلب فرمائیں ورنہ انتظار طبع اٹھانا پڑے گا۔ [illegible] طلب [illegible] ہے۔ قیمت حصہ اول کامل دو روپیہ [illegible] آنہ (۲) حصہ دوم کامل دو روپیہ [illegible] آغاز و اختتام سال قیمت صرف [illegible]

ایس عبدالرشید اینڈ برادرز لاہور

بعنوان

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر

لکھنوی مدظلہ العالی

کے تمام تاریخی و جغرافی مضامین جن کی [illegible] و مختلف موضوعات سے از سر نو نظر ثانی [illegible] ہے

جنہیں

سید مبارک علی شاہ صاحب [illegible]

مولوی فاضل [illegible] لکھنؤ نے

[illegible] عبدالرشید [illegible]

[illegible]

قیمت حصہ اول کامل [illegible]

[illegible]

[illegible]

مشتہر [illegible]

ملنے کا پتہ۔ ایس عبدالرشید اینڈ برادرز تاجران کتب [illegible]

[illegible]

[illegible] ایک [illegible]

[illegible] رہے [illegible]

[illegible] بھلا

[illegible]مشت

[illegible] کو اور کیا [illegible]

[illegible] مصور غم مولانا راشد الخیری [illegible]

ظاہر ہو سکتی ہے کہ پہلی بار [illegible] ہوئی۔ کہ چھاپ [illegible] کرانے کی وقت اٹھائی پڑی۔ اب پھر تھوڑی سی [illegible] یہ کتاب تربیت [illegible] مناقب ہے (عہ)

آفتاب دمشق صدر صلاحیتی کا اسلامی [illegible] مسلمانوں کے جنگی کارنامے مسلمانوں نے دمشق اور بصرے وغیرہ شہروں پر قبضہ کرنے اور اسلام کی اشاعت کے لئے جو عظیم الشان قربانیاں کی ہیں ان کا ذکر اور ایسے دردناک پیرائے میں [illegible] راشد الخیری کا مخصوص اعجاز ہے ایک مسلمان مجاہد اور مسلمان خاتون کی موت ان کے مصائب دیکھئے اور سبق حاصل کیجئے ایک حسینہ کا اسلام پر شیدا ہو کر مسلمان ہونا۔ قید کیا جانا اور فصیل کے کنگروں پر سے گرائے جانے پر بھی اسلام سے سرتابی نہ کرنا اس کتاب میں مرقوم ہے۔ جوش اسلامی۔ حمیت اسلامی عدل اسلامی کا نمونہ آپ کو اس کتاب کے مطالعہ سے ملیگا۔ دوبارہ چھپی ہے اور قریب الاختتام لکھائی چھپائی سرورق نہایت دیدہ زیب عہ

محبوبۂ خداوند قرون اولیٰ کے پرجوش مسلمانوں کی جانبازیوں کا عبرتناک وقوع اسلامی جوش اور سلف صالحین کی محبت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ عیسائی راہبوں کی شرمناک کارروائیوں کا آئینہ نہایت ہی پر درد و دلچسپ تاریخی ناول قیمت صرف عہ

یاسمین شام فتح بیت المقدس کے دور خلافت حضرت عمر کے دور خلافت [illegible] کا نشاۃ اور اسلام کے اس عہد زریں کی تاریخ کے ساتھ حسن و عشق کے دلچسپ [illegible] اس کتاب میں درج [illegible] عہ

صبح زندگی۔ شام زندگی۔ شب زندگی ان میں ایک [illegible] میں وہ تمام باتیں بیان کر دی [illegible] پیدائش سے لے کر وفات تک [illegible] کے بچپن [illegible] کر دیا گیا [illegible] پرائش سے شادی تک [illegible] عہ

شام زندگی اس میں سسرال کے زمانہ کی مشکلات کو ایسے موثر طریقہ سے سمجھایا گیا ہے کہ سعید لڑکیاں میکہ سے نکلنے کے بعد بھی خوش رہ سکیں قیمت ..... عہ

شب زندگی اس میں موت کے بعد کا بیان ہے [illegible] عہ

نوحۂ زندگی بیوہ عورت کی زندگی اور اس کے دردناک مصائب ایک پر درد قصہ کے پیرایہ میں قیمت ۱۲ر

بنت الوقت جدید تعلیم [illegible] کی ناگفتہ بہ حالت کا خاکہ نئی روشنی کی تعلیم و تربیت کی خرابیاں قیمت ۸ر

سراب مغرب مغربی تمدن کے [illegible] کا انکشاف۔ کورانہ تقلید فرنگ کے نقائص [illegible] پیرایہ میں قیمت ۸ر

ستاروں کے کارنامے موت و مابعد الموت کی کیفیت عالم ارواح کی سیر قابل دید کتاب قیمت چھ آنے ۶ر

الزہرا سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا کی نہایت دلکش و پرسوز اور سبق آموز سوانحعمری قیمت صرف بارہ آنے ۱۲ر

عروس کربلا کربلا کے تاریخی واقعات شہادت امام کی دل ہلا دینے والی داستان [illegible] ناول نمازہ کربلا کی طرز پر قیمت عہ

آگ کی دیوار ایک نہایت پر درد و دلچسپ ناول قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر

ملنے کا پتہ [illegible] الرشید [illegible] تاجران کتب لوہاری دروازہ ۔ لاہور

[illegible] ۱۲ر

[illegible] کے عہد میں مسلمانوں کے جنگی کارنامے فرزندان ایران کا سرفروشانہ مذہبی جوش حسن و عشق کے جذبات لطیفہ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے عہ

منازل السائرہ مولانا راشد کی ابتدائی تصنیف سائرہ کی نہایت دردناک دلچسپ سرگذشت لڑکیوں کے لئے مفید کتاب قیمت صرف ایک روپیہ ... عہ

سنجوگ محض دولت [illegible] سوچے سمجھے لڑکیوں کا نکاح کر دینے کے خوفناک نتائج پر درد و پرسوز داستان قیمت صرف ۱۰ر

گوہر مقصود دو چھوٹے چھوٹے دلچسپ قصوں کا مجموعہ قیمت صرف ۶ر

سوکن [illegible] نکاح ثانی کے مضر نتائج [illegible] زدہ لڑکی کی دردناک سرگذشت قیمت ۶ر

درشہوار ہندوستان اور ایران و سیستان کی ہوشربا جنگوں کا نقشہ عشق و محبت کی چاشنی لئے ہوئے قیمت صرف ۱۰ر

جوہر عصمت خاوندوں کو وفاداری اور بیویوں کو سلیقہ سکھانے والی پُر درد دلچسپ کتاب قیمت صرف ... ۶ر

شہر اشعہ معصوم اولاد پر بے رحم باپ کا ظلم قیمت ۱۰ر

روئیداد قفس قیمت صرف چھ آنے ۶ر

شب زندگی حصہ دوم قیمت صرف عہ

عمر گئے آزاد

[illegible] فارسی زبان کے [illegible] فارسی زبان کی [illegible] کے ساتھ ساتھ [illegible] کے لفظوں [illegible] رودکی [illegible] نگارستان کو سجایا ہے۔ نہایت خوشخط کاغذ [illegible] قیمت مجلد صرف ۳ عہ

تاریخ اکبری شہنشاہ ہند [illegible] اکبر اور اس کے نورتن کا تاریخی افسانہ۔ دلچسپ حالات۔ رزم [illegible] وغیرہ۔ ہندو مسلمانوں کا ملاپ [illegible] تقطیع (۸۰۰) صفحوں کی ضخامت کاغذ نہایت قیمتی سکھائی چھپائی عمدہ قیمت مجلد عہ

آب حیات مشاہیر شعرائے اردو کا سچا تذکرہ اردو زبان کی عہد بعہد ترقیوں کا حال ہے مشرقی شاعری کی آخری جھلک اور آخری بہار کا دلفریب اور دلسوز افسانہ ہے حجم ۵۲۰ صفحات لکھائی چھپائی کاغذ نہایت عمدہ قیمت صرف ۳ عہ

سیر ایران مشرقی زبانوں کے محقق نے ہندوستان اور پنجاب سے نکلکر افغانستان اور ایران تک تحقیق کا دامن بچھا دیا تھا وہاں سے واپس آنے کے بعد اپنے سفر کے حالات مولانا نے خود بیان فرمائے ہیں [illegible] ہیں [illegible] سے لیکر پرسیا تک روشنی ڈالی ہے قیمت مجلد دو روپے عہ

شہنشاہ فارس فارسی زبان کی ایک مکمل تاریخ جس میں [illegible] کے مقابلہ سے قوموں کے باہمی رشتوں کے [illegible] سراغ نکالے گئے ہیں۔ زند پہلوی دری سنسکرت کے الفاظ کا مقابلہ ترکی تاریخی نتائج نکالے ہیں نگارستان فارس کے ساتھ ساتھ اسکا ہونا ضروری ہے حجم ۳۲۰ صفحات قیمت صرف ... عہ

ملنے کا پتہ۔ ایس عبدالرشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ۔ لاہور

بیتاب [illegible] کیا ہے [illegible] کے [illegible] کا [illegible] جناب [illegible] کا [illegible] ہے [illegible] شعر [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible] ہے سولانا کا [illegible] علامہ [illegible] لکھنوی [illegible] کتاب کی [illegible] تحریر فرمایا ہے [illegible] کر دیا ہے [illegible] روپیہ ... [illegible]

دلوں کی [illegible] [illegible] شاہی کے [illegible] [illegible] ۳۰ [illegible]

[illegible] [illegible] مولانا [illegible]

[illegible] [illegible] مولانا کی ایک قابل دید نظم قیمت ۹ر

[illegible] باری ایران کی موجودہ فارسی کی تعلیم قیمت صرف ... ۱۱ر

ڈرامہ اکبر قیمت صرف ... ۸ر

[illegible] قیمت تین روپے ۳ر

جانورستان مولانا نے یہ کتاب [illegible] کے خلاف [illegible] ہے [illegible] قیمت صرف بارہ آنے ۱۲ر

آموزگار فارسی فارسی زبان [illegible] ایرانی باشندے [illegible] کتاب نہیں ہے ایک ایک [illegible] کے سیکڑوں [illegible] قیمت صرف بارہ آنے ... ۱۳ر

[illegible] مولانا [illegible] کے [illegible] کے [illegible] بھی شامل ہے قیمت صرف پانچ آنے ۵ر

نیرنگ خیال مصاول ۱۲ر حصہ دوم ۱۲ر

فصیحت [illegible] پھول قیمت صرف ۸ر

کائنات عرب قیمت صرف ۱۰ر

تابنجی پھول قیمت آٹھ آنے ۸ر

مسلمان [illegible] کے لئے عمدہ اور دلچسپ کتابیں

یہ وہ کتابیں ہیں جن [illegible] اور دلچسپ [illegible] ان میں وہ وہ باتیں [illegible] کے مطابق [illegible] کو [illegible] بناتا ہے

[illegible] عربی اپنی محترم حضرت [illegible] کی سوانحعمری سہل اور دلچسپ تحریر حجم ۱۸۵ صفحات قیمت ۸ر

[illegible] [illegible] زندگی کے متبرک حالات حجم ۹۲ صفحات قیمت صرف ... ۵ر

اُمت کی مائیں رسول کی مقبول کی ازواج محترم کے مفصل حالات بچیوں کے لئے قابل تقلید قیمت ۷ر

اصحاب کرام اصحاب رسول کے مختصر حالات نہایت موثر قابل مطالعہ صفحہ پڑھو حجم ۳۰۴ صفحہ قیمت صرف دو آنے ۲ر

امام حسین حضرت امام حسن اور امام حسین کے حالات تعلیم و رضا کی باتیں حجم ۵۰ صفحہ قیمت صرف ... ۴ر

معلمہ [illegible] باتیں دینی [illegible] ستوات [illegible] متعلق [illegible] قیمت کے [illegible] حجم ۱۸۰ صفحات قیمت صرف ۱۲ر

[illegible] [illegible] کی خرابیاں مردوں کی [illegible] حجم [illegible] صفحات قیمت صرف تین آنے ۳ر

رنج و راحت بری رسموں سے اپنی بربادی کے اسباب پھر توبہ کے بعد کامیاب زندگی حجم ۱۲۲ صفحات قیمت صرف ۷ر

جمیلہ خاتون ایک ضدی اور [illegible] خاتون کا بالآخر توبہ کر کے راہ راست اختیار کرنا [illegible] کتاب حجم ۲۵ صفحات قیمت صرف ۳ر

[illegible] بری رسموں [illegible] کی ترکیب حجم ۳۶ صفحہ قیمت صرف ... ۳ر

ملنے کا پتہ: [illegible] رشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

مجموعہ وظائف نہایت متبرک اور موثر وظائف اور دعاؤں کا مجموعہ ۱۸۰ صفحہ قیمت صرف ۴ر

قومی گیت بچوں اور لڑکیوں کے زبانی یاد کرنے کے قابل حجم ۱۰ صفحات قیمت ۵ر

الفاطمہ ایک نصیحت خیز افسانہ مستورات کے پڑھنے کے قابل قیمت ۲ر

آداب ملاقات اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ آج کل مستورات کو اپنی باہمی ملاقاتوں میں کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے از محترمہ مہری بیگم قیمت صرف ۱۰ر

صفیہ بیگم ایک نہایت دلچسپ ناول کی کہانی شادی میں بیہودہ رسم و رواج کی پابندی کے نتیجے قیمت صرف دس آنے ۱۰ر

عقیلہ بیگم ایک کفایت شعار بی بی نے کس طرح ایک لکڑہارے کو مالدار بنا دیا حجم ۶۰ صفحہ قیمت صرف ۱۳ر

حسن و صحت خداداد حسن اور تندرستی قائم رکھنے کے لئے مفید حکایتیں حجم ۱۶ صفحات قیمت صرف ۶ر

رفیق عروس کتاب کیا ہے دلہن کی سہیلی ہے از محترمہ مہری بیگم صاحبہ قیمت صرف بارہ آنے ۱۲ر

نعمت خانہ صحیح اور آسان ترکیبیں اچار چٹنیوں کے تیار کرنے کے طریقے قیمت ۴ر

کروشیا کروشیا سے مفید چیزیں بنانے کی ترکیبیں نہایت سہل اور سلیقے سے لکھی ہوئی قیمت صرف (عہ ۱۲ر)

تصنیفات فطرت نگار جناب سدرشن صاحب

چندن نہایت ہی دلکش دلچسپ اور دلنواز کہانیوں کا نادر مجموعہ۔ اردو زبان میں کہانیوں کی ایسی کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی ماڈرن ریویو کلکتہ۔ ٹریبیون لاہور۔ اردو اورنگ آباد۔ معارف اعظم گڑھ۔ نگار آگرہ۔ ہزار داستان لاہور۔ بندے ماترم لاہور نے نہایت پرزور ریویو کئے ہیں۔ شروع میں دہلی کے جادو رقم خوبصورت نظامی کا دیباچہ شامل ہے قیمت صرف (عہ ۸ر) مشینی سنہری جلد صرف (عہ)

چنبا جناب سدرشن کی منفرد تصنیف۔ فطرت کی کشوکریں۔ روحانی اشارے۔ قدرت کے بیجان اعتقادوں کے دل میں اتر جانے والے لیکچر۔ انگریز خیالات اپنی قسم کی عجیب چیز ہے قیمت صرف ۴ر

صبح وطن ادیب فطرت نگار سدرشن صاحب کی قومی کہانیوں کا شاندار مجموعہ جس پر پرتاپ ایڈیشن۔ بندے ماترم۔ زمانہ۔ ہمایوں۔ ہزار داستان۔ ٹریبیون۔ ماڈرن ریویو نے زبردست ریویو کئے ہیں قیمت ..... عہ

ہیچ تگ یہ بھی ایک ناٹک ہے مگر بازاری عیوب سے پاک ایسا زوردار اور دلکش ڈراما اردو میں شائع نہیں ہوا قیمت صرف ایک روپیہ ..... عہ

من کی موج ظرافت کی لاجواب کتاب ۸ر

بیگناہ مجرم ایک اچھے درجہ کا مجلسی ناول جس کے متعلق کانپور کے مشہور علمی رسالہ زمانہ نے لکھا تھا کہ ایسا ناول آج تک ہماری نگاہ سے نہیں گذرا دوسرا ایڈیشن ختم ہونے کو ہے قیمت صرف عہ

سدا بہار کے پھول اردو کے فطرت نگار جناب سدرشن کی کہانیوں کا دلفریب مجموعہ جس میں ہر ایک کہانی جداگانہ خود کسی مکمل ناول جیسے کم دلچسپ نہیں قیمت صرف ۱۲ر

قوس قزح سات کہانیوں کا دلچسپ مجموعہ ان کہانیوں کا ہندی گجراتی۔ مرہٹی اور سندھی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ قیمت صرف چودہ آنے ۱۴ر

عورت کی محبت بنگال کے مشہور ڈراما نویس بابو ڈی۔ ایل۔ رائے کے ایک ڈراما کی بنا پر لکھا ہوا ایک ڈراما۔ اسمیں فطرت نگار سدرشن نے خوبصورتی کے ساتھ کئی ندیاں بہا دی ہیں قیمت صرف ایک روپیہ ..... عہ

محبت کا انتقام محبت کا ایثار دکھایا ہوا یہ فطرت نگار سدرشن کا تصنیف کردہ ایک ناٹک ہے جس کو [illegible] نقادان ادب نے بیحد پسند کیا ہے قیمت عہ

ملنے کا پتہ:- ایس عبدالرشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ۔ لاہور

قوم پرست - راجستھان کا ایک حیرت زدہ واقعہ ناٹک کے پیرایہ میں کہ بازاری ڈرامہ سے ملتا ہے ایک ناٹک کا ڈرامہ دیکھنا چاہتے ہوں تو یہ ڈرامہ دیکھئے قیمت صرف عہ

صبح عافیت - نہایت دلکش ناول ہے خود دلچسپ انگلستان کی زندگی پر تاثر ہے قیمت ... ۶ر

تصنیفات علامہ ڈاکٹر محمد اقبال

پیام مشرق - (زبان فارسی) در جواب دیوان شاعر المانی گوئٹے بلا جلد عہ جلد سوم ۳ سے

مثنوی اسرار خودی - خودداری کے سبق اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے جد و جہد کی تعلیم قیمت

رموز بیخودی - خودداری کی دوسری منزل اضطراری خودداری کے بعد قومی خودداری کی تعلیم ہر دو یکجا قیمت عہ جلد عہ

شمع اور شاعر - گذشتہ اور موجودہ بزرگ کی سادات کا تذکرہ اور آئندہ کے لئے ہدایت قیمت صرف ... ۴ر

نالۂ یتیم - ایک لاوارث بچے کی حقیقت درد بھرے الفاظ میں قیمت صرف ۲ر

فریاد امت - سرور کائنات کے حضور میں سوز و گداز قیمت ... ۳ر

گل تراشی - عجیب رنگ میں حب وطن ظاہر کی ہے قیمت صرف ... ۲ر

اکبری اقبال - جناب اکبر کے رنگ میں عالم تخیل ملاحظہ فرمائیے ۴ر

شکوہ - نہایت شاندار نظم (جو عام مسلمانوں کو اپنے خدا سے تھی) ایک دل آویز ناز کے ساتھ کی ہیں قیمت صرف ... ۳ر

جواب شکوہ - بارگاہ ایزدی سے بھیجا گیا جواب قیمت صرف چار آنے ... ۴ر

خضر راہ - وہ نظم جو انجمن حمایت اسلام کے سینتیسویں سالانہ جلسے میں پڑھی گئی قیمت صرف چار آنے ... ۴ر

تصویر درد - وہ معرکۃ الآراء نظم جو دلی کی قومی درد کی تصویر ہے ۴ر

طلوع اسلام - انجمن حمایت اسلام کے انتیسویں سالانہ جلسے میں پڑھی گئی قیمت چار آنے ... ۴ر

بلال - حضرت بلال رحمۃ اللہ علیہ پر ایک نظم قیمت صرف دو آنے ... ۲ر

تحقیق السنہ - مصنفہ خواجہ عباد اللہ صاحب اختر بی اے - زیر طبع

تصنیفات علامہ شبلی نعمانی مرحوم

سیرۃ النبی - ہمارے حضرت اول قسم دوم جلد عہ قسم سوم جلد عہ حصہ اول جلد دوم قسم اول قیمت عہ حصہ دوم حصہ قسم سوم سے +

الفاروق - حضرت فاروق اعظم کی ایسی اور ان کا طرز حکومت قیمت صرف دو روپیہ ... (عہ)

علم الکلام - مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ و تجدید و مطالعہ قیمت عہ

الکلام - جدید کلام قیمت صرف ... عہ

الغزالی - امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ قیمت صرف ... عہ

موازنہ انیس و دبیر - قیمت صرف ... عہ

المامون - خلیفہ مامون رشید عباسی کے حالات قیمت صرف عہ

مثنوی صبح امید - قیمت صرف ۴ر

سیرۃ النعمان - یہ کتاب علامہ مرحوم نے امام اعظم ابو حنیفہ کی تصنیف فرمائی ہے - تذکرہ ذوالمذہب حنفی مذہب مسلمانوں کو امام اعظم اور ان کے تلامذہ اور مجتہدین کے حالات اور مسائل سے آگاہ کیا - جیسے ہی یہ کتاب زیر طبع سے چھاپ کر ایسی ردی کر دی تھی کہ دیکھ کر دماغ پریشان ہوتا تھا - ہم نے اس کتاب کی نہایت عمدہ تحریر سے صحت کی اور اس پر حاشیہ بھی تحریر کئے اور دو قسم کے کاغذ پر چھپوائی قسم اول عہ قسم دوم عہ اب آپ اس کتاب کو منگوائیں اور ملاحظہ فرمائیں - ہمیں اپنی محنت اور خرچ کی داد بھی اسی طرح ہی مل سکتی ہے

تاریخ ہند - خواجہ حسن نظامی صاحب کے تاریخ کو دلچسپ بنانا اختر صاحب کا حصہ ہے ترجمہ مع شرح **دیوان حافظ** قیمت ... للعہ

دمشق قیمت سے **بغداد** قیمت صرف عہ

مشاہیر اسلام قیمت عہ **ام القرے** ... ۸ر

صدیق اکبر قیمت صرف ... (عہ)

حضرت زید قیمت صرف ... ۴ر

ملنے کا پتہ - ایس عبد الرشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ - لاہور

شعر العجم حصہ اوّل شاعری کی حقیقت کی تاریخی دور قیمت صرف تین روپے ..... عہ

شعر العجم حصہ دوم شعرائے عہد متوسط قیمت صرف ..... (عہ)

شعر العجم حصہ سوم شعرائے متاخرین قیمت دو روپے آٹھ آنے عہ

شعر العجم حصہ چہارم فارسی شاعری پر ریویو قیمت صرف ..... عہ

شعر العجم حصہ پنجم فلسفیانہ صوفیانہ اور انشائی شاعری پر تبصرہ قیمت صرف دو روپے ..... عہ

مقالات شبلی پندرہ علمی تاریخی مضامین کا مجموعہ قیمت صرف ..... عہ ۱۲ر

مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات ۱۲ر

دستہ گل مولانا کی فارسی غزلوں کا مجموعہ۔ قیمت صرف چار آنے .. ۴ر

مکاتیب شبلی مولانا مرحوم کے خطوط کا مجموعہ علمی۔ قومی۔ اخلاقی ادبی معلومات کا خزانہ ہے جلد اوّل قیمت صرف عہ ۱۲ر جلد دوم قیمت صرف .. عہ ۱۲ر

مجموعہ کلام شبلی اردو شاعری کا انتخاب قیمت صرف .. ۱۲ر

سوانح مولانا روم مولانا روم کے حالات اور ان کے دیوان و مثنوی پر ریویو قیمت دو روپے ..... عہ

کلیات شبلی فارسی مجموعہ قصائد و غزلیات و مثنویات و رباعیات قیمت صرف دو روپے ..... عہ

تصنیفات مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

ارض القرآن جلد اوّل قرآن مجید کے مقامات کا جغرافیہ اور اقوام قرآن میں سے عاد۔ ثمود۔ جرہم۔ سبا۔ اصحاب فیل کی تاریخ مع نقشہ مقامات عرب قیمت صرف دو روپے ..... عہ

ارض القرآن جلد دوم ابراہیمی عربوں کی تاریخ اور عرب کی تمام قبائل اور مذہب پر تفصیلی مباحث اور صحابہ قیمت صرف .. عہ ۱۲ر

رسائل اہل سنت والجماعت - فرقہ اہل سنت والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق نہایت وضاحت سے کی گئی ہے قیمت ۸ر

لغات جدیدہ چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری قیمت صرف ایک روپیہ .. عہ

سیرۃ عائشہ حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات زندگی قیمت صرف ... (عہ)

حیات مالک - امام مالک کی سوانحعمری اور موطائے مالک پر تبصرہ قیمت .. عہ

بہادر خواتین اسلام قیمت .. ۲ر

تصنیفات مولانا مولوی عبدالسلام ندوی

اسوۂ اصحابہ جلد اوّل صحابہ کرام کے عقائد۔ عبادات۔ اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرون اولیٰ کے اسلام کا عملی خاکہ ضخامت ۳۵۰ صفحات قیمت صرف سے

اسوۂ صحابہ حصہ دوم صحابہ کرام کے سیاسی انتظامی اور علمی کارناموں کی تفصیل ضخامت ۴۸۰ صفحات قیمت صرف (عہ)

سیرۃ عمر بن عبدالعزیز سوانحعمری اور ان کے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی اور سیاسی کارناموں اور ان کے مجددانہ اعمال کی تشریح قیمت صرف ..... (عہ)

تصنیفات مولانا حالی مرحوم

حیات سعدی قیمت صرف .. عہ

مجموعہ نظم حالی عہ + مسدس حالی قیمت ۸ر

مسدس حالی پاکٹ ایڈیشن قیمت عہ ۱۲ر

شکوہ ہند قیمت ۲ر + مثنوی حقوق اولاد ۲ر

بیوہ کی مناجات قیمت صرف .. ۳ر

تحفۂ رخواں ۴ر + یادگار غالب سے

چھوٹ اور ایکے کا مناظرہ قیمت ۲ر

چپ کی داد قیمت ۲ر + دیوان حالی قیمت عہ

مقدمہ دیوان حالی قیمت صرف عہ

تعصب اور انصاف قیمت صرف ۲ر

رباعیات عمر خیام مع تذکرہ خیام مطبوعہ امرتسر قیمت صرف عہ

البرامکہ خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے نامور وزرا یحییٰ فضل و جعفر برمکی کی مفصل سوانح عمری تاریخی دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت صرف تین روپے آٹھ آنے ... عہ

ملنے کا پتہ:- ایس عبدالرشید اینڈ برادرس تاجران کتب و بارن روڈ۔ لاہور

اردو زبان کی تجارتی انسائیکلوپیڈیا

اپنے اردو کاروں کو بہتر روزگار کے لئے اور ملک سے افلاس دور کرنے کی مصیبت دور کرنے کے لئے ہندوستانیوں کو تجارتی تعلیم دینے کے لئے نظامیہ دارالاشاعت دہلی کی مفید عام کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا ہے جس کے پانچ حصے تجارت کی پہلی۔ تجارت کی دوسری تجارت کی تیسری۔ تجارت کی چوتھی۔ تجارت کی پانچویں کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

تجارت کی پہلی اس میں بادیاں کا تجارت کا بیان ہے یعنے یہ بتایا جاتا ہے کہ تجارتوں کی جا سکتی ہیں اور کیونکر کی جائے تجارت کے جدید انگریزی طریقے تجارت شروع کرنے اور اس میں کامیاب ہونے کے طریقے اور روپیہ پیدا کرنے اور اس کفایت سے خرچ کرنے کے ایسے بہترین اصول بیان کئے گئے ہیں کہ آدمی ان پر عمل کر کے اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کر سکتا ہے ایک ناکارہ کو کارآمد بنا سکتا ہے اور تجارت کی شکلات کا قابو پا سکتا ہے یہ بہترین کتاب ہے قیمت مجلد دو روپے علاوہ صرف ..... عہ

تجارت کی دوسری اس کتاب میں فن اشتہار کی تعلیم ہے اور اشتہارات کے ذریعے سے تجارتی جائز تجارتوں کو فروغ دینے کے لئے بہت کارآمد اصول بیان کئے گئے ہیں اشتہارات کے مضمون بنانے دیدہ زیب بنانے کے طریقے چھپوانے اور ان کی اشاعت کے لئے کم از کم خرچ میں بہتر سے بہتر طریقے اختیار کرنے کے متعلق وہ تمام ضروری ہدایات و معلومات اس کتاب میں موجود ہیں جن سے اہل مغرب فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہندوستانی ناواقف ہیں قیمت مجلد صرف عہ بلا جلد ایک روپیہ ..... عہ

تجارت کی تیسری اس میں دوکانداری کی تعلیم ہے دوکان کیسی ہو کہاں ہو چیزیں کیسے آراستہ کی جائیں مال کیونکر خریدا جائے نفع کتنا لیا جائے گاہکوں کو کیونکر خوش رکھا جائے بکری اور نفع بڑھانے کے لئے کن کن طریقوں پر عمل کیا جائے دوکان کی شہرت و مقبولیت کے لئے کیا طریقے اختیار کئے جائیں گاہکوں سے قرضہ کیونکر وصول کیا جائے دوکان کا حساب کیونکر رکھا جائے الغرض اس قسم کی بہت سی کارآمد باتیں دوکان داری کے متعلق اس کتاب میں ہیں ان سے ہندوستانی عموماً ناواقف ہیں۔ قیمت مجلد بغیر جلد ایک روپیہ ..... عہ

تجارت کی چوتھی (جامع حالات تجارت) اس کتاب میں تجارت کے لئے ایک ادنیٰ پیشہ اور بہت مشکل ہے اس کتاب میں اختصار کے ساتھ تجارتی خط و کتابت کے تمام اصول اور سیدھے سادے طریقے بتائے گئے ہیں جن سے اردو خوان اور انگریزی خوان دونوں فائدہ اٹھا سکتے ہیں کیونکہ کاروباری خطوط و کاغذات کے نمونے انگریزی میں بھی دئے گئے ہیں اور اردو میں بھی۔ تجارت میں خط و کتابت ایسی چیز ہے کہ صرف ایک کمرہ اور ایک میز چھپا کر آپ محض خط و کتابت کے ذریعے سے لاکھوں روپے پیدا کر سکتے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ خط و کتابت کی جانب بہت کم توجہ کی جاتی ہے اور یہ کام زیادہ تر دوسروں پر چھوڑ دیا جاتا ہے اس لئے مراسلات تجارت کا مطالعہ ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے جو تجارت کرنا چاہتا ہے یا تجارت کر رہا ہے قیمت مجلد عاریہ جلد صرف عہ

تجارت کی پانچویں (یعنی فن بہی کھاتہ) کی کتاب۔ اس میں تجارتی حساب کتاب رکھنے کی مفصل تعلیم دی گئی ہے۔ فن بہی کھاتہ پر ایسی جامع مفصل اور مفید کتاب ہندوستانیوں کے لئے اب تک اردو کیا انگریزی میں بھی نہیں لکھی گئی۔ یہ کتاب انشاء اللہ ملک کے تجارتی لٹریچر میں ایک ایسا اضافہ ہو گئی ہے جس کو ماہرین فن بہی کھاتہ قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اس لئے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے تاجر کے لئے نہایت ضروری چیز ہے کتاب کی ضخامت قریباً ۵۰۰ صفحات قیمت عہ مجلد دو روپے ..... عہ

تاریخ لاہور مصنفہ رائے بہادر کنہیا لال صاحب۔ واقعی قابل دید کتاب ہے قیمت دو روپے ..... عہ

ملنے کا پتہ: نظامیہ دارالاشاعت دہلی۔ اس کے علاوہ کتب خانہ لاہور دروازہ لاہور

مولینا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر کے مشہور زمانہ اور مقبول عام تصانیف

عبد بغدادی — حضرت عبدالقادر جیلانی کے حالات

ابوبکر صدیق — حضرت ابوبکر صدیق کے حالات

سلطان صلاح الدین — حضرت صلاح الدین ایوبی کے حالات

فلورا فلورنڈا — مسٹر فلورا فلورنڈا کی شادی

فلورا فلورنڈا — مسٹر فلورا فلورنڈا کی شادی

ملکہ نور جہاں — ملکہ نور جہاں کے حالات

حسن بن صباح — حسن بن صباح کے حالات

بابک خرمی — بابک خرمی کے حالات

فتوح فاتح — فتوح فاتح کے حالات

الفانسو — الفانسو کے حالات

حسن کا دوا — حسن کا دوا کے حالات

ایام عرب — ایام عرب کے حالات

دلگداز کی مکمل جلدیں — دلگداز کی مکمل جلدیں

دلگداز کی مکمل جلدیں — دلگداز کی مکمل جلدیں

ملنے کا پتہ — ایس عبدالرشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

نیز یہ کتابیں حکیم محمد سراج الحق صاحب رسالہ دلگداز و ایڈیٹر رسالہ شاہی سخن سنج کٹرہ بزن بیگ لکھنؤ سے ملتی ہیں۔

فہرست مطبوعات خاص متعلقہ دوکان ایس عبدالرشید

اینڈ برادرز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

سیرۃ احمدی یعنی حضور سرور عالم رحمۃ اللعالمین کی سوانح عمری۔ اس کتاب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح عمری کے علاوہ ازواج واولاد کا تذکرہ بھی ہے حضور کے طبعی عادات اور حالات۔ حضور کی تعلیم اور اس کی فلاسفی۔ نبوۃ اور معجزات اور ان کی فلاسفی۔ تکثیر ازواج۔ طلاق غلامی اسلام مذہب سیف وغیرہ (۱۰ ہے) ان عنوانات پر تفصیلاً علیحدہ علیحدہ باب قائم کر کے بحث کی ہے۔ جو اسی کتاب کی خصوصیت ہے نہایت دیدہ زیب کتابت اور طباعت اعلیٰ کاغذ تین طرح کا لگایا قیمت درجہ اول تین روپے (۳ ہے) درجہ دوم عہ درجہ سوم (عہ) رکھی گئی ہے۔ عاشقان حضور کے قابل مطالعہ ہے جلدی طلب فرمائیے تاکہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے +

مختصر تاریخ اسلامی حصہ چہارم آجتک جتنی تاریخیں لکھی گئی ہیں مگر افسوس ان تاریخوں سے ہمارے بچے مستفید اس لئے نہ ہو سکے کہ ان کی عبارتیں دقیق اور الفاظ مشکل ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسی آسان عام فہم تاریخ لکھی جائے جس سے بچے بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ لہذا ہم نے یہ مختصر تاریخ اسلامی کا شائع کیا ہے جس سے مسلمان لڑکوں اور غیر مسلم لڑکیوں کو ایک مختصر خاکہ اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ کا معلوم ہو جائے اگر ان کو شوق ہو تو ان کے لئے یہی کتابیں تاریخ اسلامی کا بنیادی پتھر بن سکینگی۔ مولانا سید سلیمان صاحب نے اس کتاب کے مفید ہونے کی نسبت معارف میں پر زور لکھا ہے قیمت حصہ اول دو روپیہ چار آنہ عہ

حصہ دوم حصہ سوم حصہ چہارم

سیرۃ النعمان مصنفہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم جیسی یہ کتاب علامہ مرحوم نے اعلیٰ درجہ کی تصنیف فرمائی ہے۔ اور کروڑوں حنفی مذہب مسلمانوں کو امام اعظم اور ان کے ناموار اور ممتاز شاگردوں کے حالات اور مسائل سے آگاہ کیا۔ ویسے ہی یہ کتاب نفیس مطابع سے چھاپ کر ایسی ردی کر دی تھی۔ کہ دیکھ کر روح پریشان ہوتا تھا۔ ہم نے اس کی نہایت سرقریزی سے محنت کی اور اس پر حاشیہ بھی تحریر کئے اور دو ضخیم کے کاغذ پر چھپوائی قسم اول دو روپے (عہ) قسم دوم (عہ) اب آپ اس کتاب کو منگوائیں اور ملاحظہ فرمائیں۔ ہمیں اپنی محنت اور خرچ کی داد بھی اس طرح ہی مل سکتی ہے

مستقبل اسلام پروفیسر وامبری۔ جو مدت عرصہ تک اسلامی دنیا میں رہا۔ اور سیاسی و مذہبی معلومات سے مستفید ہو کر ایک حرکت الآراء تصنیف مغربی تمدن اور شرقی ممالک شائع کی۔ اس کا مسٹر ظفر عمر صاحب بی اے (علیگ) مؤلف نیلی چھتری و بہرام کی گرفتاری نے نہایت مقبول ترجمہ فرمایا اور حاشیہ بھی لکھے۔ یہ دوسرا ایڈیشن ہے۔ اسلام کی آئندہ حالت مغربی نقطہ نظر سے دیکھنا ہو تو اس کو ملاحظہ فرمائیے آج کل اس کا مطالعہ نہایت فائدہ بخش ہے +

قیمت صرف ایک روپیہ پانچ آنے .... (عہ)

ذکر فتح اندلس کتاب نایاب کئی حالات قابل مطالعہ تھے۔ مسٹر محمد جمیل الرحمن صاحب پروفیسر حیدرآباد دکن نے ترجمہ کر دیا اور اصل متن عربی کو بھی منسلک کر دیا قابل دید مختصر تاریخ قیمت بارہ آنے ۱۲/

حسنیہ عربی صرف ونحو میں۔ اردو کتاب اصل کی تشریح اور توضیح جو مصنف نے اس کتاب میں فرمائی۔ بڑی بڑی کتابوں میں بھی یکجا نہ پائی جائے گی نادر الوجود اور قابل قدر کتاب ہے قیمت صرف چھ آنے ۶/

مضامین نثر علامہ نثر کا مثنوی نے دل خزانہ کو بھر دیا (الا ھم فتح اما شیاین اقیو نسلہ) اور دنیا میں کوس لمن الملک البوم درست طور پر بجا دیا۔ لیکن افسوس جو قدر کرنے والی چیز تھی۔ جس سے فائدہ اٹھا کر مشہور ادیب اور ناول مصنف بن جائیں اس کی طرف اردو دنیا نے توجہ نہ کی۔ علامہ کی اصل جوہر ریز تصنیف مضامین تھے جو دلگداز کے ذریعہ وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہوتے رہینگے یہ ایسی چیز تھی کہ قابل نگاہیں متمنی تھیں کہ اگر

ملنے کا پتہ۔ ایس عبدالرشید اینڈ برادرز تاجران کتب لوہاری دروازہ۔ لاہور

اُن کو یہ مرتب اور مدون ہو کر مل جائیں تو سرنگھوں پر رکھیں بینے ایسی قابل ہستیوں کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے علامہ موصوف کو تکلیف دی تو انہوں نے مہربانی فرمائی اور میری التماس کو شرف قبولیت بخش کر علیحدہ علیحدہ عنوانوں سے مضامین کو مرتب فرما دیا جنکے حصص کر کے بینے طبع کرانا شروع کر دیا ہے۔ جن میں سے عاشقانہ و شاعرانہ مضامین کے تین حصہ چھپ کر تیار ہو گئے ہیں۔ اور تاریخی و جغرافی مضامین کے دو حصہ ان میں سے ہی ہندوستان میں مشرقی تمدن بصورت حصہ سوئم (قیمت عہ) عاشقانہ و شاعرانہ مضامین حصہ اول قیمت دو روپے آٹھ آنے (عہ) ایضاً حصہ دوم قیمت (عہ) حصہ سوم آغاز و اختتام سال قیمت (عہ) تاریخی و جغرافی مضامین حصہ اول۔ قیمت (عہ) حصہ دوم دو روپے آٹھ آنے (عہ)

جلد دلگداز ۱۸۸۷ء کے باوجود دو تین بار شائع ہونے کے علامہ شرر مدظلہ کے کتب خانہ میں بھی مکمل نہ تھی بینے اسکو طبع کرا دیا ہے۔ تھوڑی جلدیں طبع کرائی ہیں۔ اسلئے جلد طلب فرمالیں قیمت ایک روپیہ چار آنے . . . . (عہ)

جلد دلگداز ۱۸۸۹ء اب پھر چھپ کر تیار ہے اس کو بھی میں نے اس لئے طبع کرایا ہے۔ کہ یہ سخت نایاب ہو گئی تھی قیمت صرف عہ

بیاض آزاد کیا ہے؟ مشاہیر شعرائے ہند کے کلام کا انتخاب لاجواب ہے اور وہ بھی مسلم اُستاد آزاد مرحوم کا کیا ہوا نہایت خوشخط شعر تہجے لکھے ہوئے۔ جلی قلم معلوم ہوتا ہے کہ شنگرف سے لکھی ہوئی قلمی کتاب سامنے رکھی ہے۔ مولانا کا فوٹو بھی شامل ہے علامہ شرر لکھنوی نے جو اس کتاب کی نسبت تحریر فرمایا ہے وہ ابتداء میں منسلک کر دیا ہے باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف . . . . عہ

سمرنا کا چاند مصنفہ مصورِ غم مولانا راشد الخیری دہلوی اس کتاب کی مقبولیت اس سے ظاہر ہو سکتی ہے کہ پہلی بار چھپتے ہی اتنی جلد ختم ہوئی کہ چھ ماہ کے اندر اندر دوسری دفع طبع کرانے کی وقت اُٹھانی پڑی اب پھر تھوڑی سی جلدیں ہیں جلد طلب فرمائیے۔ یہ کتاب تربیت نسواں کے لئے ایک سبق آموز اضافہ ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ

آفتاب دمشق عہد صدیقی کا اسلام۔ مسلمانوں کے عظیم الشان جنگی کارنامے مسلمانوں نے دمشق اور بصرے وغیرہ شہروں پر قبضہ کرنے اور اسلام کی اشاعت کے لئے جو عظیم الشان قربانیاں کی ہیں ان کا ذکر اور ایسے درد ناک پیرائے میں جو مصورِ غم علامہ راشد الخیری کا مخصوص انداز ہے ایک مسلمان مجاہد اور مسلمان خاتون کی موت ان کے مصائب دیکھئے اور سبق حاصل کیجئے۔ ایک حسینہ کا اسلام پر شیدا ہو کر مسلمان ہونا۔ قید کیا جانا۔ اور فصیل کے کنگوروں پر سے گرائے جانے پر بھی اسلام سے سرتابی نہ کرنا۔ اس کتاب میں مرقوم ہے۔ جوش اسلامی حمیت اسلامی۔ عدل اسلامی کا نمونہ آپ کو اس کتاب کے مطالعہ سے ملیگا۔ دوبارہ چھپی ہے اور قریب الاختتام۔ چھپائی۔ لکھائی سرورق نہایت دیدہ زیب قیمت عہ

رہنمائے قانون المعروف وکیل کا منشی وکلا کے لئے نت نئی کتب طبع ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن منشی صاحبان جن کو کم دماغ سوزی نہیں کرنی پڑتی اُن کے لئے ایک کتاب بھی نہ ہو کتنی افسوس کی بات ہے۔ یہ کتاب منشی صاحبان کے لئے خصوصاً اور عرائض نویسوں۔ ثالثوں۔ ساہوکاروں وغیرہ وغیرہ کے لئے عموماً مفید ہے اس کتاب میں قانون مروجہ ہند کو نہایت آسان عام فہم زبان میں بیان کیا ہے ناظرین منگوائیں اور قانونی الجھاؤں سے مخلصی حاصل کریں قیمت ۳ روپے

تصنیفات مسٹر ظفر عمر صاحب بی۔ اے علیگ

نیلی چھتری سُرغرسانی کا نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول قیمت (عہ)

بہرام کی گرفتاری نیلی چھتری کے ہیرو بہرام کے حیرت انگیز کارنامے حصہ دوم قیمت ایک روپیہ چار آنے . . . (عہ)

چوروں کا کلب۔ دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے بچنے اور لطف اٹھانے کا نادر خزانہ عہ

پولیسمین اہلکاران پولیس کے لئے ہر زبان میں جیسا ہے قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر

مستقبل اسلام پروفیسر وامبری کی کتاب کا ترجمہ قیمت صرف (عہ)

ملنے کا پتہ۔ الیس عبد الرشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ۔ لاہور

نہایت نتیجہ خیز دلچسپ قابل دید تمدنی اخلاقی ناول اور رامہ کہانیاں

نظیر بیگم یہ اپنے رنگ کا بے نظیر ناول ہے جس میں ایک بیاہتا کی وفاداری اور ایک رنڈی کی بیوفائی دکھائی گئی ہے۔ شوہر کی جدائی اور بے التفاتی سے بیوی مرجاتی ہے آخر میں رنڈی کے مظالم سے تنگ آکر شوہر مجنون ہو جاتا ہے۔ اور بیوی کی قبر کی تلاش میں قبرستان جاتا ہے۔ وہاں ایک نقاب پوش عورت کو پاتا ہے۔ جو دراصل اس کی بیوی ہے مرجانے کے بعد اسے بیوی کیونکر زندہ مل گئی؟ یہ راز صرف کتاب پڑھنے پر معلوم ہوگا۔ انداز تحریر دلکش ہے مصنف کا فوٹو بھی درج ہے قیمت ..... عہ/

حسرت یہ ناول اسم بامسمےٰ ہے جس میں عالم کی نیرنگیاں اور فلک ستمگار کی جفا آرائیاں دکھائی گئی ہیں۔ یہ درد و غم کا فسانہ چوٹ کھائے ہوئے دلوں کے لئے مرقع عبرت ہے جہان فانی کی لذتیں اس قابل نہیں کہ کوئی سمجھ دار انسان ان سے دل لگائے۔ یہ دنیا کسی کی نہیں کبھی بھی اس نے کسی کے ساتھ وفا نہ کی شاذ و نادر ہی کسی کی امید بر آئی ہوگی صدہا نامراد اپنی امیدوں سمیت اپنی قبروں میں جا سوئے۔ ان میں سے ایک مظفر بھی تھا۔ کہ کامیابی کی جھلک دیکھی لیکن وہ سراب سے زیادہ پائدار نہ تھی۔ اپنی محبوبہ حسن آرا کے ساتھ چند دن بھی بسر نہ کر سکا۔ بدقسمتی نے بیوی بچوں گھر بار سے چھڑایا غربت کے مصائب سہے۔ زمانہ کے نشیب و فراز دیکھے۔ گھر پلٹا تو بیوی دوسرے کی ہو چکی اندوہ ناک فسانہ شروع سے آخر تک دلکش ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ دلدوز، درد انگیز بھی قیمت عہ/

سوز عورت کی کیادی اور مکاری کی داستان۔ عورت کی بیوفائی دوستوں کی عہد شکنی۔ خود غرضی اور خود کامی کے نتائج رنج و اندوہ کا فسانہ۔ درد و غم کی کہانی۔ زمانہ کی نا مساعدت۔ دنیا کے نشیب و فراز۔ دوستوں پر بھروسہ کا انجام۔ بے وفائی اور بے مہری کی داستان عورت کی کرتوت۔ ظالم کا ظلم اور اس کا کیفر کردار ضبط و تحمل کی کامیابی بہت ہی دلچسپ دلکش انداز میں دکھائی گئی ہے۔ اس کو پڑھ کر انسان مبہوت ہو جاتا ہے۔ مصنف کا فوٹو ساتھ ہے قابل دید قیمت صرف ایک روپیہ .... عہ/

آہ محبت! آہ محبت!! کیا شے ہے؟ یک مصیبت ایک آفت صوفی اور فلسفی چاہے جو کچھ کہیں انہیں اختیار ہے۔ یہاں تو جو گذری ہے وہی کہتا ہوں۔ محبت کے دام میں پھنسا اور گیا۔ محبت ایک کو نہیں دونوں کو لے ڈوبتی ہے اس کی ابتداء اور انتہا دونوں تباہ کن۔ اس میں سوائے محرومی اور نامرادی کے رکھا ہی کیا ہے وصل کی گھڑیاں میسر بھی ہوں تو کس شمار میں ہیں ان کا زمانہ چشمک برق سے زیادہ نہیں پھر وہی جدائی ہے اور رنج و محن اور اس سے اگر کچھ حاصل ہوتا ہے تو صرف "آہ"! اور یہیں پر منزل ختم ہو جاتی ہے اس "آہ" سے آشنا ہونا چاہتے ہو تو اسے پڑھو اور سبق حاصل کرو۔ اور دنیاوی چیزوں کی محبت میں اپنی ہستی تباہ نہ کرو قیمت صرف .... عہ/

آئینہ روزگار زمانہ سازوں اور فتنہ پردازوں کی چالیں بے وقوفوں کی غلطیاں بوالہوسی کے خطرناک نتائج بچوں کو زیور پہنانے کا برا انجام ہر کس و ناکس پر بلا پورے تجربے کے بھروسہ کرنے کا دردناک نتیجہ دلالہ عورتوں کی کارستانیاں۔ دوست کا لالچ چور بدمعاشوں کی سازشیں اور ان کے مضر نتائج ایک غریب عورت کا شریر اور فتنہ جو لوگوں کی سازش سے نجات پاتا۔ اور ان بدمعاشوں کا اپنی سزا کو پہنچنا۔ ضمناً ایک دوسرا قصہ بھی آگیا ہے جس میں ایک مندر کے پوجاری کی عصمت شکن تھکنڈے اور ایک لڑکی کی عفت مآبی کا ذکر ہے۔ جس نے ناول کو اور بھی زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے قیمت صرف ..... عہ/

شمع سحر ایک انگریزی ناول کا قابل دید ترجمہ ہے۔ مترجم نے کوشش کر کے قصہ کو ایشیائی مذاق کے موافق بنا دیا ہے اصل کتاب انگلستان کے ایک مشہور ناولسٹ کی تصنیف ہے۔ اصل کتاب کی خوبی کی دلیل اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی فہرست میں شامل ہے جس پایہ کی یہ کتاب ہے۔ اسی پایہ کا یہ ترجمہ بھی ہے پڑھنے سے ترجمہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ اوریجنل تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ واقعی قابل دید کتاب ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے ۱۲/

ملنے کا پتہ:- ایس عبدالرشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ۔ لاہور

گلبدن ایک غریب کا اتفاقاً لاٹری میں دولت پاکر دولتمند ہو جانا۔ پھر دولت کے نشہ میں آکر اعزا اقربا سے نفرت کرنا۔ اولاً۔ اپنی لڑکی کی نسبت اپنے بھتیجے سے کر کے اس سے پھر جانا۔ لڑکی کا دوسری جگہ شادی پر راضی نہ ہونا اور خودکشی پر تیار ہونا۔ پولیس انسپکٹر حامد کا لڑکی کی مدد کرنا اور مختلف خطرات سے بچانا۔ ایک اور عورت کا اپنے شوہر کو زہر دیکر قتل کرنا۔ اور بدمعاشوں کا ساتھ دینا۔ پولیس انسپکٹر کی عیارانہ چالیں۔ پولیس اور فراڈوں کی مڈبھیڑ۔ چوروں کی چالبازیاں اور پولیس کی محنت عملی۔ پولیس کی کامیابی بدمعاشوں کی شکست لڑکی کی کامیابی۔ سراغرسانی کا بہت ہی دلچسپ ناول ہے قیمت صرف بارہ آنے ۱۲ر

گیتی آرا بری صحبت کا انجام۔ بدچلنی اور بدمعاشی کے نتائج شراب خانہ خراب کی کرتوت۔ ایک رئیس کی تباہی۔ یورپین تہذیب کے تباہ کن کرشمے ایک مظلوم عورت کی کامیابی۔ بے وفا بدمعاش اور بدچلن شوہر کی بدکرداریوں کا انجام۔ شروع سے آخر تک سوز و گداز اور درد اندوہ سے معمور ہے۔ بہت ہی دلکش اور دلربا فسانہ ہے قیمت ۱۲ر

مکافاتِ عمل ایک سنسنی خیز اور پُر درد فسانہ۔ محبت کی باتیں عشق کے چونچلے وصال و فراق کی داستان۔ راز و نیاز کی باتیں اور محبت کی کرشمہ سازیاں قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے ..... (عہ ۱۴ر)

پارۂ دل ایک دلگداز فسانہ۔ گردش تقدیر کے کرشمے۔ جدائی اور نامرادی کی داستان۔ حسن و عشق کا معاملہ بہت ہی دلسوز اور جگر دوز فسانہ ہے قیمت ..... عہ ۱۴ر

درد ایک لاجواب ڈیٹیکٹو ناول جس کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ شمع شبستان کے بعد یہ سب سے بہتر ناول ہے۔ اس کو پڑھ کر انسان ہمہ تن درد بن جاتا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے ..... (عہ ۱۴ر)

واہ سراغرسانی کے ناولوں میں سب سے بہتر ناول ہے انسپکٹر محمود صاحب ہندوستان کے شرلاک ہومز کے کارنامے جو جناب مسٹر ٹامکنس صاحب بہادر ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کے ایما سے لکھا گیا ہے اور انہی کے نام پر معنون ہے قیمت صرف ..... عہ ۱۴ر

سرخ حرف بعض کا خیال ہے۔ کہ یہ فلسفی ناول جو سراپا سوز و گداز ہے۔ بہترین تصنیف میں سے ہے اور یہ بالکل سچ ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دیوانتقام شوہر نے عبرت خیز انتقام کس طرح لیا۔ قابل دید قیمت صرف ۱۲ر

وہ عورت جس نے کر کے دکھایا ایک عجیب و غریب ناول قیمت صرف ... ۱۲ر

پری بانو قابل دید عجیب و غریب ناول قیمت دس آنے ۱۰ر

سادھو کی کرتوت فقیری کے لباس میں عیاشی۔ قزاقی ظلم و ستم کا نظارہ قابل دید قیمت ۷ر

اسرارِ امرتسر ٹائیٹل و طباعت وغیرہ دیدہ زیب۔ واقعات نہایت دلربا قیمت صرف نو آنے ۹ر

آپ بیتی ایک لڑکے کا باپ فوت ہو جاتا ہے۔ ماں دوسرا نکاح کر لیتی ہے بچے کو ان مواقع پر جو سختیاں اور تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ آخر میں خداوند تعالےٰ اپنا فضل کرتا ہے اور کامیاب اور لائق گریجوایٹ بنجاتا ہے۔ نہایت مزیدار لکھا ہے قیمت صرف ۱۲ر

نازنین مہ جبین ایک عورت کا آگ میں غسل کر کے دو ہزار سال تک زندہ رہنا اور پھر غسل آتشین سے ہی زندگی کا ختم ہونا نہایت رقت خیز۔ اور حیران کرنے والا بیان ہے۔ پڑھیں متعجب اور حیران ہوں۔ وحشیانہ زندگی اور وحشیوں کے رسم و رواج بھی اس سے معلوم ہو جائینگے یہ نہایت ہی دلچسپ اور قابل دید کتاب ہے قیمت صرف چھ آنے ۶ر

ابلیس و جمیلہ شیطان کے انسانوں سے بہت کنڈے لایق دید اور قابل عبرت ناول ہے قیمت ۱۰ر

مندرجہ بالا ناول مقبول سراغرسانی ناول نویس خان احمد حسین صاحب چیف ایڈیٹر اردو لاہور کی تصنیفات ہیں

ملنے کا پتہ۔ الیس عبدالرشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ۔ لاہور

صبح وطن ملک کے مشہور فطرت نگار فسانہ نویس جناب سُدرشن صاحب کی قومی اور ملکی کہانیوں کا مجموعہ۔ سرورق پر ۳ رنگ کا نظارہ قیمت صرف ..... عہ/

بیگناہ مجرم یہ ایک نہایت خوبصورت ٹریجک ناول ہے جس کے متعلق کانپور کے مشہور رسالہ زمانہ نے لکھا تھا کہ ایسا اخلاقی ناول آجتک ہماری نگاہ سے نہیں گذرا۔ دوسرا ایڈیشن تھوڑے عرصہ میں چھپا ہے نہایت مقبول قیمت ..... عہ/

عورت کی محبت بنگال کے نامور ناٹک نویس بابو دویجیندر لال رائے کے مشہور ناٹک "پرپاتا" کا اہم ردوبدل کے ساتھ جناب سُدرشن صاحب نے ترجمہ کیا ہے نہایت دلچسپ۔ قیمت صرف ایک روپیہ ..... عہ/

وجے سنگھ مقبول ناٹک کا مقبول ترجمہ قیمت صرف ..... عہ/

بنگال بتیسی حصہ اول قابل دید حکایات بڑا جلد ۸ تجلد ع

یوسف پاشا مصنفہ میر ارشد دہلوی۔ عشق و محبت۔ رزم و بزم اور اسلامی جوش۔ مجاہدین اسلام اور مسیحیوں کی معرکہ آرائیاں۔ نہایت عجیب و غریب نظارے جن میں یہ بھی نظر آتا ہے کہ ترک ڈاکو نہیں تھے بلکہ دراصل ڈاکو وہ تھے جو اسلامیوں کو ڈاکو بناتے تھے اس کا ثبوت بھی تاریخی حوالہ سے دیا گیا ہے۔ طرز بیان ایسا دلچسپ کہ بغیر ختم کئے ہاتھ سے چھوڑنے کو دل نہ چاہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ..... عہ/

اسپفو یا مہدی ایک تاریخی دلچسپ افسانہ جس میں دکھایا گیا ہے کہ ایک انسان مذہب کی آڑ میں دنیا کو کس طرح دھوکا دیتا رہا اور بالآخر سلطنت پر قابض ہو گیا عجیب داستان ... ۶/

تصویر عبرت شخصی غفلت کے ہاتھوں قومی تباہی ایک تاجدار کی بدعنوانیوں سے سلطنت کی بربادی ایک دوسرے شخص کی اولوالعزمی سے دوسرے خاندان میں اس سلطنت کا منتقل ہونا سراپا دلچسپ ۱۲/

سکھیا بھارت المعروف دلتمند ہندوستان جو ہندوستان کی گذشتہ عظمت اور سابقہ شان و شوکت کا زندہ نمونہ ہے اور ہندو مسلم اتفاق کا جیتا جاگتا نمونہ ہے مصنفہ خان شیر محمد خان صاحب بی اے (علیگ) ایل۔ ایل۔ بی وکیل قیمت (عہ) (رعایتی صرف بارہ آنے ۱۲/

تصنیفات مصور فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی

میلاد نامہ نئے رنگ کا مستند مولود شریف میلاد پڑھنے کی بے نظیر کتاب رسول مقبول کے حالات و اخلاق اور خصائص کا نہایت موثر و دلچسپ بیان قیمت ..... عہ/

محرم نامہ شہادت امام حسین و معرکہ کربلا کی دردناک سرگذشت۔ بطرز جدید مجالس محرم میں پڑھنے کی سب سے بہتر کتاب۔ خلافت کے جھگڑوں کی پوری اور مستند تاریخ۔ جنگ جمل و جنگ صفین کی مفصل کیفیت پُرسوز انشا پردازی کا بہترین نمونہ قیمت عہ/

یزید نامہ محرم نامہ کا دوسرا حصہ اور اس کی مؤرخانہ شرح شاہان بنی امیہ کا مفصل بیان۔ تمثالی [illegible] کا عبرت ناک انجام قیمت صرف ..... عہ/ واقعی قابل دید کتاب ہے ✻

طمانچہ بر رخسار یزید خواجہ صاحب کا وہ مشہور تاریخی ناول جس میں یزید اور بنی زیاد وغیرہ اشرار بنی امیہ کی خفیہ بدعملیوں کے راز کو آشکار کیا گیا ہے قیمت صرف ..... عہ/

کرشن بیتی با تصویر ہندوؤں کے مشہور اوتار سری کرشن جی کے نہایت ہی دلچسپ حالات و فلسفہ کو خواجہ صاحب نے اپنے البیلے رنگ میں بڑی خوبی سے تحریر فرمایا ہے۔ قابل دید کتاب ہے جس سے خواجہ صاحب کی کمال انشا پردازی کا حال معلوم ہوتا ہے قیمت عہ/

غدر دہلی کا افسانہ قابل دید کتاب قیمت حصہ اول صرف (عہ) حصہ دوم صرف ۸/

ملنے کا پتہ۔ ایس عبدالرشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ۔ لاہور

محاصرہ دہلی کے خطوط اس میں وہ خطوط جمع کئے گئے ہیں جو انگریزی افسروں نے محاصرہ دہلی کے موقعہ پر افسران پنجاب کو غدر کی رپورٹوں کے طور پر بھیجے تھے قیمت صرف ۴ر

غدر دہلی کے گرفتار شدہ خطوط اس میں وہ خصیہ خط وکتابت درج ہے جو غدر کرنے والوں اور بہادر شاہ کے درمیان ہوئی تھی قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے .. عہ ۴ر

غدر دہلی کے اخبار ۱۸۵۷ء اس میں کے اخبارات کے وہ مضامین نقل کئے گئے ہیں جن پر الزام لگایا گیا تھا کہ غدر کی آگ ان سے بھڑکی قیمت عہ ۴ر

بہادر شاہ کا مقدمہ اس میں اس مقدمہ کی کیفیت ہے۔ جو انگریزی حکومت نے دہلی کے آخری بادشاہ بہادر شاہ غازی پر قائم کیا تھا۔ بادشاہ کا جواب اور صفائی کی شہادتیں اور خواجہ حسن نظامی کا دیباچہ دیکھنے کے لائق ہے قیمت .. ۴ر

غالب کا روزنامچہ غدر اس میں وہ واقعات ہیں جن کو مشہور ومعروف شاعر مرزا غالب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے دوستوں کو لکھ کر بھیجا تھا نہایت دردناک اور معتبر قیمت بارہ آنے ... ۱۲ر

دہلی کی جان کنی غدر کا پورا تاریخی بیان کیونکر حالات نے پلٹیاں کھائیں قیمت صرف ..... عہ

فاطمی دعوت اسلام بی بی فاطمہ اور صوفیائے کرام نے اشاعت اسلام کے لئے جو حیرت انگیز اور مخفی طریقے اختیار کئے ان کا مفصل تاریخی بیان اسلام کے بزور شمشیر پھیلائے جانے کی تردید قیمت صرف ۳ عہ

گیارہویں نامہ حضرت غوث پاک کے حالات وخصائص کا بیان بطرز جدید قیمت صرف ۱۲ر

بیوی کی تعلیم شادی شدہ عورتوں کی تعلیم وتلقین کے لئے تمام دینی ودنیوی ہدایات کا سبقاً سبقاً بیان نہایت مفید ودلچسپ نیا ایڈیشن پہلا حصہ قابل مطالعہ قیمت ایکروپیہ چار آنے ..... عہ ۴ر

بیوی کی تربیت بیوی کی تعلیم کا دوسرا حصہ قیمت عہ

اولاد کی شادی بیوی کی تعلیم کا تیسرا حصہ قیمت صرف ایک روپیہ ..... عہ

بچوں کی کہانیاں چھوٹی چھوٹی دلچسپ اور سبق آموز کہانیوں کا مجموعہ باتصویر قیمت صرف دس آنے ... ۱۰ر

جاگ بیتی دردو غم کے چھوٹے چھوٹے دلچسپ قصوں کا مجموعہ قیمت ۸ر

اتالیق خطوط نویسی دو حصے ہیں پہلے حصہ میں خواجہ صاحب کے آسان خطوط اور خط لکھنے کے اصول ہیں دوسرے حصہ میں نامور مسلمانوں کے خطوط جنکے دیکھنے اور پڑھنے سے جدید طرز کے خطوط اور پڑھنے کی مشق ہوتی ہے قیمت ۱۲ر

مجموعہ خطوط حسن نظامی یہ اتالیق خطوط نویسی کا تیسرا حصہ ہے قیمت صرف بارہ آنے ۱۲ر

رسول کی عیدی امت کے بچوں کے لئے رسول مقبول کے حالات وخصائص اور اخلاق وعادات کے متعلق عام فہم مضامین نثر ونظم کا مجموعہ قیمت صرف . ۲ر

آپ بیتی حضرت مولینا خواجہ حسن نظامی صاحب کی خود نوشت سوانحعمری نہایت دلچسپ وسبق آموز قیمت صرف ... (عہ ۴ر)

تسخیر مہر وقہر یعنی اعمال حزب البحر دعائے حزب البحر کے مختلف اعمال وطریق تلاوت کا مجموعہ اور اسکے فیوض وبرکات کا مفصل بیان قیمت ۱۰ر

امام الزمان کی آمد خواجہ صاحب کے مشہور ومعروف پانچ رسالوں کا خلاصہ جو شیخ سنوسی، فیضان سنوسی اور کتاب الامر وغیرہ ناموں سے شائع ہوئے تھے بعض جدید پیشینگوئیوں کے اضافہ کے ساتھ قیمت صرف بارہ آنے ۱۲ر

لاہوتی آپ بیتی پہلے بھی یہ آپ بیتی حسن نظامی کے ساتھ شائع ہوئی تھی اب علیحدہ رسالہ کی شکل میں چھپی ہے اس میں میراث ومعاد کی کیفیت نفس انسانی کے اس کالبد خاکی میں جلوہ گر ہونے سے قبل وبعد کے حالات۔ اسرار روح کی سرگذشت۔ وغیرہ قیمت صرف دو آنے ۲ر

مطلع کا پتہ۔ ایس عبدالرشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ۔ لاہور

حضرت خواجہ حسن نظامی کے خطوط کی قیمت ۸ر

خدائی انکم ٹیکس مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کی ترغیب اور اسلامی زکوٰۃ کا عالم فہم فلسفہ قیمت ۱۰ر

شیطان کا طوطا یہ عبرت انگیز اور نہایت دلچسپ کہانی ہے جس میں مغربی تعلیم و تہذیب کی برائیاں اور خراب صحبت کے نتائج پُر اثر قصہ کے پیرایہ میں ظاہر کئے گئے ہیں قیمت صرف ۲ر

قبر کے غیبی نوشتے ان پُر سوز و عبرت خیز کتبوں کا مجموعہ جو خواجہ صاحب نے رسول مقبول اور اہلبیت اطہار کے مزاروں کے لئے تحریر فرمائے قیمت ۴ر

کم تو موت دنیا کی محبت کو کم کرنے اور موت و آخرت کو یاد دلانیوالے نہایت عبرت انگیز اور پُر درد مضامین کا مجموعہ قیمت صرف ایک روپیہ .... عہ

اسلام کا انجام علامہ توفیق بکری کی عربی کتاب کا ترجمہ فلسفیانہ دلائل سے اسلام کے نیک انجام کا ثبوت قیمت صرف چھ آنے ۶ر

سی پارۂ دل خواجہ صاحب کے مستانہ البیلے اور پُر سوز مضامین کا مجموعہ جدت بیان و ندرت تخیل کا قابل دید مرقع اردو انشاء پردازی سیکھنے کا بہترین ذریعہ قیمت صرف دو روپیہ .... ع

چٹکیاں اور گدگدیاں خواجہ صاحب کے ان دلچسپ و فرحت مضامین کا مجموعہ جن میں ہنسی مذاق کے پیرایہ میں مفید باتوں اور دینی نصیحتوں کو نہایت دلکش پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے قیمت صرف ۱۲ر

شیخ سنوسی حصہ اول، مشہور کتاب ہے قیمت چھ آنے ۶ر

ناگفتہ بہ شیخ سنوسی کا پانچواں حصہ قیمت ۶ر

قرآن آسان قاعدہ یہ حضرت خواجہ صاحب کی تازہ تصنیف ہے حجم ۴۰ صفحہ بڑا سائز قیمت ۸ر

سیر دہلی اس میں شہر دہلی کی سیر اور شہر کے باہر کی پرانی عمارات کے متعلق دلچسپ معلومات درج ہیں قیمت صرف ۱۲ر

اردو دعائیں ہر موقع کے لئے مناسب اور موثر اردو دعاؤں کا مجموعہ جو خواجہ صاحب نے خاص اوقات میں تحریر فرمائی ہیں قیمت آٹھ آنے ۸ر

لڑائی کا گھر ان سب رسالوں کا مجموعہ۔ جو عالمگیر جنگ کے زمانہ میں بندوق۔ بم۔ توپخانہ کھی کا میدان جنگ وغیرہ ناموں سے شائع ہوئے تھے قیمت ۶ر

تسکین حواس تصوف کے ابتدائی اور بنیادی اصول کی عام فہم تشریح۔ صوفیوں کے مشہور اذکار و اشغال کا بیان قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر

اسرار رموز تصوف پر شیخ بہاء اللہ آفندی کے عجیب و غریب خیالات مع ترجمہ اردو ۶ر

فلسفہ شہادت حضرت امام حسین کی شہادت پر فلسفیانہ بحث کی گئی ہے قیمت صرف ایک آنہ ۱ر

فرام قبلہ ٹو شملہ ہندوستان کے وائسرائے کے نام ایک خط قابل دید قیمت صرف دو آنے ۲ر

جرمنی خلافت شیخ سنوسی کا چھٹا حصہ جو ضبط ہو گیا تھا قیمت .. ۶ر

گورنمنٹ اور خلافت مسئلہ خلافت کی توضیح اور انگریزوں کو دعوت اسلام قیمت چار آنے ۴ر

سفرنامہ ہندوستان خواجہ صاحب کے سفر بمبئی اور کاٹھیاواڑ وغیرہ کے دلچسپ حالات مزارات بزرگان اور آغا صاحب و امام شاہی مخفی تحریکوں کے تذکرے ۱۲ر

سچوں پر ستم آنحضرت اور صحابہ کرام پر جو سختیاں کفار نے کیں اور جس ثابت قدمی سے ان کو برداشت کیا گیا۔ یہ اس کا تذکرہ ہے قیمت صرف ۔ ۲ر

تعلیم القرآن کا دوسرا حصہ قرآن آسان قاعدہ پڑھنے کے بعد یہ دوسرا حصہ پڑھنا چاہئے اس میں قرآن شریف کی تمام دعائیں جمع کی گئی ہیں اور ان کا سلیس ترجمہ لکھا گیا ہے۔ اور ہر دعا کے ساتھ ایک دلچسپ کہانی اسی آیت کی نسبت لکھی گئی ہے جس کو پڑھ کر بچہ کو وہ آیت حفظ ہو جاتی ہے۔ اور یاد رہ جاتی ہیں وہ آیت زبان پر آنے لگتی ہے حضرت خواجہ صاحب نے اسکو بڑے پُر اثر طریقے سے لکھا ہے۔ قیمت صرف ۸ر

ملنے کا پتہ۔ ایس عبدالرشید اینڈ برادرس تاجران کتب لوہاری دروازہ۔ لاہور